الدقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان

پانی کی رقت وسیلان کا واضح بیان

۱۳۳۴ھ

تصنیفِ لطیف

اعلیٰ حضرت مجدّدِ دین وملّت،
امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network

رسالہ ضمنیہ

الدقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان ۱۳۳۴ھ

(پانی کی) رقّت وسیلان کا واضح بیان (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اب فقیر بتوفیق الملک القدیر عزجلالہ اسباب ثلثہ پر کلام اور ہر ایک کے متعلق ابحاث مہمہ ذکر کرے۔

زوال طبع اس میں چند ابحاث ہیں،

بحث اول معنی طبیعت۔

اقول طبع آب سے مراد اس کا وہ وصف ہے کہ لازم ذات ومقتضائے ماہیت ہو جس کا ذات سے

تخلف ممتنع ہو وقال السید ان ط و ش طبعہ ای وصفہ الذی خلق اللہ تعالٰی علیہ[1] (سید طحطاوی اور سید شامی نے فرمایا پانی کی طبیعت یعنی اس کا وہ وصف جس پر اللہ تعالٰی نے پانی کو پیدا کیا ہے۔ ت)

اقول ھذا یشمل اللون والطعم والریح ولم یعدھا احد من الطبع ویلزمہ ان لایجوز الوضوء بما انتن اوتغیر لونہ اوطعمہ بطول المکث مثلا لخروجہ اذن عن طبع الماء وھو خلاف اجماع من یعتد بہ وکذا یردہ اجماع اصحابنا المذکور فی ۱۱۶ الی غیر ذلک[عہ] من الاستحالات۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تعریف رنگ، ذائقہ اور بُو پر مشتمل ہے حالانکہ کسی نے ان چیزوں کو پانی کی طبیعت میں شمار نہیں کیا اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ ایسے پانی سے وضوء جائز نہ ہو جو بدبودار ہوچکا ہو یا زیادہ دیر پڑے رہنے کی وجہ سے اس کا رنگ اور ذائقہ تبدیل ہوچکا ہو کیونکہ اس وجہ سے وہ پانی اپنی طبیعت سے خارج ہوچکا ہے حالانکہ یہ بات معتبر اجماع کے خلاف ہے اور یُوں ہی یہ بات ہمارے اصحاب (احناف) کے اجماع جس کا ذکر بحث ۱۱۶ میں ہوچکا ہے، سے مردود ہے، اس قسم کے بہت سے استحالات لازم آئیں گے۔ (ت)

بحث دوم طبع آب کی تعیین، عامہ علماء نے اسے رقّت وسیلان سے تفسیر کیا اور یہی صحیح ہے ایضاح و

عہ منہا ان لایجوز الوضوء بماء حار و لابارد ولو باشریح لانہ لم یبق علی وصفہ الذی خلق علیہ ونقول لایخلوان الماء بدء خلقہ حارا اوباردا او معتدلا وایاما کان لم یجز الوضوء بالباقین الا ان یقال ان المراد بالوصف الثلثۃ لاغیر فانھا ھی المتعارف فیما بینھم عند لاطلاق اوصاف الماء ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

ان محالات میں سے ایک یہ کہ لازم آئے گا کہ گرم یا ٹھنڈا پانی، خواہ ہوا سے سرد ہو، سے وضوء جائز نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ پانی اپنی اصلی طبیعت سے خارج ہوچکا ہے کیونکہ اس وصف پر باقی نہ رہا جس پر اس کو پیدا کیا گیا تھا یا ہم یُوں کہہ سکتے ہیں کہ پانی کی پیدائش گرم تھی یا سرد تھی یا معتدل تھی جو بھی قرار دی جائے تو دوسری دو صورتوں میں وضوء جائز نہ ہو الّا یہ کہ یُوں کہا جائے کہ پانی کی طبیعت صرف تین وصف رنگ، بُو اور ذائقہ ہیں اور کوئی وصف گرم، سرد وغیرہ معتبر نہیں ہے کیونکہ پانی کے یہی تین وصف متعارف ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی کے اوصاف کا جب ذکر ہوتا ہے تو یہی تینوں اوصاف متعارف ہوتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۵

بحر و صدر الشریعۃ و شلبیہ و مجمع الانہر و امداد الفتاح وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے ھو الرقۃ والسیلان[1] (طبع آب رقت و سیلان ہے۔ت) اسی طرح فتح وغیرہ سے مستفاد یہی فروع میں بہت کلمات کا مفاد،

کما یظھر بمراجعۃ ماتقدم واقتصر القہستانی وعبد الحلیم علی الرقۃ وعلیہ مشی فی الغنیۃ عند ذکر الضابطۃ کما مر فی ۲۸۷ و تراہ مفاد کلام الاکثرین فی الفروع اذا تذکرت ماسلف **اقول** وھو حسن وجیہ لما قدمنا ان الرقۃ تستلزم السیلان ومنھم من اقتصر علی السیلان کالزیلعی والحلیۃ والدرر فی ذکر الضابطۃ۔

جیسا کہ گزشتہ بحثوں کے پیش نظر ظاہر ہوتا ہے قہستانی اور عبد الحلیم نے صرف رقت کو پانی کی طبیعت قرار دیا ہے، غنیہ نے بھی ضابطہ کو ذکر کرتے ہوئے اسی کو اپنایا ہے جیسا کہ بحث ۲۸۷ میں گزرا، اور جب گزشتہ ابحاث کو تو یاد کرے تو تجھے معلوم ہوگا کہ اکثر حضرات کے کلام کا ماحصل یہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی خوبصورت وجہ ہے کیونکہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ رقت سیلان کو مستلزم ہے، اور بعض حضرات نے صرف سیلان کو پانی کی طبیعت قرار دیا ہے جیسا کہ زیلعی اور حلیہ نے کہا ہے اور درر نے اس کو ضابطہ میں ذکر کیا ہے۔(ت)

اقول یحمل علی السیلان المعھود من الماء فیستلزم الرقۃ یدل علیہ قول الغنیۃ طبعہ سرعۃ السیلان[2] اھ فھذہ مسالك تؤل الی شیئ واحد لکن ثمہ مایخالفھا ففی الدر والدرر طبعہ السیلان والارواء والانبات[3] اھ ومثلہ فی چلپی علی صدر الشریعۃ و اقتصر علیہ الوانی فی حاشیۃ الدرر من الاخیرین علی الانبات قال نوح افندی ثم السید الازھری ثم ط ثم ش اقتصر علیہ لاستلزامہ الارواء دون العکس فان

میں کہتا ہوں کہ اس قول کو پانی کے معہود سیلان پر محمول کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ سیلان رقت کو مستلزم ہے اس پر غنیہ کا یہ قول دلالت کرتا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ پانی کی طبیعت جلد بہنا ہے اھ یہ تمام مسالک ایک ہی چیز کی طرف راجع ہیں مگر یہاں ان کے مخالف بھی قول ہے جیسا کہ دُر اور دُرر میں ہے کہ پانی کی طبیعت سیلان، سیرابی اور اگانا ہے اور صدر الشریعۃ کے حاشیہ پر چلپی میں بھی اسی طرح ہے اور دُرر کے حاشیہ میں الوانی نے صرف انبات (اگانے) کو ہی لیا ہے، نوح آفندی پھر سید ازہری اور پھر طحطاوی

---

[1] شلبیہ علی التبیین | کتاب الطہارۃ | الامیریہ بولاق مصر | ۱/۱۹
[2] غنیۃ المستملی | احکام المیاہ | سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۹۰
[3] درمختار | باب المیاہ | مجتبائی دہلی | ۱/۳۷

الاشربة تروی ولا تنبت[۱] اھ وفی الجوھرة[۲] طبعه الرقة والسیلان وتسکین العطش[۲] اھ وفی خزانة[۳] المفتین عن الاختیار شرح المختار طبع الماء کونه سیالا مرطبا مسکنا للعطش[۳] اھ وفی[۴] مراقی الفلاح طبعه ھو الرقة والسیلان والارواء والانبات[۴] اھ قال السید ط فی حاشیته الرقة والسیلان اقتصر علیھما فی الشرح وھو الظاھر لان الاخیرین لایکونان

اور شامی نے کہا ہے کہ الوافی[۱] اس لیے صرف انبات کو لیا ہے اور سیرابی کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ انبات کو سیرابی لازم ہے اور سیرابی کو انبات لازم نہیں ہے کیونکہ شربت سیراب تو کرتے ہیں لیکن انبات نہیں کرتے اھ اور جوہرہ میں ہے کہ پانی کی طبیعت رقت، سیلان اور پیاس بجھانا ہے اھ اور خزانۃ المفتین میں الاختیار شرح المختار سے منقول ہے کہ پانی کی طبیعت سیال تر کرنا اور پیاس بجھانا ہے اھ اور مراقی الفلاح میں ہے

ع[۵] اقول ومن العجب اقتصار البنایة علی الارواء اذ قال طبع الماء کونه مرویا لانه یقطع العطش قال وقیل قوة نفوذه[۵] اھ

اقول تعجب ہے کہ بنایہ نے صرف سیرابی پر اکتفاء کیا ہے جہاں انہوں نے کہا ہے کہ پانی کی طبیعت سیراب کرنا ہے کیونکہ اس سے پیاس بجھتی ہے اور انھوں نے کہا کہ بعض نے پانی کی قوتِ سرایت کو کہا ہے اھ

اقول ھذا ھو قضیة رقته وسیلانه فالعجب[۲] تزییف ھذا واختیار طبع لاتعلق له بما ھنا قال وقیل کونه غیر متلون[۶] اھ

میں کہتا ہوں کہ یہ تو پانی کی رقت اور سیلان کا معاملہ ہے، اس کو کمزور بتانا اور ایسی چیز کو طبیعت بتانا جس کا یہاں کوئی تعلق نہیں ہے تعجب انگیز بات ہے انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض نے پانی کی طبیعت غیر متلون (بے رنگ) ہونا بتایا ہے اھ

اقول ھذا خلاف المشھود والمشھو[۳] ودوار فی الکتب ذکر لون الماء وقد جاء

میں کہتا ہوں کہ یہ بات مشاہدہ اور شہرت دونوں کے خلاف ہے اور کتب میں پانی کے رنگ کا بار بار ذکر ہے

(باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[۱] رد المحتار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۱۴۵

[۲] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الطہارۃ امدادیہ ملتان ۱/۱۴

[۳] اختیار شرح مختار یجوز الطہارۃ فی الماء مصطفی البابی مصر ۱/۱۴

[۴] مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ الامیریہ مصر ص ۱۵

[۵] و[۶] البنایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۱/۱۸۸

فی ماء البحر الملح اھ[1] وبه تعقب علی الدرر فاجاب الوانی ثم السادة ابو سعود و ط و ش ان فی طبعه انباتا الا ان عدم انباته لعارض کالماء الحار اھ[2] ورده الخادمی بان ماء البحر لم یزل عن طبعه بعارض کالماء الحار بل عند تخلیته علی

کہ پانی کی طبیعت رقت، سیلان، سیراب کرنا اور اگانا ہے اھ سید طحطاوی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا کہ انہوں نے شرح میں صرف رقت اور سیلان کو ہی ذکر کیا ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے اس لیے کہ آخری دونوں یعنی سیراب کرنا اور انبات (اگانا) سمندر کے نمکین پانی میں نہیں پائے جاتے اھ کیونکہ آخری دو وصف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی مرسل صحیح رواہ الامام الطحاوی عن راشد ابن سعد عن سید المرسلین صلی اللہ علیه وسلم الماء لاینجسه شیئ الا ما غلب علی ریحه او طعمه او لونه[3] وهو فی ابن ماجة موصولا من حدیث راشد بن سعد عن ابی امامة رضی اللہ تعالی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم ان الماء طهور ولاینجسه الا ما غلب علی ریحه وطعمه ولونه[4] قال وقیل ما یبقی له اثر الغلیان[5] والاخراج عن طبعه ان لایبقی له اثر الغلیان اھ کذا هو فی نسخة سقیمة جدا ولعله ما یقبل ای طبعه ان یرتفع وینخفض عند الاغلاء **اقول** وهو ایضا من اثر الرقة والسیلان واللہ تعالی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

امام طحاوی نے صحیح مرسل کے طور پر راشد بن سعد سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پانی کو ناپاک کرنے والی کوئی چیز نہیں ماسوائے اس کے جو اس کے ذائقہ، بُو اور رنگ پر غالب ہوجائے اور یہ حدیث ابن ماجہ میں موصولاً راشد بن سعد نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پانی پاک کرتا ہے اس کو ناپاک کرنے والی صرف یہی صورت ہے کہ جب کوئی چیز اس کی بُو، ذائقہ اور رنگ پر غلبہ پالے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ بعض نے کہا کہ پانی کی طبیعت یہ ہے کہ اس میں اُبلنے کی صلاحیت باقی ہو اور اس کو طبیعت سے خارج کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں ابلنے کا اثر باقی نہ رہے اھ کذا ورترین نسخے میں ایسے ہی ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ پانی کی طبیعت یہ ہے کہ اُبالنے میں وہ بلند وپست ہوسکے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی رقت و سیلان کا اثر ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الطہارت نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۵

[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۵

[3] شرح معانی الآثار، کتاب الطہارۃ ۱/۱۹ [4] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ ص ۴۰ [5] البنایۃ ۱/۱۸۶

طبعه شأنه عدم الانبات[1] اھ سمندری پانی میں نہیں ہوتے اھ اور اس سے قرر پر تعقیب کی گئی ہے، تو اس کا جواب الواقی، ابوالسعود، ط اور ش نے یہ دیا کہ اس کی طبیعت میں انبات ہے مگر اس کا عدمِ انبات کسی عارض کی وجہ سے ہے، جیسے گرم پانی میں ہوتا ہے اھ اور اس کو خادمی نے رد کیا کہ گرم پانی کی طرح سمندری پانی اپنی طبیعت سے زائل نہیں ہوا ہے کسی عارض کی وجہ سے، بلکہ اگر اس کو اس کی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تب بھی اس میں عدمِ انبات ہے اھ (ت)

اقول وھذا وجیه فان الاصل عدم العارض وان کان لایتم الاستدلال علیه بقوله عزوجل وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینهما برزخا وحجرا محجورا[2] فان المرج ھو الخلط والارسال ولا یلزم ان یکون فی بدء خلقهما بل بعد تغیر احدھما بعارض واللّٰہ تعالٰی اعلم فلو اکتفی الخادمی بھذا کان ردا علی دعوی ان الثلثة من طبع الماء لکنه اراد قبل النقض علی قاعدة المتن فی منع الوضوء فانعکس علیه الامر اذ ردد فیه فقال ان ارید المجموع من حیث ھو مجموع فیرد بماء البحر اذ لیس فیه ارواء وانبات وان ارید واحد منها فبنحو ماء البطیخ اذ فیه ارواء ولم یجز به الوضوء[3] اھ

میں کہتا ہوں یہ بات مدلّل ہے کہ اصل عارض کا نہ ہونا ہے اگرچہ اس پر استدلال اللہ تعالٰی کے قول وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات و ھذا ملح اجاج وجعل بینهما برزخا و حجرا محجورا سے تام نہیں ہوتا، کیونکہ مرج کے معنی ملانے اور چھوڑنے کے ہیں، اور یہ لازم نہیں کہ یہ صورت ان کی ابتدائے تخلیق میں ہو، بلکہ ان میں سے کسی ایک کو عارض کی وجہ سے متغیر ہونے کے باعث ہو واللہ تعالٰی اعلم، تو اگر خادمی اسی پر اکتفا کر لیتے تو یہ اس دعوٰی کا رد ہو جاتا کہ یہ تینوں چیزیں پانی کی طبیعت ہیں، لیکن انہوں نے اس سے قبل نقض کا ارادہ کیا وضو کے ناجائز ہونے کے بارہ میں متن کے قاعدہ پر، لیکن معاملہ اُلٹ ہو گیا، اس لیے کہ انہوں نے تردید کی اور تفریق کی، پس فرمایا اگر تینوں کا من حیث المجموع کا ارادہ کیا جائے تو اس کا رد سمندر کے پانی سے کیا جائیگا، کہ اس میں نہ اگانا ہے اور نہ زرخیزی،

---

[1] درر شرح غرر للخادمی کتاب الطہارت مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۲۱
[2] القرآن ۲۵/۵۳
[3] درر شرح غرر للخادمی کتاب الطہارۃ مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۲۱

كان المعنى يجوز بما لم يزل عنه الكل فلا يرد ماء البحر لبقاء السيلان فيه واذا اريد واحد كان المعنى يجوز بما لم يزل عنه شیئ اصلا فلا يرد ماء البطيخ لزوال الانبات بخلاف قولك يجوز بما بقى على طبعه فانه لو اريد الكل كان الجواز منوطا ببقاء الكل فيرد ماء البحر او البعض فماء البطيخ هذا وقال العلامة البرجندى المراد طبع جنس الماء وهو الرقة والسيلان كذا قيل وفى الخزانة طبع الماء كونه سيالا مرطبا مسكنا للعطش ولا يخفى ان ماء بعض من الفواكه كذلك فلو اختلط بالماء وغلب ينبغى ان يجوز التوضى منه وليس كذلك[1]

طبیعت سے مجموعہ کا ارادہ کیا جائے تو اس کے معنی ہوں گے وضو جائز ہے اس پانی سے جس سے کل زائل نہ ہوں، تو سمندری پانی سے اس پر اعتراض وارد نہ ہوگا کیونکہ اس میں سیلان کا وصف باقی ہے اور جب ایک کا ارادہ کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے وضو جائز ہے اُس پانی سے جس سے کچھ زائل نہ ہوا ہو، تو بطیخ کے پانی سے اعتراض وارد نہ ہوگا کہ اس سے ایک انبات کا وصف زائل ہے بخلاف آپ کے اس قول کے "وضو جائز ہے اس پانی سے جو اپنی طبیعت پر باقی ہو" کیونکہ اگر کل کا ارادہ کیا جائے تو جواز کا دارومدار کل کے باقی رہنے پر ہوگا تو سمندری پانی پر اعتراض وارد ہوگا اگر بعض کا ارادہ کیا جائے تو بطیخ کے پانی سے اعتراض ہوگا۔ اس کو یاد رکھو۔ علامہ برجندی نے فرمایا مراد جنس پانی کی طبیعت ہے اور وہ رقت وسیلان ہے، اسی طرح کہا گیا ہے، اور خزانہ میں ہے پانی کی طبیعت اس کا سیال ہونا، تر کرنے والا ہونا، پیاس کے لیے تسکین بخش ہونا ہے اور مخفی نہ رہے کہ بعض پھلوں کا پانی ایسا ہی ہوتا ہے تو اگر وہ پانی میں مل جائے اور غالب ہو جائے تو چاہیے کہ اُس سے وضوء جائز ہو، حالانکہ ایسا نہیں ہے اھ (ت)

اقول ان خص الايراد بعبارة الخزانة كما هو ظاهر سياقه فلا وجه له لوروده على الاول ايضا بسواء فان ماء بعض الفواكه لا يسلبه الرقة ايضا كما لا يسلبه الارواء وان عمهما فلا وجه له فان اعتبار الرقة مجمع عليه وقد مشى هو ايضا عليه فى ضابطته

میں کہتا ہوں اگر اعتراض بطور خاص خزانہ کی عبارت پر ہے جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ وہ اول پر بھی برابر سے وارد ہے کیونکہ بعض پھلوں کے پانی سے رقت سلب نہیں ہوتی جیسے اس سے سیرابی سلب نہیں ہوتی اور اگر وہ دونوں کو عام ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ رقت کا اعتبار اجماعی ہے اور وہ بھی اپنے ضابطہ میں اسی پر

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۱

(حالانکہ اس سے وضو جائز ہے) اور اگر ان میں سے ایک کا ارادہ کیا جائے تو تربوز کے پانی وغیرہ سے رد ہوگا کہ اس میں سیراب کرنا ہے لیکن اس سے وضو جائز نہیں اھ (ت)

اقول انما قاعدۃ المتن ما تقدم نقلہ من قولہ لابماء زال طبعہ الخ فان ارید المجموع لم یرد ماء البحر اذ لم یزل منہ الکل لبقاء السیلان وان ارید واحد منہا لم یرد ماء البطیخ لانہ قد زال منہ الانبات ھذا ان ارید بہ ما خالطہ ولو اراد ما یستخرج منہ خرج راسا بقولہ ماء فکان علیہ ان یعکس فیقول ان ارید الکل یرد ماء البطیخ لبقاء اثنین السیلان والارواء وان ارید واحد منہا یرد ماء البحر لزوال اثنین الانبات والارواء نعم لو کانت عبارۃ المتن یجوز بماء بقی علی طبعہ کان النقض کما ذکر۔

میں کہتا ہوں متن کا قاعدہ وہ ہے جو منقول ہوا، ان کے قول لابماء زال طبعہ الخ میں، اور اگر مجموع کا ارادہ کیا جائے تو سمندری پانی سے اعتراض نہ ہوگا کہ اس کے تمام اوصاف زائل نہیں ہوئے ہیں کیونکہ اس میں سیلان باقی ہے، اور اگر ان میں سے ایک کا ارادہ کیا جائے تو تربوز کے پانی سے اعتراض نہ ہوگا کیونکہ اس میں ایک وصف انبات زائل ہوا ہے یہ تقریر اس صورت میں کہ جب تربوز کا مخلوط مادہ مراد لیا جائے اور اگر اس سے خارج کیا ہوا پانی مراد لیا جائے تو پھر تقریر اس کے برعکس ہوگی اور یوں کہا جائے گا کہ اگر تینوں امور کا مجموعہ مراد ہو تو پھر تربوز کے پانی سے اعتراض وارد ہوگا کیونکہ اس سے تینوں کا زوال نہیں ہے بلکہ اس میں سیلان اور سیرابی باقی ہے اور اگر تینوں میں سے کسی ایک کو طبیعت قرار دیا جائے تو سمندری پانی سے اعتراض ہوگا کہ اس کے دو وصف زائل ہوتے ہیں، اگانا اور سیراب کرنا، ہاں اگر متن کی عبارت یُوں ہوتی کہ وضوء جائز ہے اس پانی سے جو اپنی طبیعت پر باقی ہو تو نقض وہ ہوتا جو ذکر کیا۔ (ت)

فان قلت لم لا یقال انہ صرف الکلام من المنطوق الی المفہوم ولا شك ان المفہوم منہ ھو ھذا ای الجواز بما بقی علی طبعہ۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ کیوں نہیں کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کلام کو منطوق سے مفہوم کی طرف پھیر دیا ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس کا مفہوم یہی ہے یعنی جو پانی اپنی طبیعت پر باقی ہو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

اقول لیس ھذا مفہومہ بل مفہومہ الجواز بما لم یزل طبعہ فیبقی التعکیس کما کان لانہ اذا ارید بالطبع المجموع

میں کہتا ہوں یہ اس کا مفہوم نہیں، بلکہ اس کا مفہوم اس پانی سے وضوء کا جواز ہے جس کی طبیعت ختم نہ ہوتی ہو، تو تعکیس ایسی ہی رہے گی، کیونکہ جب

التی وضعها کما سیأتی فی الفصل الآتی ان شاء الله تعالٰی فاذن کان ینبغی الاخذ علی المتن فانه لم یستثن فی خلط الطاهر الا ما اخرج الماء عن طبعه او غیره طبخا ولیس فی خلط هذا الماء شیئ من ذلک فان اراد الرد علی المتن فلا وجه له فانه قال وان اختلط به طاهر والعرف قاض انه لا یقال الا اذا کان الماء اکثر لان الخلط لا یضاف الا الی المغلوب ففی مزج الماء والحلیب ان کان اللبن اکثر یقال لبن فیه ماء او الماء فماء خالطه لبن وقد نبه علیه فی مجمع الانهر اذ قال الخل مثلا اذا اختلط بالماء والماء مغلوب یقال خل مخلوط بالماء لا ماء مخلوط بالخل اھ[1] فلا یشمل ما اذا غلب علی الماء ماء الفاکهة وبالجملة لا اری لهذا الایراد محلا ومحملا والله تعالٰی اعلم۔

چلے ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ تعالٰی آیندہ فصل میں آئے گا، تو اس صورت میں متن پر اعتراض کرنا چاہیے تھا، کیونکہ انہوں نے پاک کے ملنے میں صرف اُس کا وضوء کے جواز سے استثناء کیا ہے جو پانی کو اس کی طبیعت سے خارج کرے، یا پکنے کی وجہ سے اس کو تبدیل کرے اور اس پھل کے پانی کی ملاوٹ میں اُن میں سے کوئی چیز نہیں ہے، تو اگر متن پر رد کا ارادہ کیا ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے "اور اگر اس کے ساتھ کوئی طاہر چیز مل جائے" اور عرف فیصلہ کرنے والا ہے کہ یہ بات اُسی وقت کہی جائے گی جبکہ پانی زائد ہو کیونکہ خلط مغلوب ہی کی طرف مضاف ہوتی ہے، تو پانی اور دودھ کے ملانے میں اگر دودھ زائد ہو تو کہا جاتا ہے یہ دودھ ہے جس میں پانی ہے، یا پانی زائد ہے تو کہا جائیگا یہ پانی ہے جس میں دودھ ملا ہوا ہے، اس پر مجمع الانہر میں تنبیہ کی ہے اور فرمایا کہ مثلاً سرکہ جب پانی میں مل جائے اور پانی مغلوب ہو تو کہا جاتا ہے سرکہ میں پانی مخلوط ہے یہ نہیں کہتے کہ پانی میں سرکہ ملا ہوا ہے اھ، تو یہ اس صورت کو شامل نہیں جبکہ پھلوں کے پانی پر پانی کا غلبہ ہو جائے، اور خلاصہ یہ کہ میں اس اعتراض کا نہ محل پاتا ہوں اور نہ محمل، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

ثم اقول الذی یظهر لی ان الزائدین علی الرقة والسیلان انما ارادوا بیان طبع الماء فی نفسه لا طبع لولاه لم یجز الوضوء کیف وھم قاطبة اذا تواعلی الفروع لا یبنون

پھر میں کہتا ہوں کہ جو لوگ پانی کی طبیعت میں رقت اور سیلان پر دو چیزوں کی زیادتی کا قول کرتے ہیں وہ فی نفسہٖ پانی کی طبیعت کا ارادہ کرتے ہیں نہ کہ اُس طبیعت کا کہ اگر وہ نہ ہو تو وضو جائز نہ ہو، اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب وہ فروع کے

[1] مجمع الانہر تجزالطہارۃ بالماء المطلق مطبع عامرہ مصر ۱/۲۸

الامر الاعلی الرقۃ والسّیلان ولن ترٰی احدا منھم یقول ان لو ثبتت ادیرو لم یجزبہ الوضوء فانجلی الامر وانقشع الستر وللہ الحمد۔

بیان پر آتے ہیں تو معاملہ کو رقت وسیلان پر ہی مبنی کرتے ہیں، اور ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ اگر پانی میں اُگانے اور سیراب کرنے کی صلاحیت ختم ہوجائے تو اس سے وضوء جائز نہ ہوگا، اس سے معاملہ صاف ہوگیا وللہ الحمد (ت)

بحث سوم معنی رقت وسیلان کی تحقیق اور اُن کا فرق۔

قال العلامۃ الشرنبلالی رحمہ اللہ تعالٰی فی نورالایضاح وشرحہ مراقی الفلاح (الغلبۃ فی الجامد باخراج الماء عن رقتہ) فلا ینعصر عن الثوب (وسیلانہ) فلا یسیل علی الاعضاء سیلان الماء اھ[1]

علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تعالٰی نے نورالایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں کہا (جامد میں غلبہ کا تحقق پانی کو اُس کی رقت سے خارج کرنے پر ہے) پس وُہ کپڑے میں سے نچوڑا نہ جاسکے گا (اور اس کا سیلان) سے اخراج یہ کروہ اعضاء پر پانی کی طرح بہہ نہ سکے گا اھ (ت)

اقول اوّلا لایخفی علیک ان الانعصار من الثوب اخص تحققا من السیلان فلا ینعصر الا ما یسیل ولا یجب انعصار کل سائل کالدھن والزیت والسمن واللبن والعسل کل ذٰلک یسیل لانھا من المائعات وما المیع الا السیلان اواخص قال فی القاموس ماع الشیئ یمیع جری علی وجہ الارض منبسطا فی ھینتہ[2] قال فی تاج العروس کالماء

میں اوّلاً کہتا ہُوں کہ سیلان کی نسبت کپڑے سے نچوڑا جانا تحقق کے اعتبار سے اخص ہے تو وہی نچوڑا جاسکتا ہے جو بہتا ہو، اور ہر بہنے والی چیز کا نچوڑا جانا لازم نہیں، جیسے تیل، گھی، دودھ اور شہد، یہ سب بہنے والی چیزیں ہیں کیونکہ مائع ہیں اور مائع کا مطلب ہی بہنے والی چیز ہے یا مائع سیلان سے اخص ہے، قاموس میں ہے ماع الشیئ یمیع زمین پر کسی چیز کا پھیل کر بہنا۔ تاج العروس میں ہے جیسے پانی اور خون۔ اور قاموس میں ہے سال یسیل

---

[1] مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ص ۱۵

[2] قاموس المحیط فصل المیم والنون، باب العین مصطفی البابی مصر ۳/۸۹

والدمر[1] وفی القاموس سال یسیل سیلا وسیلانا جری[2] اھ ولیس شیئ منہا ینعصر ولذا لم یجز تطہیر النجاسۃ الحقیقیۃ بہا قال فی الہدایۃ یجوز تطہیرہا بالماء وبکل مائع طاہر یمکن ازالتہا بہ کالخل وماء الورد ونحوہ مما اذا عصر انعصر[3] قال المحقق فی الفتح قولہ اذا عصر انعصر یخرج الدھن والزیت واللبن والسمن بخلاف الخل وماء الباقلاء الذی لم یثخن[4] اھ وفی المنیۃ ان غسل بالعسل او السمن او الدھن لایجوز لانہا لاتنعصر بالعصر[5] قال فی الحلیۃ لان لھذہ الاشیاء لصوقا بالمحل وایضا فی العسل من غلظ القوام ما یمنع من المداخلۃ فی الثوب[6] اھ وفی مراقی الفلاح لاتطہر بدھن لعدم خروجہ بنفسہ[7] قال ط فی حاشیتہ ای فکیف یخرج النجاسۃ وقد تقدم فی

سیلا وسیلانا، جاری ہوا اھ اور ان میں سے کسی چیز کو نچوڑا نہیں جاتا ہے اور اسی لیے نجاست حقیقیہ کو ان سے پاک کرنا جائز نہیں۔ ہدایہ میں فرمایا اس کا پاک کرنا پانی اور ہر مائع سے جائز ہے جو خود پاک ہو، اور نجاست کا اُس سے زائل کرنا بھی ممکن ہو، جیسے سرکہ گلاب کا پانی وغیرہ، یعنی وہ چیزیں جو نچوڑے جانے سے نچوڑی جاسکیں، محقق نے فتح میں فرمایا "ان کا قول جب نچوڑا جائے تو نچڑ جائے، سے تیل، روغن زیتون، دُودھ اور گھی خارج ہوجاتے ہیں بخلاف سرکہ اور باقلاء کے پانی کے جو گاڑھا نہ ہوا ھ اور منیہ میں ہے کہ اگر شہد سے دھویا جائے یا گھی سے یا تیل سے تو جائز نہیں، کیونکہ یہ نچوڑے جانے سے نہیں نچڑتے ہیں، حلیہ میں فرمایا اس لیے کہ یہ چیزیں اپنے محل سے چپکی ہوئی ہوتی ہیں اور شہد کے قوام کی سختی اس کو کپڑے میں داخل ہونے سے منع کرتی ہے اھ اور مراقی الفلاح میں ہے تیل سے پاک نہ ہوگا کیونکہ وہ خود نہیں نکلتا ہے ط نے

---

[1] تاج العروس فصل المیم من باب العین مطبوعہ احیاء التراث العربی مصر ۵/۵۱۶

[2] قاموس المحیط فصل السین والشین واللام مصطفی البابی مصر ۳/۴۱۰

[3] ہدایۃ باب الانجاس وتطہیرہا مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۵۴

[4] فتح القدیر " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۰

[5] منیۃ المصلی فصل فی المیاہ مکتبہ عزیزیہ کشمیری بازار لاہور ص ۱۸

[6] حلیۃ

[7] مراقی الفلاح باب الانجاس والطہارۃ مطبعۃ ازہریہ مصر ص ۹۳

[8] طحطاوی علی مراقی الفلاح " " " "

۲۰۶ ان ھذا یوھم بقاء الاطلاق مع انتفاء الرقۃ اذا لم یسلب السیلان ولیس کذلک۔

اس کے حاشیہ میں فرمایا تو نجاست کیسے نکلے گا اور ۲۰۶ میں گزرا کہ یہ پانی کے اطلاق کو باقی رہنے کا وہم پیدا کرتا ہے جبکہ رقت منتفی ہو اور سیلان باقی ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ (ت)

فانقلت انہ رحمہ اللہ تعالٰی تدارکہ فی الشرح بتقیید السیلان بسیلان کالماء وظاھران المراد بہ الماء الصافی الذی لم یخالطہ شیئ ولم یتغیر عن صفتہ الاصلیۃ ولا تسیل تلک المائعات مثلہ لکونہ ارق اما الذی یسیل کسیلانہ فلا بد ان یعصرکانعصارہ فان کان کل منعصرلیسیل کالماء تساوی الرقۃ وھذا السیلان والا کانت الرقۃ اعم وعلی کل لایلزم المحذور فانہ کلما انتفت انتفی غایتہ ان یبقی ذکر السیلان مستدرکا علی تقدیر خصوصہ اما علی التساوی فلاغروفی جمع المتساویین تاکیدا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے شرح میں اس کا تدارک اس طرح کیا ہے کہ سیلان کو مقید کیا ہے اُس سیلان سے جو پانی کی طرح ہو اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد صاف پانی ہے جس میں کوئی چیز ملی نہ ہو اور وہ اپنی اصلی صفت سے متغیر نہ ہوا ہو اور یہ مائعات اس کی طرح نہیں بہتے کیونکہ پانی زیادہ پتلا ہے، بہرحال وُہ چیز جو پانی کی طرح بہے تو ضروری ہے کہ وہ پانی کی طرح نچڑے تو اگر ہر نچڑنے والی چیز پانی کی طرح بہتی ہو تو رقت اور سیلان مساوی ہوجائیں گے ورنہ تو رقت اعم ہوگی اور ہر صورت میں کوئی محذور لازم نہ آئے گا، کیونکہ جب رقت منتفی ہوگی تو سیلان منتفی ہوگا، نتیجہ یہ کہ سیلان کا ذکر مستدرک ہوگا، بر تقدیر اُس کے خاص ہونے کے اور تساوی کی شکل میں تو متساویین کے جمع ہونے میں کوئی حرج نہیں تاکیدًا۔ (ت)

اقول فیہ[1] نظر بالنسبۃ الی بعض

میں کہتا ہوں دودھ کے بعض اقسام کے اعتبار

---

[1] فان قلت الیس ھذا عین ما قدمت أنفا فی البحث الاول فی تبیین کلام التبیین وغیرہ اذا قصروا علی السیلان فقلت یحمل علی السیلان المعھود من الماء فیستلزم الرقۃ **اقول** نعم شتان ماھما فالسیل کسیل الماء یستلزم الرقۃ بالمعنی الذی حققت لا الانعصار کاللبان ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اگر آپ اعتراض کریں کہ کیا یہ بیان آپ کے اس بیان کے عین مطابق نہیں ہے جو ابھی آپ نے تبیین وغیرہ کے کلام کی وضاحت کرتے ہوئے پہلی بحث میں فرمایا کہ "انہوں نے صرف سیلان کو کافی قرار دیا ہے"۔ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ اس سیلان کو پانی والے سیلان پر محمول کیا جائیگا جس کو رقت لازم ہے۔ میں کہتا ہوں دونوں مختلف ہیں، سیلاب کے پانی کی رقت میں نچڑنے کی وہ صلاحیت نہیں جو خالص پانی کی رقت میں ہے سیلاب کے پانی کی رقت دودھ کی رقت جیسی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

الا ان بل لبن المعز بما يكون ارق من
بعض المياه وعلى التسليم لا نسلم ان كل
ما سال كالماء ينعصر لجواز ان يكون فيه
ما يمنعه من الانعصار دون السيل كالدسم
فان كان كل منعصر سائلا مثلا عادت الرقة
اخص مطلقا والا فمن وجه وعلى كل عاد
المحذور۔

وثانیا افاد[1] رحمه الله تعالى ان
كل ما لا ينعصر ليس برقيق فعكسه كل
رقيق ينعصر وفيه نظر لا يستتر فان
الدهن رقيق ولا ينعصر والامر في اللبن
اظهر اما رقة الدهن فلما صرحوا ان
المعتبر في[2] المقدار المانع من النجاسة
الغليظة وزن الدرهم في الشئ الغليظ
ومساحته في الرقيق كتب المذهب طافحة
بذلك وفي البحر وفي الهندية ان
رواية المساحة في الرقيق والوزن في
الثخين واختار هذا التوفيق كثير من
المشايخ وفي البدائع هو المختار عند
مشايخ ماوراء النهر وصححه الزيلعي
وصاحب المجتبى واقره في فتح القدير[1] اه
وفي الغنية قال الفقيه ابو جعفر يقدر

سے اس میں اعتراض ہے، بلکہ بکری کا دودھ بعض پانیوں
کے اعتبار سے زائد رقیق ہوتا ہے اگر مان بھی لیا جائے
تو ہم یہ نہیں مانتے کہ ہر وہ چیز جو پانی کی طرح بہتی ہو
وہ نچڑتی بھی ہو کیونکہ یہ جائز ہے کہ اس میں کوئی ایسی
چیز ہو جو اس کے نچڑنے سے مانع ہو نہ کہ بہنے سے جیسے
چکناہٹ، تو اگر ہر نچڑنے والی چیز اس کی طرح بہنے
والی ہو تو رقت اخص مطلق ہو جائے گی ورنہ من وجہ
ہو گی اور بہر صورت محذور لوٹ آئے گا۔

اور ثانیا علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا
کہ ہر وہ چیز جو نچڑتی نہیں وہ رقیق نہیں ہے، تو اس کا
عکس یہ ہوگا کہ ہر رقیق چیز نچڑتی ہے اور اس میں ظاہری
نظر ہے کہ تیل رقیق ہے مگر نچڑتا نہیں اور دودھ کا معاملہ
زیادہ ظاہر ہے اور تیل کی رقت تو جیسا کہ فقہائے تصریح کی ہے کہ
معتبر وہ مقدار جو نجاست غلیظہ کی مانع ہے، گاڑھی چیز
میں ایک درہم کا وزن ہے، اور رقیق میں ایک درہم کی
پیمائش معتبر ہے، کتب مذہب اس سے پُر ہیں اور
بحر اور ہندیہ میں ہے کہ مساحت کی روایت رقیق میں
اور گاڑھی میں وزن کی ہے، اور اس توفیق کو بہت سے
مشایخ نے پسند کیا ہے اور بدائع میں ہے کہ ماوراء النہر
کے مشایخ کے نزدیک یہی مختار ہے اور اس کو زیلعی اور
صاحب مجتبٰی نے صحیح قرار دیا ہے اور اس کو فتح القدیر
میں برقرار رکھا ہے اھ اور غنیہ میں ہے فقیہ ابو جعفر نے کہا ہے
جو نجاستیں جسم والی ہیں ان میں وزن سے اندازہ

لہ بحر الرائق باب الانجاس سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۸

بالوزن فی المتجسدۃ ذات الجرم وبالبسط فی الرقیقۃ کالدم المائع وافقہ علی ذلك من بعدہ وقالوا ھو الصحیح[1] اھ ثم اختلفوا فی دھن متنجس اصاب الثوب اقل من درھم ثم انبسط فزاد قال الاکثرون یمنع الصلاۃ لانہ الاٰن اکثر قال فی المنیۃ بہ یؤخذ وقال جمع انما العبرۃ بوقت الاصابۃ المسألۃ دائرۃ فی الکتب کالفتح والبحر والدر وغیرھا[2] وھو صریح دلیل علی ان الدھن من الرقیق والالم یتصور الاختلاف لان البسط لایزیدہ وزنا وقال فی الغنیۃ اصابہ دھن نجس اقل من قدر الدرھم ثم انبسط یمنع الصلاۃ لان مساحۃ النجاسۃ وقت الصلوۃ اکثر من قدر الدرھم وتحقیقہ ان المعتبر فی المقدار من النجاسۃ الرقیقۃ لیس جوھر النجاسۃ بل جوھر المتنجس عکس الکثیفۃ[3] اھ فثبت ان من الرقیق مالا ینعصر۔

لگایا جائے گا، اور رقیق میں پھیلاؤ کا اعتبار کیا جائیگا' جیسے مائع خون اور ان کی موافقت کی ان کے بعد والوں نے، اور کہا کہ وہی صحیح ہے اھ پھر فقہاء کا اختلاف ہے ناپاک تیل میں جو کسی کپڑے کو ایک درہم سے کم مقدار میں لگ جائے پھر پھیل جائے اور زائد ہوجائے اکثر نے فرمایا یہ مانع صلوٰۃ ہے کیونکہ یہ اب زائد ہے، منیہ میں فرمایا اسی کو لیا جائیگا، اور ایک جماعت نے فرمایا اُس وقت کا اعتبار ہوگا جبکہ یہ لگا ہو، یہ مسئلہ عام طور پر کتب میں موجود ہے جیسے فتح، بحر اور دُرر وغیرہ اور یہ صریح دلیل ہے اس امر کی کہ تیل رقیق ہے ورنہ تو اختلاف ہی متصور نہ تھا، کیونکہ پھیلنے سے اس کا وزن زاید نہ ہوگا، اور غنیہ میں فرمایا اگر اس کو نجس تیل لگا ایک درہم سے کم پھر پھیل گیا تو نماز نہ ہوگی، کیونکہ نجاست کی پیمائش نماز کے وقت درہم کی مقدار سے زائد ہوگئی ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ رقیق نجاست میں معتبر جوہر نجاست نہیں بلکہ نجس ہونے والی چیز کا جوہر ہے یہ کثیفہ نجاست کا عکس ہے اھ تو ثابت ہوا کہ بعض رقیق چیزیں وہ ہیں جو نچُڑتی نہیں۔ (ت)

وانا اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ت) اہل سنت حفظہم اللہ تعالٰی کے نزدیک ترکیب اجسام اگرچہ جواہر فردہ متجاورہ غیر متلاصقہ سے ہے اور یہی حق ہے فقیر نے بحمد اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی کلامیہ میں اسے

---

[1] غنیۃ المستملی — فصل فی الاسار — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۱۷۲

[2] منیۃ المصلی — " — مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور — ص ۱۳۶

[3] غنیۃ المستملی — " — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۱۷۲

قرآن عظیم سے ثابت کیا ہے جس کی طرف علمائے متکلمین کی نظر اب تک نہ گئی تھی فیما اعلم واللہ اعلم اذ لم اقف علیہ فی کلامھم (اس میں جہاں تک میں جانتا ہوں اور اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کے کلام میں واقفیت حاصل نہ کر سکا۔ ت) مگر اتصال حسی ضرور ہے کما بیناہ فی رسالتنا النمیقۃ الانق (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالہ النمیقۃ الانق میں بیان کیا ہے۔ ت) تمام احکام دین و دنیا اسی اتصال مرئی پر مبنی ہیں، یہ اتصال دو قسم ہے: قوی وضعیف۔ قوی یہ کہ جب تک خارج سے کوئی سبب نہ پیدا ہو انفکاک نہیں ہوتا، ایسی ہی شے کا نام **جامد** ہے۔ پھر یہ خود قوت وضعف میں بریان پاپڑ سے لے کر سنگ خارا کی چٹان اور فولاد تک مختلف ہے مگر یہ نہ ہوگا کہ خود بخود اس کے اجزا بکھر جائیں یا بہ کر اتر جائیں۔ ضعیف یہ کہ محض مجاورت کے سوا اجزا میں عام بستگی و گرفتگی نہ ہو دل پیدا کرنے والا تراکم کہ اجزا نیچے بالائے دیگرے ہیں جگہ نپانے کے باعث ہو گنجائش ملتے ہی اجزا اتر کر پھیلنے لگیں ایسی ہی شے کا نام **مائع و سائل** ہے اور ازاں جا کہ اجزاء میں تماسک یعنی جامدات کی مانند بستگی و گرفتگی نہیں اور میل طبعی ہر ثقیل کا جانب تحت ہے تو نشیب پاتے ہی جو حرکت ثقیل اشیاء میں پیدا ہوتی ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو جامد میں سارے جسم کو معاً متحرک کرتی تھی کہ اجزا اول سے آخر تک ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہیں یہاں ایسا نہ ہوگا بلکہ جانب نشیب کے پہلے اجزاء حرکت میں پچھلوں کا انتظار کریں گے ان کے آگے بڑھتے ہی ان کے متصل جو اجزاء تھے جگہ پائیں گے اور وہ اپنے پچھلوں کے منتظر نہ رہ کر جنبش کریں گے یوں ہی یہ سلسلہ اخیر اجزاء تک پہنچے گا تو اسی جسم کی حرکت حرکتِ واحدہ نہ ہوگی بلکہ حرکات عدیدہ متوالیہ اور ازانجا کہ اگلوں کا بڑھنا اور پچھلوں کا اُن سے آملنا مسلسل ہے کہیں انفکاک محسوس نہ ہوگا جسم واحد کے اجزا میں اسی سلسلہ وار حرکت متوالی کا نام **سیلان** ہے پھر جس طرح جامدات قوت وضعف میں اُس درجہ مختلف تھے یوں ہی ان مائعات میں یہ اختلاف ہے کہ جہاں بوجہ مائع انفکاک حسی کے محتاج ہوں بعض بہت باریک ذروں پر منقسم ہو سکیں گے اور بعض زیادہ حجم کے اجزاء پر کہ ایک نوع تماسک سے خالی نہیں اگرچہ جامدات کی طرح عام تماسک نہیں چھاننے میں اختلاف مائعات کی یہی وجہ ہی ظاہر ہے کہ کپڑا یا چھلنی جس چیز میں چھانیے اُس میں کچھ تو منافذ و مسام ہوں گے کہ اجزائے مائع کو نکلنے کی جگہ دیں گے اور کچھ کپڑے یا لوہے وغیرہ کے تار ہوں گے کہ اپنے محاذی اجزاء کو روکیں گے ناچار مائع اپنے اجزا کی تفریق کا محتاج ہوگا پھر جو جس قدر باریک اجزا پر منقسم ہو سکے گا اُتنے ہی تنگ منفذ سے نفوذ کر جائے گا اور دوسرا اس پر قادر نہ ہوگا یہی سبب ہے کہ بعض مائعات چھاننے میں سنگین کپڑے سے نفوذ کر جاتے ہیں کہ اُس کپڑے کے باریک مسام سے بھی زیادہ باریک اجزاء پر متفرق ہو سکتے ہیں اور بعض باریک کپڑے سے نکل سکیں گے جو زیادہ گھنا نہ بنا ہو بعض چھلنی کے وسیع منفذ چاہیں گے وعلٰی ہذا القیاس اسی منشاء اختلاف کا نام مائع کی **رقت و غلظت** ہے ورنہ جامدات میں بھی رقیق و غلیظ ہوتے ہیں پتلے کپڑے کو ثوب رقیق کہتے ہیں پتلی چپاتی کو خبز رقاق، استخوان زمان پیری کو عظم رقیق، حدیث امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ

میں ہے :

اللھم کبرسنی ورق عظمی فاقبضنی الیک غیرعاجز ولاملوم۔

اے اللہ میری عمر بڑی ہوگئی اور میری ہڈی پتلی ہوگئی پس مجھے عاجز اور شرمسار کئے بغیر اپنے دربار میں حاضر کرلے (ت)

شیشہ کہ باریک دل کا ہو زجاج رقیق ۔ قال قائلھم ؎ :

رق الزجاج ورق الخمر فاشتبھا

(ترجمہ : شیشہ پتلا (باریک) ہوا، اور شراب پتلی ہوئی، یوں دونوں آپس میں مشابہ ہوئے ۔ ت)

بالجملہ رقت و دقت متقارب ہیں رقیق پتلا دقیق باریک۔

اقول مگر دقت میں کمی عرض کی طرف لحاظ ہے و لہذا خط کو دقیق کہیں گے اور رقت میں کمی عمق کی جانب تو سطح رقیق ہے یہ وہ ہے جو نظر بمحاورت خیال فقیر میں آیا پھر تاج العروس میں اس کی تصریح پائی۔

حیث قال قال المناوی فی التوقیف الرقۃ کالدقۃ لکن الدقۃ یقال اعتبارا لمراعاۃ جوانب الشیئ والرقۃ اعتبارا بعمقہ[1]۔

فرمایا کہ مناوی نے توقیف میں فرمایا رقت مثل دقت ہے لیکن دقۃ میں کسی چیز کے کناروں کا اعتبار ہوتا ہے اور رقت میں اس کی گہرائی کا ۔ (ت)

اسی لیے تالاب یا نالے میں جب پانی تھوڑے دل کا رہ جائے اُسے رَق و رُقارِق کہتے ہیں قاموس میں ہے :

الرقارق بالضم الماء الرقیق فی البحر او الوادی لاغزر لہ[2] اھ وقد مرمثلہ فی الرق الا قولہ لاغزر لہ فزادہ الشارح۔

رقارق بالضم پتلا پانی دریا یا وادی میں جو گہرا نہ ہو اھ اور اس کی مثل الرق میں گزرا اس کے قول لاغزر کا ذکر نہیں اس کا اضافہ شارح نے کیا ہے ۔ (ت)

نیز اُسی میں ہے :

استرق الماء نضب الایسیرا[3]۔

نیز اس میں ہے پانی رقیق ہوا یعنی قلیل گہرائی والا ہو ۔ (ت)

اقول یہ رقت[2] بالفعل ہے اور مائع کا اس قابل ہونا کہ چھاننے میں باریک اجزاء پر منقسم ہوسکے

---

[1] تاج العروس فصل الراء من باب القاف احیاء التراث العربی مصر ۳۵۸/۶

[2] قاموس المحیط فصل الراء باب القاف مصطفی البابی مصر ۲۴۵/۳

[3] ایضاً

رقت بالقوہ یوں ان مسائل میں ملحوظ و مبحوث عنہ ہے۔

ثم اقول جانب زیادت انتہائے رقت تو جواہر فردہ پر ہے کہ اُن سے زیادہ باریکی محال ہے باقی ایک مائع دوسرے کے اعتبار سے رقیق اضافی ہے گائے کا دودھ ہر حال میں بھینس کے دُودھ سے رقیق ہے مگر برسات کی گھاس چرے اور کھلی او ر دانہ کھائے تو خود اُس کی پہلی صورت کا دودھ دوسری سے رقیق تر ہے یوں ہی یہ اختلاف بکری کے دودھ سے نرجمی ہوئی راب تک متفاوت ہے اور جانب کمی اُس کی انتہا اختتام سیلان پر ہے۔ جب شے سائل نہ رہے گی یہاں سے ظاہر ہوا کہ رقیق بالقوہ و سائل بجائے خود متساوی ہیں ہر رقیق بالقوہ سائل ہے اور ہر سائل رقیق بالقوہ عام ازیں کہ کپڑے سے نچوڑ سکے جیسے پانی یا نہیں جیسے تیل، گھی، شیر، شہد وغیرہا۔ اب رہا یہ کہ جب رقت مبحوث عنہا اجزائے لاتتجزٰی سے اخیر حد مائع تک بتفاوت شدید پھیلی ہوئی ہے تو یہاں جس مقدار کے انتفا پر زوال طبع آب کہتے ہیں اُس کی تحدید کیا ہے۔ پانی کس حد کی رقت تک نامتغیر کہا جائے گا اور کیسا ہو کر زائل الطبع کہلائے گا یہی اصل مقصد بحث ہے اس کا انکشاف بعونہٖ تعالٰی بحث آئندہ کرتی ہے وباللہ التوفیق؛ ولہ الحمد علٰی ھدایۃ الطریق؛ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد واٰلہٖ وصحبہٖ اولی التحقیق۔

بحث چہارم رقت معتبرہ مقام کی حد بست۔

اقول رأیت العبارات فیہ علٰی ثلثۃ مناھج۔

میں کہتا ہوں میں نے اس سلسلہ میں تین قسم کی عبارات دیکھیں:

الاول قال فی الغنیۃ لاتجوز بالمقید کماء الزردج اذا کان ثخینا اما اذا کان رقیقا علٰی اصل سیلانہ فتجوز کماء السد ونحوہ ثم قال ما دام رقیقا یسیل سریعا کسیلانہ عند عدم المخالطۃ فحکمہ حکم الماء المطلق ثم قال وضابطہ بقاء سرعۃ السیلان کما ھو طبع الماء قبل المخالطۃ ثم قال (لوبل الخبز فی الماء ان بقیت رقتہ) کما کانت (جاز وان صار ثخینا لا)[1]

پہلی، غنیہ میں فرمایا مقید سے جائز نہیں، جیسے زردج کا پانی جبکہ گاڑھا ہو، اور جب گاڑھا نہ ہو اور اصل سیلان پر ہو تو جائز ہے، جیسے سیلاب وغیرہ کا پانی۔ پھر فرمایا جب تک رقیق ہو جلدی بہتا ہو جیسے مخالطت کے نہ ہونے کے وقت بہتا ہے، تو اس کا حکم مطلق پانی جیسا ہے پھر فرمایا اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ تیزی سے سیلان کا باقی رہنا، جیسا کہ وُہ پانی کی طبیعت ہے مخالطت سے پہلے، پھر فرمایا (اگر روٹی پانی میں تر ہوگئی تو اگر اس کی رقت باقی ہے)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی بیان احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۸ - ۹۱

وفی العنایۃ والبنایۃ فی جواز الوضوء بماء تقع فیہ الاوراق شرطہ ان یکون باقیا علی رقتہ اما اذا صار ثخینا فلا[1] اھ فالضمیر فی رقتہ ربما یشیر الی ما مال الیہ فی الغنیۃ وقد یعارض ضد المقابلۃ بصیرورتہ ثخینا لکن قالا بعدہ فی ماء الزعفران وغیرہ یعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء فان کانت اجزاء الماء غالبۃ ولیعلم ذلک ببقائہ علی رقتہ جاز الوضوء وان کانت اجزاء المخالط غالبۃ بان صار ثخینا زالت عنہ رقتہ الاصلیۃ لم یجز اھ۔

جیسے کہ پہلے تھی) تو جائز ہے اور اگر گاڑھا ہو گیا تو جائز نہیں اھ اور عنایہ اور بنایہ میں ہے کہ جس پانی میں پتے گر گئے ہوں اُس سے وضو کے جواز میں شرط یہ ہے کہ اُس کی رقت باقی ہو اور جب گاڑھا ہو جائے تو وضو جائز نہیں اھ تو رقتہ کی ضمیر بسا اوقات اس کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کی طرف وہ غنیہ میں مائل ہوئے، اور اس کا معارضہ " بصیرورتہ ثخینا " کے تقابل سے ہوسکتا ہے، لیکن اُن دونوں نے اس کے بعد فرمایا زعفران وغیرہ کے پانی میں کہ اس میں اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہوگا، تو اگر پانی کے اجزاء غالب ہوں، اور اس کا علم اس کی رقت سے ہوگا، تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر مخالط کے اجزاء غالب ہوں بایں طور کہ وہ گاڑھا ہو اس سے اس کی اصلی رقت زائل ہوگئی تو جائز نہیں اھ (ت)

الثانی قال فی العنایۃ ایضا فی المطبوخ مع الاُشنان ونحوہ یجوز التوضی بہ الا اذا صار غلیظا بحیث لایمکن تسییلہ علی العضو[2] اھ ولفظ الحلیۃ عن البدائع و التحفۃ والمحیط الرضوی والخانیۃ وغیرھا اذا صار غلیظا بحیث لایجری علی العضو[3] اھ

دوسرے یہ کہ عنایہ میں بھی ہے کہ جس پانی میں اُشنان وغیرہ پکائی جائے تو اس سے وضو جائز ہے سوائے اس کے کہ وہ اتنا گاڑھا ہو جائے کہ اس کو اعضاء پر بہایا نہ جاسکے اھ اور حلیہ میں بدائع، تحفہ، محیط رضوی اور خانیہ وغیرہ سے ہے کہ جب وہ اتنا گاڑھا ہو جائے کہ اعضاء پر نہ بہہ سکے اھ اور تبیین، حلیہ اور درر

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۳
و البنایۃ شرح ہدایۃ " " " مطبع امدادیہ مکہ مکرمہ ۱/ ۱۸۹
[2] عنایۃ مع الفتح " " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۴
[3] حلیہ

وفی التبیین والحلیۃ والدرمان جری علی الاعضاء فالغالب الماء[1] اھ

میں ہے کہ اگر وہ اعضاء پر جاری ہو تو غالب پانی ہی ہوگا اھ (ت)

الثالث قال المحقق فی الفتح لاباس بالوضوء بماء السیل مختلطا بالطین ان کانت رقۃ الماء غالبۃ فان کان الطین غالبا فلا[2] اھ وفی اجناس الناطفی والمنیۃ ان لم تکن رقۃ الماء غالبۃ لایجوز[3] اھ وفی الذخیرۃ و التتمۃ والحلیۃ الغلبۃ من حیث الاجزاء بحیث تسلب صفۃ الرقۃ من الماء ویبدلہا بضدھا وھی الثخونۃ[4] اھ وفی الخانیۃ فی ماء الزعفران والزردج ان صار متماسکا لایجوز[5] اھ وفی الخلاصۃ ان کان رقیقا یستبین الماء منہ یجوز وان صار نشاستج لایجوز[6] اھ وفی فتاوی الامام فقیہ النفس توضأ بماء السیل یجوز وان کان ثخینا کالطین لا[7] اھ وفی الھدایۃ والکافی فی مطبوخ الاشنان الا ان یغلب ذلك علی الماء فیصیر کالسویق

تیسرے یہ کہ محقق نے فتح میں فرمایا وہ پانی جس میں کیچڑ ملی ہوئی ہو، اگر وہ اعضاء پر بہتا ہو تو اس سے وضوء میں حرج نہیں، اور اگر اس میں مٹی غالب ہو تو وضوء جائز نہیں اھ اور ناطفی کی اجناس میں اور منیہ میں ہے اگر پانی کی رقت غالب نہ ہو تو وضوء جائز نہیں اھ اور ذخیرہ، تتمہ، حلیہ میں ہے کہ اجزاء کے اعتبار سے غلبہ اس انداز میں کہ پانی کی رقت ختم ہو جائے اور اس کی ضد یعنی گاڑھا پن اس میں پیدا ہو جائے اھ اور خانیہ میں ہے زعفران اور زردج کا پانی اگر گاڑھا ہو تو وضوء جائز نہیں اھ اور خلاصہ میں ہے کہ اگر پتلا ہو کہ پانی اس سے الگ ظاہر ہوتا ہو تو وضوء جائز ہے اور اگر نشاستہ بن گیا ہو تو جائز نہیں اھ اور فقیہ النفس کے فتاوٰی (قاضیخان) میں ہے سیلاب کے پانی سے وضوء جائز لیکن اگر گاڑھا ہو تو جائز نہیں جیسے کیچڑ اھ اور ہدایہ اور کافی میں ہے

---

[1] تبیین الحقائق	کتاب الطہارۃ	الامیریہ ببولاق مصر	۱/۲۱
[2] فتح القدیر	الماء الذی یجوز بہ الوضوء	نوریہ رضویہ سکھر	۱/۶۵
[3] غنیۃ المستملی	احکام المیاہ	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۹۰
[4] فتاوٰی ذخیرۃ			
[5] قاضیخان	فیما لایجوز بہ التوضی	نولکشور لکھنؤ	۱/۹
[6] خلاصۃ الفتاوٰی	الماء المقید	"	۱/۸
[7] قاضیخان	فیما لایجوز بہ التوضی	"	۱/۹

المخلوط لزوال اسم الماء عنه[1] اھ وفی الخانیۃ وان صار ثخینا مثل السویق لا[2] اھ وفی البدائع الا اذا صار غلیظا کالسویق المخلوط لانہ حینئذ یزول عنہ اسم الماء ومعناہ ایضا[3] اھ وفی الکافی ثم الھندیۃ اذا کان التبیذ غلیظا کالدبس لم یجز الوضوء بہ[4] اھ وفی الخلاصۃ ھذا (یرید الاختلاف فی جواز الوضوء) اذا کان حلوا رقیقا لیسیل علی الاعضاء فان کان ثخینا کالرب لایجوز بالاجماع[5] اھ وفی البدائع ان کان غلیظا کالرب لایجوز بلا خلاف[6] اھ فظاھر الاول ان لا یسری التغیر اصلا الی رقۃ الماء وسرعۃ سیلانہ۔

کہ وہ پانی جس میں اُشنان پکائی جائے، مگر یہ کہ وہ پانی پر ایسی غالب ہوجائے کہ وہ ستو بن جائے، کیونکہ اب اس پر پانی کا نام نہیں بولا جائے گا اھ اور خانیہ میں ہے اگر ستوؤں کی طرح گاڑھا ہوجائے تو وضو جائز نہیں اھ اور بدائع میں ہے کہ اگر ستوؤں کی طرح گاڑھا ہوجائے، کیونکہ اس صورت میں اس پر پانی کا نام نہیں بولا جائیگا اور نہ ہی معنًا وہ پانی رہے گا اھ اور کافی، ہندیہ میں ہے کہ جب نبیذ گاڑھا ہو جیسا شیرہ تو اس سے وضوء جائز نہیں اھ اور خلاصہ میں ہے یہ (جوازِ وضو میں اختلاف مراد ہے) جبکہ میٹھا رقیق ہو اور اعضاء پر بہتا ہو اور اگر شیرہ کی طرح گاڑھا ہو تو بالاجماع جائز نہیں اھ اور بدائع میں ہے کہ جب شیرہ کی طرح گاڑھا ہوجائے تو بلا خلاف جائز نہیں اھ تو اول کا ظاہر یہ ہے کہ تغیر پانی کی رقّت کی طرف اور اس کی سرعتِ سیلان کی طرف سرایت نہ کرے۔ (ت)

ع۵ قولہ فی البدائع بل تقدم فی ۱۰۰ عن الحلیۃ عنھا وعن التحفۃ والمحیط الرضوی والخانیۃ وغیرھا اذا صار غلیظا بحیث لایجری علی العضو الخ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ان کا قول بدائع میں ہے بلکہ ۱۰۰ میں حلیہ کی نقل اُن سے گزری نیز تحفہ، محیط رضوی اور خانیہ وغیرہا سے ہے کہ جب اتنا گاڑھا ہوجائے کہ اعضاء پر نہ بہے الخ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] الہدایۃ | الماء الذی یجوز بہ الوضوء | عربیہ کراچی | ۱/ ۱۸
[2] فتاوٰی قاضی خان | فصل فیما لایجوز بہ التوضی | نولکشور لکھنؤ | ۱/ ۹
[3] بدائع الصنائع | مطلب الماء المقید | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/ ۱۵
[4] فتاوٰی ہندیہ | فصل فیما لایجوز بہ التوضوء | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۲۲
[5] خلاصۃ الفتاوٰی | الماء المقید | نولکشور لکھنؤ | ۱/ ۹
[6] بدائع الصنائع | " | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/ ۱۷

اقول ولیس مراد اقطعا فان ماء المد الحامل للطین والتراب والرمل والغثاء یستحیل ان یبقی علی رقۃ الصافی وقد اعترف انہ باق علی رقتہ واصل سیلانہ وظاہر الثانی الاکتفاء بنفس السیلان وقد اکدہ فی العنایۃ بزیادۃ الامکان فلم یخرج الاما بلغ مبلغ الجامدات حتی خرج عن صلاحیۃ الاسالۃ اصلا فھو مع الاول علی طرفی نقیض۔

میں کہتا ہوں یہ قطعاً مراد نہیں، کیونکہ سیلاب کے پانی میں کیچڑ، مٹی، ریت اور کوڑا کرکٹ ملا ہوا ہوتا ہے اور محال ہے کہ صاف پانی کی سی رقت پر باقی رہے اور وُہ اعتراف کرچکے ہیں کہ وُہ اپنی رقت اور اصل سیلان پر باقی ہے اور دوسرے کا ظاہر نفس سیلان پر اکتفا کرنا ہے اور اس کو عنایہ میں زیادہ امکان سے مؤکد کیا ہے تو وہ اُسی حد تک پہنچا جس حد تک جامدات پہنچتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اسالت کی صلاحیت سے بالکل خارج ہوگیا تو وہ اول کے ساتھ نقیض کے دو طرفوں پر ہے۔ (ت)

اقول ولیس مراد اقطعا فان الطین والنشاو السویق المخلوط والدبس والرب من المائعات الممکن تسییلھا واذابلغ الماء الی ھذہ الحال لایشك احد فی ما حدث لطبعہ من التغیر والزوال وھل تری احدا یسمی الطین والسویق ماء فالصواب ھو الثالث المنصوص علیہ صریحا فی کلام کبار الائمۃ والثانی یرجع الیہ باقرب تاویل کما تقدمت الاشارۃ الیہ فی صدر الکلام۔

میں کہتا ہوں وہ قطعاً مراد نہیں کیونکہ کیچڑ اور نشا (گارا) اور مخلوط ستو، شیرہ اور راب ایسے مائعات میں سے ہے جن کا بہانا ممکن ہے اور جب پانی اس حال پر پہنچ جائے تو کوئی بھی اس کی طبیعت میں پیدا ہونے والے تغیر اور زوال پر شک نہیں کرے گا، کیا کوئی ستوؤں اور کیچڑ کو پانی کہتا ہے؟ تو صحیح تیسرا ہے جس کی صراحت بڑے بڑے ائمہ کے کلام میں موجود ہے، اور دوسرا اس کی طرف قریب ترین تاویل سے رجوع کرتا ہے جیسا کہ اس کی طرف صدر کلام میں اشارہ گزرا ہے۔ (ت)

بقی الاول **فاقول** کلام العنایۃ فیہ قریب غیر بعید فانہ لم یفسرہ تفسیر الغنیۃ بزیادۃ ماقبل المخالطۃ ولاناقض کلامہ فی الثانی وکلام الغنیۃ یفسرہ ھکذا وقد تفرد بہ[عہ] فیما اعلم ثم یجعل ماء المد

پہلا باقی رہا تو میں کہتا ہوں عنایہ کا کلام اس میں قریب ہے دُور نہیں کیونکہ انہوں نے اس کی تفسیر غنیہ کی طرح نہ کی، اور اس میں مخالطہ سے ماقبل کا اضافہ نہیں کیا اور نہ ان کا کلام دوسرے میں متناقض ہوتا ہے، اور وہ اس میں متفرد ہیں[عہ] جیسا کہ میں جانتا ہوں، پھر سیلاب کے

[عہ] انما وافقہ من اتی بعدہ کلامہ

[عہ] ان کی موافقت ان لوگوں نے کی ہے جو ان کے بعد

(باقی برصفحہ آیندہ)

کالامخالط فادی احوالہ الاضطراب فالماخوذ ما نص علیہ الاصحاب والله تعالٰی اعلم بالصواب۔

پانی کو اس پانی کی طرح کرتے ہیں جو مخلوط نہ ہو، تو کم از کم اضطراب تو ہے ہی، تو ماخوذ وہی ہے جس پر اصحاب نے نص کی ہے، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق ہماری تقریرِ سابق سے واضح ہوا کہ مائعات دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے اجزا میں اصلاً تماسک نہیں جیسے نِتھرا پانی، دوسری جن میں نوع تماسک ہے جیسے شہد۔ یہاں سے جس طرح اُن کی رقت وغلظت کا فرق پیدا ہوتا ہے کہ اوّل اپنے اتصالِ حسی کو بہت باریک اجزاء پر تقسیم کرسکتا ہے بخلاف ثانی یُوں ہی اُن کے سیلان میں بھی تفاوت آئے گا اول جب جگہ پائے گا بالکل منبسط ہوجائیگا دَل اصلاً نہ رہے گا کہ اجزاء جو عدمِ وسعت کے سبب زیر و بالا متراکم تھے وسعت پا کر سب پھیل جائیں گے کہ ہر جز طالب مرکز ہے اگر اجزائے بالا بالا ہی رہیں بہ نسبت اجزائے زیریں مرکز سے دُور ہوں گے جگہ پاکر بلا مانع دور رہنا مقتضائے طبیعت سے خروج ہے کہ عادۃً ممکن نہیں خلافا للجہلۃ الفلاسفۃ الذین یحیلونہ عقلا لان الفاعل عندھم موجب وعندنا مختار تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا وسبحن اللہ رب العرش عما یصفون (اس میں جاہل فلاسفہ کا اختلاف ہے، جو اس کو عقلاً محال قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک فاعل موجب ہے اور ہمارے نزدیک مختار ہے تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوًا کبیرا وسبحان اللہ رب العرش العظیم۔ ت) بخلاف ثانی کہ اجزا میں ایک نوع تماسک کے سبب سب نہ پھیل سکیں گے ختمِ سیلان پر بھی مبدء سے منتہی تک ایک اُبھرا ہُوا جرم نظر آئیگا جیسا کہ مرئی ومشاہد ہے کہ اگر پختہ زمین یا تختہ یا سینی یا لوہے کی چادر پر شہد بہائیے بہا و رُکنے پر بھی یہاں سے وہاں تک اُس سطح سے اونچا شہد کا ایک دَل قائم رہے گا جسے خشک ہونے کے بعد چھیل سکتے ہیں بے اس کے کہ زمین کا کچھ حصّہ چھیلے لیکن اگر پانی بہائیے اور پُورا بہہ جانے سے کوئی روک نہ ہو تو ختمِ سیلان کے وقت اُس سطح پر اول تا آخر ایک تری کے سوا پانی کا کوئی دَل نہ رہے گا ہمارے ائمہ اسی قسم اول کا نام رقیق اور ثانی کا کثیف رکھتے ہیں فقیر اسے روشن دلیل سے واضح کرے **فاقول** وباللہ التوفیق یہ دلیل ایک قیاس مرکب ہے تین مقدمات پر مشتمل:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اصولی بحر العلوم قال فی الارکان الاربعۃ الغلبۃ بالاجزاء بان تذھب رقۃ الماء علی کان الماء علیھا[۱] اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

آئے ہیں، بحر العلوم نے ارکان اربعہ میں فرمایا اجزاء کے ساتھ غلبہ یہ ہے کہ پانی کی رقت ختم ہوجائے۔

اس طور پر کہ پانی کے اجزاء مخالط کے اجزاء پر غالب ہوں (ت)

ع لکن سیأتی بتوفیق اللہ تعالٰی التوفیق البازغ فانتظر ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

انتظار کرو، اللہ تعالٰی کی مدد سے اس کی روشن توفیق آتی ہے۔ (ت)

---

[۱] رسائل الارکان فصل فی المیاہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۲۴

مقدمہ اولیٰ ہمارے ائمہ نے باب نجاسات میں دو قسمیں فرمائی ہیں جرم دار و بے جرم، اول کی مثال لید وغیرہ سے دیتے ہیں اور دوم کی بول و خمر وغیرہما سے امام برہان الدین فرغانی ہدایہ میں فرماتے ہیں:

نجاسة لها جرم کالروث وما لاجرم له کالخمر[1]۔

کوئی نجاست ایسی ہو کہ اُس کا جرم (جسم) ہو جیسے لید اور وہ جس کا جرم نہ ہو جیسے شراب۔ (ت)

عنایہ میں ہے:

النجاسة اما ان یکون لها جرم کالروث اولا کالبول[2]۔

نجاست کا یا جرم ہوگا جیسے لید یا نہ ہو جیسے پیشاب۔ (ت)

امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

الواقع فی البئر اما ان یکون مستجسدا او غیر مستجسد فان کان غیر مستجسد کالبول والدم والخمر ینزح ماء البئر الخ[3]۔

کنویں میں گرنے والی چیز یا تو جسم والی ہوگی یا غیر جسم والی اگر غیر جسم والی ہو جیسے پیشاب، خون اور شراب، تو کنویں کا تمام پانی نکالا جائیگا۔ (ت)

مسئلہ کفش و موزہ میں متون و شروح و فتاوٰی عامہ کتب مذہب نے یہی ذی جرم و بیجرم کی تقسیم فرمائی اور ایسی مثالیں دی ہیں ازاں جملہ امام فقیہ النفس خانیہ میں فرماتے ہیں:

الخف اذا اصابته نجاسة ان کانت مستجسدة کالروث والمنی یطھر بالحك وان لم تکن مستجسدة کالخمر والبول لا یطھر الا بالغسل وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی اذا القی علیھا ترابا فمسحھا یطھر لانھا تصیر فی معنی المستجسدة وبه ناخذ[4]۔

موزے پر اگر نجاست لگ جائے تو اگر وہ جسد والی ہو جیسے لید اور منی، تو وہ رگڑ دینے سے پاک ہو جائے گی اور اگر جسد والی نہ ہو جیسے شراب اور پیشاب، تو دھوئے بغیر پاک نہ ہوگی اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس پر مٹی ڈال کر رگڑے تو پاک ہو جائے گی کیونکہ اب یہ معنیً جسد والی ہو جائے گی، اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔ (ت)

---

[1] ہدایۃ باب الانجاس وتطہیرہا مطبع عربیہ کراچی ۱/۵۶
[2] العنایۃ مع فتح القدیر " " مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۱
[3] بدائع الصنائع اما بیان المقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۶
[4] فتاوٰی خانیہ المعروف قاضیخان فصل فی النجاسۃ التی تصیب الثوب والخف او البدن ۱/۱۳

اب ہم دکھاتے ہیں کہ اُن کے نزدیک ادھر تو ذی جرم اور کثیف و ثخین و غلیظ کہ مقابل رقیق ہیں اُدھر خود بے جرم و رقیق ایک معنی رکھتے ہیں،

اولاً کتابوں میں واحد سے اختلاف تعبیر،

(۱) امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسی حکم اخیر خانیہ کو ان لفظوں سے ادا فرمایا:

غیر المنی من النجاسات ان کانت رقیقۃ کالخمر والبول لایطھر الا بالماء وعن ابی یوسف اذا القی التراب علی الخف فمسحھا یطھر لانہ یصیر فی معنی المستجسدۃ[۱]۔

نجاستوں میں منی کے علاوہ اگر رقیق ہو جیسے شراب اور پیشاب، تو صرف پانی سے ہی پاک ہوگا، اور امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ جب موزے پر مٹی ڈالی گئی اور اس کو پونچھ دیا گیا تو وہ پاک ہوجائے گا کیونکہ وہ معنیً متجسد ہوگئی۔ (ت)

(۲) نجاست غلیظہ میں اعتبار مساحت و وزن درہم کہ رقیق و کثیف پر منقسم جس کی بعض عبارات بحث سوم میں گزریں، اور ہدایہ میں ہے،

قیل فی التوفیق بینہما ان الاولی فی الرقیق والثانیۃ فی الکثیف[۲]۔

ان دونوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ پہلی رقیق میں ہے اور دوسری کثیف میں ہے (ت)

کافی میں ہے،

قال الفقیہ ابو جعفر الاولی فی الرقیق والثانیۃ فی الکثیف وھو الصحیح[۳]۔

فقیہ ابو جعفر نے فرمایا: پہلی رقیق میں ہے اور دوسری کثیف میں ہے اور وہی صحیح ہے۔ (ت)

اسی طرح وقایہ و نقایہ و اصلاح و ملتقی و خلاصہ و بزازیہ و جوہرہ نیرہ و جواہر اخلاطی وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

وعبر فی الجوھرۃ الکثیف بالثخین وفی الجواھر بالغلیظ وزاد ھو الصحیح من المذھب[۴]۔

اور جوہرہ میں کثیف کو ثخین سے تعبیر کیا ہے اور جواہر میں غلیظ سے، اور یہ زیادہ کیا کہ یہی صحیح مذہب ہے (ت)

---

[۱] خلاصۃ الفتاوٰی فصل فی الغسل والثوب والدہن الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۲

[۲] الہدایۃ باب الانجاس مطبوعہ عربیہ کراچی ۱/۵۷

[۳] کافی

[۴] الجوہرۃ النیرۃ باب الانجاس امدادیہ ملتان ۱/۴۵

امام ملک العلماء نے اسے یوں تعبیر فرمایا :

قال الفقیہ ابو جعفر الهندوانی اذا اختلفت عبارات محمد فی هذا فنوفق و نقول اراد بذکر العرض تقدیر المائع کالبول و الخمر و بذکر الوزن تقدیر المستجسد[1]۔

فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا جب محمد کی عبارات مختلف ہوجائیں تو ہم تطبیق دیں گے اور کہیں گے کہ انہوں نے عرض (چوڑائی) کے ذکر سے مائع کا اندازہ مراد لیا جیسے پیشاب اور شراب اور وزن سے جسم والی کی مقدار کا ارادہ کیا۔ (ت)

(۳) بعینہٖ اسی طرح امام زیلعی نے اول کو مائع دوم کو مستجسد سے تعبیر کرکے فرمایا وھذا ھو الصحیح[2] (اور یہی صحیح ہے۔ ت)

(۴) اسی طرح مراقی الفلاح میں ہے :

عفی قدر الدرھم وزنا فی المستجسدۃ و مساحۃ فی المائع[3]

مراقی الفلاح میں ایک درہم وزن کی مقدار نجاست متجسدہ میں معاف ہے اور ایک درہم کی مساحت مائع میں۔ (ت)

(۵) یہی فتاوٰی امام قاضی خان میں یوں ہے :

فی المستجسدۃ کالروث یعتبر وزنا و فی غیر المستجسدۃ کالبول والخمر والدم بسطا[4]۔

اور نجاست متجسدہ میں جیسے لید وزن کا اعتبار کیا جائیگا اور غیر متجسدہ میں پھیلاؤ کا جیسے پیشاب، شراب اور خون۔ (ت)

ثانیاً کتابوں سے نقل میں تغییر تعبیر۔

(۶) ہندیہ میں ہے :

الصحیح ان یعتبر بالوزن فی المستجسدۃ و بالمساحۃ فی غیرھا ھکذا فی التبیین

صحیح یہ ہے کہ متجسد نجاست میں وزن سے اعتبار کیا جائے گا اور اس کے غیر میں مساحت سے

---

[1] بدائع الصنائع | المقدار الذی یصیر المحل بہ نجساً | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۸۰

[2] تبیین الحقائق | باب الانجاس | الامیریہ بولاق مصر | ۱/۷۳

[3] مراقی الفلاح | باب الانجاس والطہارۃ | الازہریہ مصر | ص ۸۹

[4] قاضی خان | فصل فی النجاسۃ التی تصیب الثواب الخ | نولکشور لکھنؤ | ۱/۱۰

والکافی واکثر الفتاوی[1]۔ اسی طرح تبیین، کافی اور اکثر فتاوی میں ہے۔(ت)

حالانکہ کافی میں رقیق اور تبیین میں مائع کا لفظ تھا کما علمت۔

ثالثاً علماء کا اپنے ہی کلام میں تفنن تعبیر۔

(۷) بحر میں ہے:

اشتراط الجرم قول الکل لانہ لو اصابہ بول فیبس لم یجزہ حتی یغسلہ لان الاجزاء تتشرب فیہ فاتفق الکل علی ان المطلق (ای الاذی الذی یصیب الخف مقید فقیدہ ابو یوسف بغیر الرقیق وقیداہ بالجرم والجفاف[3]۔

جرم کی شرط لگانا تمام کا قول ہے کیونکہ اگرکسی کو پیشاب لگ گیا اور خشک ہوگیا تو بلا دھوئے کام نہیں چلے گا کیونکہ پیشاب کے اجزاء اس میں جذب ہوجاتے ہیں تو کُل کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مطلق (یعنی وہ گندگی جو موزے کو لگی ہے وہ مقید ہے تو ابو یوسف نے اس کو غیر رقیق سے مقید کیا اور ان دونوں نے اس کو جرم اور خشک ہونے سے مقید کیا۔(ت)

اس پر منحۃ الخالق میں فرمایا:

الحاصل انھم اتفقوا علی التقیید بالجرم وانفرد ابو حنیفۃ ومحمد بزیادۃ الجفاف[4]۔

حاصل یہ ہے کہ وہ سب جرم کی قید لگانے پر متفق ہیں اور ابو حنیفہ اور محمد خشک ہونے کی قید لگانے میں متفرد ہیں۔(ت)

(۸) اسی میں ہے:

لم یعف عن التشرب فی الرقیق لعدم الضرورۃ اذقد جوزوا کون الجرم من غیرھا بان یمشی بہ علی رمل او تراب فیصیر لھا جرم[5]۔

رقیق میں سرایت کرنے کی وجہ سے معاف نہیں کہ وہاں ضرورت نہیں اس لیے کہ انہوں نے اس امر کو جائز قرار دیا ہے کہ جرم اس کے غیر سے ہو بایںطور کہ ریت یا مٹی پر چلے اور جرم حاصل ہوجائے۔(ت)

---

[1] تبیین الحقائق باب الانجاس الامیریہ بولاق مصر ۱/۷۳

و فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی الاعیان نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۵

[2] تبیین الحقائق باب الانجاس الامیریہ مصر ۱/۷۳

[3] بحرالرائق باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۳

[4] منحۃ الخالق مع البحرالرائق باب الانجاس " " ۱/۲۲۳

[5] بحرالرائق " " " " ۱/۲۲۴

(۹) فتح القدیر میں ہے :

الحاصل بعد ازالة الجرم کالحاصل قبل الذلك فی الرقیق [1]

جرم کو زائل کرنے کے بعد وہی چیز حاصل ہوگی جو رقیق میں جرم کو زائل کئے بغیر ہوتی ہے۔ (ت)

(۱۰) غنیہ میں ہے :

عمل ابویوسف باطلاقه الا انه استثنی الرقیق کما قال المصنف (وان لم یکن لها جرم کالبول والخمر فلابد من الغسل بالاتفاق [2]

ابویوسف نے اس کے اطلاق پر عمل کیا البتہ انہوں نے رقیق کا استثناء جیسا کہ مصنف نے فرمایا (اور اگر اس کا جرم نہ ہو جیسے پیشاب اور شراب تو اس کا دھونا لازم ہے) بالاتفاق۔ (ت)

(۱۱) اُسی میں حدیث مطلق نقل کرکے قید لہا جرم کی تعلیل میں فرمایا :

قال فی الکفایة وغیرها خرجت النجاسة الرقیقة من اطلاق الحدیث بالتعلیل [3] الخ

کفایہ وغیرہ میں ہے کہ رقیق نجاست حدیث کے اطلاق سے تعلیل کی وجہ سے نکل گئی الخ (ت)

(۱۲) اُسی میں ہے :

من اصاب نعله النجاسة الرقیقة اذا تجسد بالتراب او الرمل لو مسحه یطهر [4]

جس کے جوتے کو رقیق نجاست لگی پھر مٹی یا ریت کی وجہ سے متجسد ہوگئی اب اگر وہ اس کو رگڑے تو پاک ہوجائیگی۔ (ت)

(۱۳) اُسی میں ہے :

المختار للفتوی الطهارة بالدلك فی الخف ونحوه سواء کانت ذات جرم من نفسها او لغیرها کالرقیقة المستجسدة بالتراب رطبة کانت او یابسة [5]

فتوٰی کے لیے مختار موزہ وغیرہ کی طہارت میں یہ ہے کہ اسکو رگڑ لیا جائے چاہے خود اُس کا اپنا جرم ہو یا کسی اور کی وجہ سے جیسے وہ جو مٹی میں مل جانے کی وجہ سے جسم والی ہوجائے خواہ تر ہو یا خشک۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب الانجاس نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۲
[2] غنیۃ المستملی الشرط الثانی الطہارۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۷۸
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[5] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۷۹

(۱۴) حلیہ میں اسی مسئلہ اصابتہ نجاسۃ لہا جرم پر حدیث سے استدلال کرکے فرمایا:

هذا الاطلاق حجة لابی یوسف فی مساواته بین الرطب والیابس نعم علی ابی یوسف ان یقول بالطہارة فی الرقیق ایضا لان الاطلاق یتناوله کما یتناول الکثیف مطلقا[1]

یہ اطلاق ابو یوسف کی حجت ہے وہ رطب و یابس میں فرق نہیں کرتے ہیں، اس کے علاوہ ابو یوسف پر لازم ہے کہ وہ رقیق میں بھی طہارت کا قول کریں کیونکہ اطلاق کثیف کی طرح اس کو بھی شامل ہے۔ (ت)

(۱۵) اُسی میں اس سے جواب اور اُس پر بحث نقل کرکے فرمایا:

علی ان فی البدائع ان ابا یوسف فی روایة عنه سوی فی طہارته بین ان تکون مستجسدة او مائعة[2]

علاوہ ازیں بدائع میں ہے کہ ابو یوسف کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے جسم والی اور مائع میں مساوات رکھی ہے۔ (ت)

رابعاً صریح تفسیر۔

(۱۶) تنویر میں تھا: عفی عن قدر درهم فی کثیف[3] (ایک درہم کی مقدار کثیف میں معاف ہے۔ ت) درمختار میں اس کی تفسیر کی له جرم[4] (جس کے لیے جرم ہو۔ ت) ردالمحتار میں ہے، قوله له جرم تفسیر الکثیف[5] (ان کا قول له جرم کثیف کی تفسیر ہے۔ ت)

(۱۷) جامع الرموز میں ہے: الکثیف ماله جرم والرقیق ما لاجرم له[6] (کثیف وہ ہے جس کا جرم ہو اور رقیق وہ ہے جس کا جرم نہ ہو۔ ت) شامی میں حلیہ سے ہے:

عدمنه (ای مما له جرم) ف الهدایة الدم وعده قاضیخان مما لیس له جرم ووفق فی الحلیة بحمل الاول علی

شمار کیا گیا ہے اس سے (یعنی اس سے جس کا جرم ہو) ہدایہ میں ہے خون کو اور اس کو قاضیخان نے اس میں شمار کیا جس کا جرم نہ ہو۔ اور حلیہ میں اس طرح توفیق

---

[1] حلیہ
[2] حلیہ
[3] درمختار باب الانجاس مجتبائی دہلی ۱/۵۴
[4] " " " " "
[5] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۳
[6] جامع الرموز فصل یطہر الشئی اسلامیہ گنبد ایران ۱/۱۵۲

ما اذا کان غلیظا والثانی علی ما اذا کان رقیقا اھ وھذا یؤدی مؤدی التفسیر وان لم یکن سوقہ لہ[1]۔

کی گئی ہے کہ اول کو غلیظ پر محمول کیا جائے اور دوسرے کو رقیق پر یہ تفسیر کا فائدہ دیتا ہے اگرچہ اس کا اس کے لیے سیاق نہیں ہے۔ (ت)

بالجملہ اصطلاح فقہائے کرام میں رقیق وبے جرم ایک چیز ہیں۔

مقدمہ ثانیہ جسم کثیف ہو خواہ رقیق اس کا بے جرم ہونا کیونکر متصور کہ جرم وجسم ایک شے ہیں اور اگر جرم بمعنی ثخن لیجئے یعنی عمق جسے دَل کہتے ہیں تو جسم کو اس سے بھی چارہ نہیں کہ اس میں ابعاد ثلٰثہ ضرور ہیں لہذا خود علماء نے اس کی تفسیر فرمائی کہ بے جرم سے یہ مراد کہ خشک ہونے کے بعد مثلاً بدن یا کپڑے کی سطح سے اُبھرا ہوا اس کا کوئی دَل محسوس نہ ہو اگرچہ رنگ نظر آئے۔ ان مباحث میں اسی کو غیر مرئی بھی کہتے ہیں یعنی بنظر جرم نہ بنظر لون۔ تبیین الحقائق وبحرالرائق ومجمع الانہر وفتح اللہ المعین وطحطاوی علی المراقی وردالمحتار وغیرہا میں ہے:

الفاصل بینھما ان کل ما یبقی بعد الجفاف علی ظاھر الخف فھو جرم ومالا یری بعد الجفاف فلیس بجرم اھ[2]۔

دونوں میں فصل کرنے والی چیز یہ ہے کہ جو خشک ہونے کے بعد موزے کے ظاہر پر نظر آئے تو وہ ذی جرم ہے اور جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے وہ ذی جرم نہیں ہے۔ (ت)

اقول لم یرد بظاھرہ ظھرہ لعدم اختصاص الحکم بہ بل بطنہ ھو الاکثر اصابۃ انما اراد السطح الظاھر من ظھرہ وبطنہ وقید بہ تحرزا عما یتشربہ داخل الخف فانہ لایختص بذی الجرم بل التشرب من الرقیق اکثر وانما احتاج الیہ لقولہ یبقی ولو قال یری لاستغنی عنہ کما فی مقابلہ فان البصر لایدرك الا ما علی الظاھر ولذا اسقطہ السیدان الازھری وط لابدالھما الباقی بالمرئی ومن اغفل ھذا الابدال والبقی کما

میں کہتا ہوں انہوں نے اس کے ظاہر سے اس کی پشت کا ارادہ نہیں کیا ہے کیونکہ حکم اس کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ پشت کے اندرونی حصہ کو زیادہ پہنچتا ہے بلکہ ان کا ارادہ اس کی ظاہری سطح ہے خواہ پشت ہو یا باطن، اور یہ قید اس لیے لگائی تاکہ اس سے احتراز ہوسکے جس کو موزہ کا داخلی حصہ جذب کرلیتا ہے کیونکہ یہ جرم دار شئی کے ساتھ مختص نہیں ہے، بلکہ رقیق میں جذب زیادہ ہوتا ہے اور اس کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ انہوں نے یبقی فرمایا ہے اگر وہ یُری فرماتے تو اس کی ضرورت نہ ہوتی جیسا کہ اس کے مقابل میں ہے

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبعۃ مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۳
[2] تبیین الحقائق 〃 مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۷۱

قال فی مجمع الانھر کل مایرٰی بعد الجفاف علی ظاھر الخف فھو ذوجرم[1] الخ واعجب منہ صنیع العلامۃ ش اذقال فی الدر ھو کل مایری بعد الجفاف فقال ای علی ظاھر الخف[2] کانہ قید سقط عن الدرفزادہ۔

کیونکہ آنکھ توصرف مقابل آنے والی چیز کا ادراک کرتی ہے اس لیے ازہری اور ط نے اس قید کو ساقط کردیا، کیونکہ انہوں نے باقی کو مرئی سے بدل دیا ہے اور جس نے اس سے غفلت کی اُسے بدلا اور باقی رکھا، جیساکہ مجمع الانہر میں ہے ہروہ چیز جو خشک ہونے کے بعد موزہ کے ظاہر پر نظر آئے وہ جرم دار ہے الخ اوراس سے زیادہ عجیب وہ ہے جو علامہ ش نے کیا' جب مصنف نے دُر میں یہ فرمایا"وہ ایسی چیز ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر آتی ہے" اس پر ش ' نے فرمایا یعنی موزہ کے"ظاہر" پر، گویا قید دُر سے ساقط ہوگئی ہے، توانہوں نے اس کو زائد کردیا۔(ت)

فتاوٰی ذخیرہ پھر حلیہ وبحر وعبدالحلیم میں ہے:

المرئیۃ ھی التی لھا جرم وغیر المرئیۃ ھی التی لاجرم لھا[3]۔

مرئیہ جرم دار کو کہتے ہیں اور غیر مرئیہ اس کو جس کا جسم نہ ہو۔(ت)

شرح طحاوی وفتاوٰی صغرٰی وتتمہ ومنبع پھر بترتیب ان کے حوالہ سے عبدالعلی برجندی وشمس قہستانی و ابن امیر الحاج حلبی وعبدالحلیم رومی نے غیر مرئیہ میں زائد فرمایا:

سواء کان لھا لون اولم یکن[4]۔

ذخیرۃ العقبٰی میں ہے:

ذی جرم ھو کل مایبقی بعد الجفاف علی ظاھر الخف سواء کان جرمہ من نفسہ کالنجس المتعارف والدم والمنی والروث اومن غیرہ کالبول والخمر المتجسد بالرمل اوالتراب اوالرماد بان مشی علیھا فالتصق بالخف اوجعل علیہ شیئ منھا[5]۔

جرم دار وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد موزے کے ظاہر پر نظر آئے خواہ اس کا جِرم اسی کا ہو جیسے معروف نجاستیں، اور خون، منی اور لید یا اس کے غیر سے ہو جیسے پیشاب اور شراب جو ریت یا مٹی یا راکھ میں ملنے کی وجہ سے جرم دار ہوگیا ہو، مثلاً اس پر چلا اور وہ موزے میں لگ گیا یا خود موزے پر ڈال لیا۔(ت)

---

[1] مجمع الانھر باب الانجاس دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۸

[2] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۷

[3] بحرالرائق ،، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۳۶

[4] جامع الرموز فصل یطھر الشیئ مطبع اسلامیہ گنبد ایران ۱/۹۵

[5] ذخیرۃ العقبٰی باب الانجاس الامیریہ مصر ۱/۲۴۱

اس تمام مضمون کو مع زیادت افادات فتوی درمختار نے ان معدود لفظوں میں افادہ کیا :

(ذی جرم) ھو کل مایری بعد الجفاف ولو من غیرھا کخمر و بول اصاب تراب بہ یفتی اھ[1]

جرم دار وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر آئے خواہ اس کے غیر سے ہو جیسے شراب اور پیشاب جس میں مٹی مل گئی ہو، اسی پر فتوی ہے۔ (ت)

اقول ولو اسقط ھو کل ما لکان اخصر واظھر۔[عہ]

میں کہتا ہوں اگر وہ "کل ما" کو ساقط کر دیتا تو یہ مختصر ہو جاتا اور زیادہ اظہر ہوتا۔ (ت)

اس پر طحطاوی نے زائد کیا :

وما لا یری بعد الجفاف فلیس بذی جرم اھ[2]

اور وہ جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے وہ جرم دار نہیں۔ (ت)

اقول واکتفی الدر عنہ بالمفہوم (میں کہتا ہوں صاحبِ در نے اس کے مفہوم پر اکتفا کیا ہے۔ ت)

شامی نے کہا :

مفادہ ان الخمر والبول لیس بذی جرم مع انہ قد یری اثرہ بعد الجفاف فالمراد بذی الجرم ما تکون ذاتہ مشاھدۃ بحس

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب اور شراب جرم دار نہیں حالانکہ ان کا اثر کبھی خشک ہونے کے بعد بھی نظر آتا ہے تو جرم دار سے مراد وہ ہے جس کی

عہ اما کونہ اخصر فظاھر واما کونہ اظھر واحسن واتھر فلان رؤیۃ الشیئ تعم رؤیتہ بلونہ بل لا رؤیۃ ھھنا الا ھکذا فیوھم تناول ملون لا یبقی لہ بعد الجفاف جرم شاخص فوق المصاب بخلاف ما اذا اسقط لانہ یصیر صفۃ لجرم فیصیر نصا فی المقصود ۱۲ منہ غفر لہ (م)

اس کا مختصر ہونا تو ظاہر ہے اور اس کا اظہر و احسن ہونا یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ کسی چیز کا دیکھنا اس کے رنگ کے دیکھنے کو بھی شامل ہے، بلکہ اس کی رؤیت یہاں اسی طرح ہے، تو اس سے وہم ہوتا ہے کہ یہ اُس رنگین کو شامل ہے جو خشک ہونے کے بعد باقی نہیں رہتا ہے یعنی اس کا ابھرا ہوا جرم نہیں رہتا ہے بخلاف اس کے کہ اگر اس کو ساقط کر دیا جائے کیونکہ یہ جرم کی صفت ہو جائے گا تو یہ مقصود میں نص ہوگا ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

---

[1] درمختار باب الانجاس مجتبائی دہلی ۱/۵۳

[2] طحطاوی علی الدر المختار " بیروت ۱/۱۵۷

البصر وبغیرہ مالایکون کذلک کما سنذکرہ معما فیہ من البحث[1]

ذات کا آنکھ سے مشاہدہ ہو سکے اور غیر جرم دار وہ ہے جو ایسی نہ ہو جیسا کہ ہم اس کو مع بحث کے ذکر کریں گے (ت)

درمختار کی عبارت مذکورہ نمبر ۱۶ پر شامی میں ہے:

المراد بذی الجرم ماتشاھد بالبصر ذاتہ لااثرہ[عہ] کمامر ویاتی[2]۔

ذی جرم سے مراد وہ ہے جس کی ذات آنکھ سے نظر آئے، نہ کہ اس کا اثر، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

اسی طرح حلیہ میں ہے کما سیاتی۔

تحقیق شریف

فتح بہ اللطیف، علی عبدہ الضعیف، بفضلہ المنیف، اعلمان ھذاالمقام، زلت فیہ اقدام اقلام،

یہ تحقیق ہے جو اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے اپنے کمزور بندے پر ظاہر فرمائی جان لے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں قلموں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ (ت)

فالاول قال الامام اکمل الدین البابرتی رحمہ اللہ تعالٰی فی العنایۃ عند قول الھدایۃ فی مسألۃ تطھیر النجاسۃ بازالۃ العین والغسل الی غلبۃ الظن بالطھارۃ النجاسۃ ضربان مرئیۃ وغیر مرئیۃ الخ مانصہ الحصر ضروری لدورانہ

اول، امام اکمل الدین بابرتی نے عنایہ میں فرمایا ہدایہ میں جہاں یہ ذکر ہے کہ نجاست کی تطہیر کے لیے نجاست کا دور کرنا اور دھونا ضروری ہے تاکہ طہارت کا غلبۂ ظن ہو جائے، یہاں بابرتی نے کہا کہ نجاست کی دو قسمیں ہیں مرئیہ اور غیر مرئیہ الخ ان کی نص یہ ہے کہ حصر ضروری ہے اس لیے کہ نفی اور

عہ اقول ای مایشاھد اثرہ یعم مالایشاھد منہ الا الاثر فھو عطف علی ماتشاھد بحذف متعلقہ لاعلی ذاتہ کمایتوھم فیکون عدم رؤیۃ الاثر شرطا فی ذی الجرم ولیس کذلک ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول یعنی جس طرح اس کا اثر دیکھا جاتا ہے تاکہ اس کو بھی عام ہو جس کا مشاہدہ نہیں کیا جاتا ہے صرف اس کے اثر کا مشاہدہ ہوتا ہے تو اس کا عطف ماتشاھد پر ہے اس کا متعلق محذوف ہے "ذاتہ" پر عطف نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا ہے، تو اثر کا نہ دیکھا جانا جرم دار میں شرط ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۴

[2] " " " ۱/۲۳۳

بین النفی والاثبات وذلک لان النجاسة بعد الجفاف اما ان تکون مستجسدة کالغائط والدم او غیرها کالبول وغیرہ[1] اھ وتبعہ چلپی علی صدر الشریعۃ۔

اثبات کے درمیان دائر ہے اور یہ اس لیے کہ نجاست خشکی کے بعد یا تو جرم دار ہوگی جیسے پاخانہ اور خون وغیرہ، یا غیر جرم دار ہوگی جیسے پیشاب وغیرہ اھ اس کی پیروی چلپی علی صدر الشریعۃ نے کی۔ (ت)

الثانی فی تلک المسألۃ نقل القہستانی عبارۃ الصغری المارۃ ان غیر ذات جرم غیر مرئیۃ وان کان لہا لون[2]۔

دوسرے اس مسئلہ میں قہستانی نے صغری کی عبارت نقل کی جو گزری کہ وہ نجاست کہ جس کا جرم نہ ہو مرئی نہ ہوگی اور اگرچہ اس کا رنگ ہو۔

الثالث فیہا نقل البرجندی عبارۃ شرح الطحاوی مثلہ ثم قال وھذا یخالف ما فی بعض الشروح من ان غیر المرئی ما لا یری اثرہ بعد الجفاف والمرئی فی مقابلہ[3] اھ

تیسرے برجندی نے اس میں شرح طحاوی سے ایسی ہی عبارت نقل کی پھر فرمایا یہ دوسرے شروح سے مختلف ہے جن میں ہے کہ غیر مرئی وہ ہے جس کا اثر خشکی کے بعد نہ دکھا جائے، اور مرئی اس کے مقابل ہے اھ۔

الرابع فیہا نقل فی البحر عبارۃ الذخیرۃ وجعلہا معنی ما قال ھہنا فی غایۃ البیان ان المراد بالمرئی ما یکون مرئیا بعد الجفاف وما لیس بمرئی ھو ما لا یکون مرئیا بعد الجفاف کالبول[4] اھ وتبعہ ط۔

چوتھے، بحر نے اس مسئلہ میں ذخیرہ کی عبارت نقل کی اور اس کو اس کے ہم معنی قرار دیا جو یہاں غایۃ البیان میں کہا کہ مرئی سے مراد وہ ہے جو خشکی کے بعد نظر آئے اور جو غیر مرئی ہے اس سے مراد وہ ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسا کہ پیشاب اھ اور ط نے اس کی متابعت کی ہے۔

الخامس فیہا نقل عبد الحلیم الرومی

پانچواں، اس میں عبد الحلیم رومی کی نقل

---

[1] العنایۃ مع الفتح	باب الانجاس	نوریہ رضویہ سکھر	۱/۱۸۲
[2] جامع الرموز	فصل یطہر الشیئ	اسلامیہ گنبد ایران	۱/۹۶
[3] نقایۃ للبرجندی	فصل تطہیر الانجاس	نولکشور لکھنؤ	۱/۶۴
[4] بحر الرائق	باب الانجاس	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۲۳۶

عن شرح الطحاوی والمنبع والذخیرۃ ما مر ثم نقل کلام البرجندی انہ یخالف بعض الشروح ثم کلام البحر وجعلہ ایاہ بمعنی الاول ثم قال رادا علیہ انت خبیر بان بینھما مخالفۃ اذ رب شیئ لیس لہ جرم ولہ اثر کاللون یبقی اثرہ بعد الجفاف فعلی الاول غیر مرئی وعلی الثانی مرئی والمنصوص ھو الاول کما لایخفی اھ[1]

شرح طحاوی، منبع اور ذخیرہ سے ہے جو گزری، پھر انہوں نے برجندی کا کلام نقل کیا کہ وہ بعض شروح کے مخالف ہے، پھر بحر کا کلام نقل کیا ہے اور اس نے اس کو اول کے ہم معنی کہا پھر ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ان دونوں میں مخالفت ہے کیونکہ کئی چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا جرم تو نہیں ہے مگر ان کا اثر ہے، جیسے رنگ کہ اس کا اثر خشک ہونے کے بعد بھی باقی رہتا ہے تو پہلی صورت کے لحاظ سے غیر مرئی ہے اور دوسری کے لحاظ سے مرئی ہے اور راجح پہلا ہی ہے جیسا کہ مخفی نہیں اھ (ت)

السادس فیما نقل فی الحلیۃ کلام الذخیرۃ والتتمۃ والیہ رد عبارۃ غایۃ البیان المذکورۃ فقال مراد بہ ماتکون ذاتہ مشاھدۃ بالبصر بعد الجفاف وما لا فلیس بینھا وبین ما فی عامۃ الکتب مخالفۃ فی تفسیرھما ومما یرشد الی ما ذکرنا التمثیل المذکور فان بعض الابوال قد یری لہ لون بعد الجفاف اھ[2]

چھٹا، اس مسئلہ میں حلیہ میں ایک نقل ذخیرہ اور تتمہ سے ہے اور اسی کی طرف غایۃ البیان کی مذکورہ عبارت کو موافق کیا ہے، اور کہا ہے اس سے مراد وہ ہے جس کی ذات خشک ہونے کے بعد مشاہدہ میں آئے، اور جو ایسا نہ ہو وہ مرئی نہیں تو اس میں اور جو عام کتب میں ہے کوئی مخالفت نہیں، اور ہمارے قول پر دلیل وہ ہے جو مثال گزشتہ میں گزرا، کیونکہ بعض پیشاب ایسا ہوتا ہے جس کا رنگ خشک ہونے کے بعد نظر آتا ہے اھ (ت)

السابع فیما قال فی الشامی قولہ بعد جفاف ظرف لمرئیۃ وقید بہ لان جمیع النجاسات تری قبلہ وتقدم ان ما لہ جرم ھو ما یری بعد الجفاف فھو مساو للمرئیۃ و

ساتواں، اس بحث میں شامی میں فرمایا کہ ماتن کا قول "بعد جفاف" یہ مرئیہ کا ظرف ہے اور یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ تمام نجاستیں خشک ہونے سے قبل دیکھی جاسکتی ہیں اور یہ پہلے گزرا کہ جرم دار وہ ہے

[1] حاشیۃ الدرر للمولی عبدالحلیم باب تطہیر الانجاس مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۴۰
[2] حلیہ

قد عدّ منه في الهداية الدم وعدّه قاضيخان
مما لاجرم له وقدّمنا عن الحلية التوفيق
بحمل الاول على ما اذا كان غليظا والثاني على
ما اذا كان رقيقا اھ ثم نقل عبارة غاية
البيان وعقبها بعبارة التتمة ثم ذكر تاويل
الحلية المار آنفا قال ويوافقه التوفيق المار
لكن فيه نظر لانه يلزم منه ان الدم الرقيق
والبول الذي يرى لونه من النجاسة الغير
المرئية وانه يكتفي بالغسل ثلثا بلا اشتراط
زوال الاثر مع ان المفهوم من كلامهم
ان غير المرئية ما لا يرى له اثر اصلا لاكتفائهم
فيها بمجرد الغسل بخلاف المرئية المشروط
فيها زوال الاثر فالمناسب ما في غاية البيان
وان مراده بالبول ما لا لون له والا كان
من المرئية اھ[1]۔

جو خشک ہونے کے بعد دیکھا جائے تو یہ مرئیہ کے مساوی
ہے اور ہدایہ میں اس میں سے خون کو شمار کیا ہے اور
قاضی خان نے خون کو اُن چیزوں میں شمار کیا ہے
جو جرم دار نہ ہوں۔ اور ہم نے حلیہ سے تطبیق نقل کی ہے
کہ پہلے کو گاڑھے پر محمول کیا جائے اور دوسرے کو رقیق
پر اھ پھر انہوں نے غایۃ البیان کی عبارت کو نقل کیا
اور اس کے بعد تتمہ کی عبارت لائے پھر حلیہ کی گزشتہ
تاویل کو ذکر کیا، لیکن اس میں نظر ہے کیونکہ اس سے
لازم آتا ہے کہ رقیق خون اور پیشاب جس کا رنگ نظر
آتا ہے نجاست غیر مرئیہ سے ہو اور یہ کہ تین مرتبہ دھونے
پر اکتفاء کیا جائے اور اس میں اثر کے زوال کی شرط
نہ رکھی جائے حالانکہ اُن کے کلام سے مفہوم یہ ہے کہ
غیر مرئیہ وہ ہے جس کا کوئی اثر نظر نہ آئے، کیونکہ وہ
اس میں صرف دھونے پر اکتفاء کرتے ہیں بخلاف مرئیہ
کے جس میں اثر کا زائل ہونا بھی شرط ہے تو مناسب وہی
ہے جو غایۃ البیان میں ہے اور یہ کہ ان کی مراد پیشاب سے وہ ہے جس کا رنگ نہ ہو ورنہ وہ بھی نجاست مرئیہ
ہوتا اھ (ت)

الثامن عبارة الكنز الصحيحة
النجس المرئي يطهر بزوال عينه وغيره
بالغسل زاد فيها مسكين ما يفسدها اذ قال
(النجس المرئي) عينه ثم قال (وغيره)
اي غير المرئي عينه لكنه تداركه بوصل
قوله وهو الذي لا يرى اثره

آٹھواں، کنز کی عبارت ہے جو صحیح ہے کہ
نجاست مرئیہ کا حکم یہ ہے کہ اس کے عین کے زوال
کے بعد وہ طاہر ہوجاتا ہے اور جو اس کے علاوہ ہو
وہ صرف دھونے سے پاک ہوتا ہے مسکین نے اس
میں یہ اضافہ کیا (کہ دیکھی جانے والی نجاست) یعنی
جس کا جرم نظر آئے، پھر کہا (اور اس کے علاوہ)

---

[1] رد المحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۰

بعد الجفاف اھ[1] فلم یبق علیہ الاضیاع زیادۃ عینہ فی الموضعین بل ایہامہا خلاف المراد ثم بالتدارک رجوع الکلام الی عدم التفرقۃ بین العین والاثر وکانہ اخذہ من عبارۃ الامام القدوری النجاسۃ ان کان لہا عین مرئیۃ فطہارتہا زوال عینہا الا ان یبقی من اثرہا ما یشق ازالتہا وما لیس لہا عین مرئیۃ فطہارتہا ان تغسل الخ[2] فالمراد العین المرئیۃ ولو برؤیۃ لونہا الاتری الی استثنائہ الاثر من العین بل المقرر ان بصر البشر فی الدنیا لایدرک الا اللون والضوء وبالجملۃ استقام الکلام بالتدارک لکن السید ابا السعود نقلا عن السید الحموی اراد رد خلافہ فقال علی قولہ وھو الذی لا یری اثرہ حکاہ فی الصغری بقیل بعد ان صدر بقولہ المرئی[عہ] مالہ جرم سواء کان لہ لون ام لا اھ[3]

یعنی جس کا جرم نظر نہ آئے، پھر اس کا تدارک اپنے اس قول سے کیا کہ جس کا اثر خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے اھ تو اُن کے ذمہ صرف یہ اعتراض رہا کہ دونوں جگہ لفظ عین کا لانا فضول ہوا، بلکہ یہ خلاف مراد کا وہم پیدا کرتا ہے پھر تدارک کے ساتھ کلام کا ماحصل یہ نکلتا ہے کہ عین واثر میں فرق نہیں رہتا اور غالباً انہوں نے یہ قید قدوری کے کلام سے اخذ کی ہے، وہ یہ ہے کہ ایسی نجاست کہ اگر اس کا جرم نظر آتا ہے تو اس کی پاکی اس طرح ہوگی کہ اس کا جرم ختم ہوجائے، اگر اس کا کوئی ایسا نشان باقی رہ جائے کہ اس کا ازالہ دشوار ہو تو حرج نہیں اور جس نجاست کا جرم نظر نہیں آتا تو اس کی طہارت یہ ہے کہ اسے دھویا جائے الخ تو مراد وہ جرم ہے جو نظر آتا ہے خواہ اس کا رنگ ہی نظر آئے، جیسا کہ اُن کے استثناء سے مفہوم ہوتا ہے، جو عین سے ہے بلکہ یہ طے شدہ امر ہے کہ انسانی آنکھ دنیا میں سوائے رنگ اور روشنی کے کچھ اور نہیں دیکھتی ہے۔

عہ اقول کما فسر فی الصغری المرئی بہذا فسر غیر المرئی بقولہ مالا جرم لہ سواء کان لہ لون اولا کما فی جامع الرموز فکان اولی نقلہ لان الکلام ھھنا فی غیر المرئی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول مرئی کی صغرٰی میں جس طرح تفسیر اسکے ساتھ کی ہے اسی طرح غیر مرئی کی تفسیر یوں کی ہے کہ جس کا جرم نہ ہو خواہ اس کا رنگ ہو یا نہ ہو جیسا کہ جامع الرموز میں ہے تو اولٰی اس کا نقل کرنا ہے کیونکہ کلام یہاں غیر مرئی میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتح اللہ المعین باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۰
[2] قدوری 〃 مجتبائی دہلی ص ۱۸
[3] فتح اللہ المعین 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۱

اور خلاصہ یہ کہ کلام مدارک کے ساتھ درست ہوگیا لیکن ابوالسعود نے حموی سے نقل کرتے ہوئے اس کے مخالف معنی لینے کا ارادہ کیا ہے تو ان کا قول ھو الذی لایری اثرہ پر فرمایا کہ صغرٰی میں اس کو "قیل" سے ذکر کیا ہے اور ابتداء اس طرح کی ہے کہ مرئی وہ ہے جس کا جرم ہو خواہ رنگ ہو یا نہ ہو اھ (ت)

التاسع فسرھا العلامۃ ش فی مسألۃ الخف علی الوجہ الصحیح ثم حاد عنہ فقال ستذکر ما فیہ من البحث کما تقدم والبحث ماعلمت فی السابع۔

نواں، ان دونوں کی تفسیر علامہ "ش" نے موزے کے مسئلے میں صحیح طریقہ پر کی ہے، پھر اُس سے انحراف کیا، اور فرمایا اس میں جو بحث ہے ہم اس کو ذکر کریں گے جیسا کہ گزرا، یہ بحث ساتویں تحقیق میں آپ جان چکے ہیں۔ (ت)

العاشر قال فی الجوھرۃ (اذا اصاب الخف نجاسۃ لہا جرم) ای لون و اثر بعد الجفاف کالروث والدم والمنی[1] اھ فرد الصحیح الی الغلط الصریح۔

دسواں، جوہرہ میں کہا (جب موزے کو جرم دار نجاست لگ جائے) یعنی جس کا خشک ہونے کے بعد رنگ اور اثر ہو جیسے لید، خون اور منی اھ تو صحیح سے انہوں نے صریحاً غلط مطلب نکالا۔ (ت)

اقول وتعرف ما فی کل ھذہ بحرف واحد فاعلم ان المسائل ھھنا اربع مسألۃ التطھیر بازالۃ العین او غلبۃ الظن[2] مسألۃ وقوع نجس فی حوض کبیر ومسألۃ الخف ومسألۃ التقدیر بوزن الدرھم او مساحتہ وزاد فی البدائع اخری مسألۃ الوقوع فی البئر فمسألۃ التطھیر والحوض الکبیر فریق وسائرھن فریق والمراد بالمرئی فی الفریق الاٰخر ھو المتجسد ای ما یری لہ بعد الجفاف جرم شاخص فوق سطح المصاب ولایکفی مجرد اللون و بغیرالمرئی غیر

میں کہتا ہوں جو کچھ مذکورہ ابحاث میں ہے وہ صرف ایک حرف سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ دراصل یہاں چار مسائل ہیں، پاک کرنے کے لیے نجاست کے عین کو زائل کردینا یا اس کے زوال کا غلبۂ ظن حاصل ہونا، بڑے حوض میں نجاست کے گرنے کا مسئلہ، موزے کا مسئلہ، وزن درہم سے اندازہ یا اس کی پیمائش کا لحاظ۔ اور بدائع میں ایک اور مسئلہ کا اضافہ کیا، کنوئیں میں گرنے کا مسئلہ، تو پاکی اور بڑے حوض کا مسئلہ ایک فریق ہے اور باقی دوسرا فریق ہے اور مرئی سے دوسرے فریق میں جسم والا مراد ہے، یعنی جس کا جرم خشک ہونے کے بعد بھی ابھرا ہوا نظر آئے

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ باب الانجاس امدادیہ ملتان ۱/۴۲

المتجسد ای ما لا یری له بعد الجفاف جرم شاخص وان بقی اللون وھذا ما فی الصغری والتتمة وشرح الطحاوی والذخیرة والمنبع والمراد بالمرئی فی مسألة التطھیر والحوض الکبیر ما یدرکه البصر وان جف ولو بمجرد لونه من دون جرم مرتفع فوق المصاب وبغیر المرئی ما لا یحس له بالبصر بعد الجفاف او فی الماء عین ولا اثر وھذا ما فی غایة البیان وغیرھا والدلیل علی ھذا التوزیع :

اور اس میں صرف رنگ نظر آنا کافی نہیں ہے، اور غیر مرئی سے مراد غیر متجسد ہے، یعنی خشک ہوجانے کے بعد اُس کا اُبھرا ہوا جرم نظر نہ آئے اگرچہ اس کا رنگ باقی ہو، یہ وہ ہے جو صغرٰی، تتمہ، شرح طحاوی، ذخیرہ اور منبع میں ہے، اور مسئلہ تطہیر، اور بڑے حوض میں مرئی سے مراد وہ ہے جو نظر میں آئے اگرچہ خشک ہوجائے، اگرچہ صرف رنگ نظر آئے جرم نظر نہ آئے، اور غیر مرئی سے مراد جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے یا پانی میں کوئی جرم ہو اور نشان نہ ہو یہ غایۃ البیان وغیرہ میں ہے اور اس توزیع کی دلیل یہ ہے: (ت)

اولاً ما استدلوا به علی احکام للفریقین کما لا یخفی علی من طالع الکتب المعللة کالبدائع والھدایة والتبیین والکافی والفتح والغنیة والحلیة والبحر وغیرھا من ذلک قول الھدایة اذا اصاب الخف نجاسة لھا جرم فجفت فدلکه جاز لان الجلد لصلابته لا تتداخله اجزاء النجاسة الا قلیلا ثم یجتذبه الجرم اذا جف فاذا زال زال ما قام به وان اصابه بول لم یجز وکذا کل ما لا جرم له کالخمر لان الاجزاء تتشرب فیه ولا جاذب یجذبھا اھ[1] وفی الحلیة لانھا مجرد بلة فتدخل فی اجزاء الخف ولا جاذب لھا[2]

اوّلاً وہ جو انہوں نے استدلال کیا ہے مسائل کے فریقین کے احکام پر، جیساکہ مخفی نہیں اس پر جس نے اُن کتب کا مطالعہ کیا ہے جو احکام کی علتیں بیان کرتی ہیں، جیسے بدائع، ہدایہ، تبیین، کافی، فتح، غنیہ، حلیہ اور بحر وغیرہ۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ اگر موزے کو کوئی جرم دار نجاست لگ جائے اور خشک ہوجائے تو وہ رگڑنے سے پاک ہوجاتا ہے، کیونکہ کھال کی سختی کی وجہ سے اس میں نجاست کے اجزاء داخل نہیں ہوسکتے سوائے معمولی اجزاء کے اور جب موزہ خشک ہوگا تو اُن اجزاء کو جرم جذب کرے گا اور جب وہ جرم زائل ہوگا تو جو اُس کے ساتھ ہوگا وہ بھی زائل ہوجائیگا اور اگر موزے پر پیشاب لگ جائے تو

[1] الہدایۃ باب الانجاس مطبع عربیہ کراچی ۱/۵۶
[2] حلیہ

اھ وانت تعلم انہ لااثر فی ھذا اللااثر بقی اولا بخلاف مسألۃ التطہیر فان المقصود فیہا ازالۃ المصیب وذلك بالیقین فی المرئی وبغلبۃ الظن فی غیرہ لانہ اذا لم یحس لم یبق سبیل الی الیقین بزوالہ فاکتفی باکبر الرأی الملتحق فی الفقہیات بالیقین اما ما یری لہ عین او اثر فعلم زوالہ بزوالہ وبقاءہ ببقاءہ لان الاثر لایقوم الا بالعین والعرض لاینتقل من عین الی عین قال فی البدائع ان کانت النجاسۃ مرئیۃ کالدم ونحوہ فطہارتہ زوال عینہا ولاعبرۃ فیہ بالعدد لان النجاسۃ فی العین فان زالت زالت وان بقیت بقیت ولو زالت العین مابقی الاثر فان کان مما یزول اثرہ لایحکم بطہارتہ مالم یزل الاثر لان الاثر لون عینہ لالون الثوب فبقاؤہ یدل علی بقاء عینہ وان کانت مما لایزول اثرہ لایضر بقاء اثرہ لان[عہ] الحرج مدفوع[1] اھ ملتقطا وبھذا یفترقان فی الحوض فغیر

جائز نہیں، اور اسی طرح ہر اس نجاست کا حال ہے جس کا جرم نہ ہو جیسے شراب۔ کیونکہ شراب کے اجزاء اس میں جذب ہوتے ہیں اور ان کا کوئی جاذب نہیں ہے اھ اور حلیہ میں ہے کیونکہ وہ محض تری ہے تو وہ موزے کے اجزاء میں داخل ہو گی اور اس کا کوئی جاذب نہیں اھ اور تم جانتے ہو کہ اس میں اثر کا کوئی دخل نہیں جو باقی رہا یا نہ رہا بخلاف مسئلہ تطہیر کے، کیونکہ وہاں مقصود لگی ہوئی چیز کا ازالہ ہے، اور یہ اسی وقت ہوگا جبکہ مرئی میں ازالہ کا یقین ہو اور غیر مرئی میں غلبۂ ظن ہو کیونکہ جب وہ محسوس نہ ہو تو اس کے زوال کا یقین کرنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں، تو ظنِ غالب پر اکتفاء کر لیا گیا، جس کو فقہی مسائل میں یقین کا قائم مقام سمجھا گیا ہے، اور وہ نجاستیں جن کا جِرم یا اثر ہو تو اُن کے زوال کا حال اُن کے زوال سے معلوم ہو جاتا ہے اور اُس کی بقاء ان کے باقی رہنے سے معلوم ہو جاتی ہے کہ اثر تو عین سے قائم ہوتا ہے اور عرض ایک عین سے دوسرے عین کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، بدائع میں فرمایا اگر نجاست مرئیہ ہو جیسے خون اور اسی کی شکل

[عہ] اقول استدل رحمہ اللہ تعالٰی علی ھذا باربعۃ اوجہ ھذا احسنہا فاقتصرت علیہ تبعا للھدایۃ ولو ذکرت سائر الوجوہ بما لھا وعلیہا طال الکلام ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول صاحبِ بدائع نے اس پر چار طرح سے دلیل قائم کی ہے میں نے ہدایہ کی اتباع میں صرف اس کو بیان کیا ہے اور اگر میں تمام وجوہ کو ہر پہلو ذکر کرتا تو بات طویل ہو جاتی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع شرائط التطہیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۸

المرئية علیٰ تنعدم والمرئية تبقى ولا تؤثر حتى ان قلت مساحة الماء اثرت۔

تو اس کی طہارت اس کے عین کے زوال پر موقوف ہو گی، اور اس میں عدد کا اعتبار نہیں، کیونکہ نجاست عین میں ہے تو اگر وہ زائل ہو گا تو وہ زائل ہو گی اور وہ باقی رہے گا تو وہ باقی رہے گی، اور اگر عین زائل ہو گیا تو اثر باقی نہ رہے گا، اور اگر وہ اس قسم کا ہے کہ اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے تو اس کی طہارت کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جائے گا جب تک کہ اثر زائل نہ ہو کیونکہ اثر اس کی عین کا رنگ ہے نہ کہ کپڑے کا، تو اس کی بقاء اس کے عین کی بقاء پر دلالت کرتی ہے اور اگر وہ ایسا ہے کہ اس کا اثر زائل نہیں ہوتا تو اس کے اثر کا باقی رہنا مضر نہیں کیونکہ حرج مدفوع ہے اھ ملتقطاً، تو اس طرح یہ دونوں حوض میں جدا ہو جائیں گے تو غیر مرئیہ معدوم ہو جائے گی اور مرئیہ باقی رہے گی اور اثر انداز نہ ہو گی یہاں تک کہ جب پانی کی پیمائش کم ہو گی تو پھر اثر انداز ہو گی۔ (ت)

وثانیا عن ملك العلماء الدم من المرئی کما رأیت انفا وقد عدہ قبل ھذا بورقتین من غیر ذوات الجرم فقال ان کان غیر مستجسد کالبول والدم والخمر ینزح ماء البئر کله[1] اھ وکذلك قول الھدایة مالا جرم له کالخمر ومعلوم ان الدم والخمر من ذوات اللون فعلم ان لا عبرۃ به فی مسألة الخف والبئر وکذا مسألة التقدیر لان اللون لا اثر له فی الکثافة والرقة ولذا قال فی الخانیة فی غیر المستجسدۃ کالبول والخمر والدم یعتبر القدر[2] بسطا اھ بخلاف مسألة التطھیر المشروط فیھا زوال الاثر

اور ثانیاً ملک العلماء نے خون کو مرئیہ میں سے شمار کیا ہے جیسے کہ آپ نے ابھی دیکھا، حالانکہ دو ورق پہلے انہوں نے اس کو غیر جرم والی نجاستوں میں شمار کیا تھا، فرمایا اگر وہ جرم دار نہ ہو جیسے پیشاب، خون اور شراب، تو کنویں کا سارا پانی نکالا جائے اھ اور ہدایہ کا قول بھی ایسے ہے کہ جس کا جرم نہ ہو جیسے شراب، اور یہ بات معلوم ہے کہ شراب اور خون رنگ والی چیزیں ہیں پس معلوم ہوا کہ موزہ اور کنویں کے مسئلہ میں رنگ کا اعتبار نہیں ہے اسی طرح اس میں مقدار کا اعتبار بھی نہیں کیونکہ رنگ میں کثافت اور رقت کا اثر نہیں ہوتا، اسی لیے خانیہ میں کہا کہ غیر جسم والی نجاستوں جیسے پیشاب، شراب اور خون میں پھیلاؤ

علیہ کما حققناہ فی الاصل السادس والعاشر من الجواب الخامس فی رسالتنا رحب الساحة ۱۲ منه غفرله (م)

جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "رحب الساحة" میں پانچویں جواب کے تحت چھٹے اور دسویں قاعدہ میں اس کی تحقیق کی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع مقدار الذی یصیر المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۶

[2] قاضی خان فصل فی النجاسة الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰

مالم يشق فلذا جعله ملك العلماء فيها من المرئي۔

کے اعتبار سے اندازہ ہوگا اھ بخلاف مسئلہ تطہیر کے کہ اس میں زوالِ اثر مشروط ہے جب تک کہ دشوار نہ ہو اس لیے اس کو اس میں ملک العلماء نے مرئی قرار دیا ہے۔ (ت)

وثالثا ملك العلماء عبر في مسائل الفريق الاخير بالمستجسد وغير المستجسد او المتجسد والمائع ثم قال في الفريق الاول النجاسة المرئية قط لا تزول بالمرة الواحدة فكذا غير المرئية ولا فرق سوى ان ذلك يرى بالحس وهذا يعلم بالعقل اھ وهذا من اجلى نص على ان المرئي بلونه من المرئي في مسئلة التطهير۔

ثالثاً، آخری فریق کے مسائل میں ملک العلماء نے جسم والی اور غیر جسم والی، یا جسم والی اور مائع سے تعبیر کیا، پھر فرمایا کہ فریق اول میں نجاست مرئیہ کبھی ایک مرتبہ میں زائل نہیں ہوتی ہے تو اسی طرح غیر مرئیہ ہوگی اور کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ مرئیہ حس سے نظر آتی ہے اور غیر مرئیہ عقل سے معلوم ہوتی ہے اھ اور یہ بڑی واضح نص ہے مسئلہ تطہیر میں رنگ والی مرئیہ میں سے ہے۔ (ت)

ورابعا كذلك الامام تاج الشريعة عبر في مسألة التقدير بالكثيف والرقيق وفي مسألة الخف بذي جرم وما لا جرم له وقال في مسألة التطهير يطهر بما لم يراثره[عہ]

اور چوتھا، اسی طرح امام تاج الشریعۃ نے مقدار کے مسئلہ میں کثیف اور رقیق سے تعبیر فرمایا، اور موزے کے مسئلہ میں جرم دار یا غیر جرم دار سے تعبیر کیا، اور مسئلہ تطہیر میں فرمایا کہ جس نجاست کا اثر غیر مرئی ہو

[عہ] ولكن اكرم بعقل الذي يرى هذا التصريح المفيض ؛ ثم يقوم يفسر النقيض بالنقيض ؛ وهو العصري اللكنوي اذ قال في عمدة الرعاية وهي التي لا جرم لها ولا تحس بعد الجفاف سواء كان له لون ام لا كذا في خزانة الفتاوى[عہ] اھ فسبحٰن الله يقول التاج لم يراثره وهذا يفسره بما يرى اثره اولا ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ۱۲ منہ غفر له (م)

لیکن آپ اس کی عقل کو داد دیں جس نے یہ تصریح دیکھ کر اس کی تفسیر اس کی نقیض کے ساتھ کر دی اور یہ معاصر لکھنوی ہیں جنہوں نے عمدۃ الرعایۃ میں کہا کہ یہ وہ نجاست ہے جس کا جرم نہ ہو اور وہ خشک ہونے کے بعد محسوس بھی نہ ہو خواہ اس کا رنگ ہو یا نہ ہو خزانۃ الفتاوی میں ایسے ہے اھ پس سبحان اللہ تاج الشریعۃ تو یہ فرمائیں کہ "وہ جس کا اثر نظر نہ آئے" اور یہ صاحب اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ اس کا اثر دیکھا جائے یا نہ دیکھا جائے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[۱] بدائع الصنائع شرائط التطہیر سعید کمپنی کراچی ۱/ ۸۸

[۲] عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح الوقایۃ باب الانجاس المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/ ۱۳۷

يغسله ثلثا فاban ان مايرى اثره من المرئى

ولا اقول كما قال فى الغنية[1] تحت قوله ان لم تكن النجاسة مرئية اى ان لم يكن لها لون مخالف اللون الثوب[1] اھ فانه يحصر المرئى فى الرؤية باللون ويخرج مايرى له جرم شاخص فوق سطح المصاب مع موافقته له فى اللون على انه يرفع الامتياز بين المرئى وغيره فكل شیئ اصاب مايخالفه فى اللون كان مرئيا واذا اصاب مايوافقه فيه كان غير مرئى۔

وہ تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوگی تو انہوں نے واضح کردیا کہ جس کا اثر نظر آئے وہ نجاست مرئیہ ہے، اور میں وہ نہیں کہتا جو غنیہ میں ان لم تکن النجاسۃ مرئیۃ کے تحت فرمایا، یعنی اگر اس کا رنگ کپڑے کے رنگ سے مختلف نہ ہو اھ، کیونکہ یہ مرئی کو رؤیۃ باللون میں منحصر کرتا ہے اور اس سے وہ خارج ہوجائیگا جس کا اُبھرا ہوا جرم نظر آتا ہو حالانکہ وہ رنگ میں کپڑے کے رنگ کے موافق ہوتا ہے علاوہ ازیں ان کا بیان مرئی اور غیر مرئی کے درمیان امتیاز کو ختم کردیتا ہے کیونکہ اس طرح ہر وہ چیز جو ایسی چیز کو لگ جائے جو اُس کے رنگ میں مخالف ہو تو وہ مرئی ہوگی اور جب وہ ایسی چیز کو لگے جو رنگ میں اس کے موافق ہو تو غیر مرئی ہوگی۔ (ت)

وخامسا اتفقت المتون والاقدمون على التعبير فى مسألتى الخف والتطهير بذى جرم وغيرذى جرم والكثيف والرقيق وفى مسألتى التطهير والحوض الكبير بالمرئى وغير المرئى لاشك ان المرئى لونه مرئى بل لامرئى منه الا اللون سواء كان كثيفا اورقيقا والذى لاجرم له شاخصا بعد الجفاف رقيق وليس اللون جرما فتبين ان اللون معتبر فى هذا الفريق دون الأخر ولو مشت الشروح على التفسير فى الموضعين بما هو مؤدى نفس الالفاظ لم يقع الاشتباه لكنهم كما فسروا فى مسألة التطهير مايرى بعد الجفاف ومالا يرى

پانچواں، متون اور متقدمین علماء کا موزے اور تطہیر کے مسئلہ میں جرم والی اور غیر جرم والی اور کثیف و رقیق کی تعبیر میں متفق ہیں اور تطہیر اور حوض کبیر کے مسائل میں مرئی اور غیر مرئی کی تعبیر میں اتفاق ہے اور کچھ نہیں کہ مرئی وہ ہے جس کا رنگ نظر آئے بلکہ مرئی کا رنگ ہی نظر آتا ہے خواہ کثیف ہو یا رقیق ہو اور وہ کہ جس کا جرم خشک ہوجانے کے بعد اُبھرا ہوا نظر نہ آئے وہ رقیق ہے اور رنگ کوئی جرم نہیں تو ظاہر ہوگیا کہ رنگ معتبر ہے اس تطہیر اور حوض کے فریق میں نہ کہ دوسرے فریق میں، اور اگر شروح میں دونوں مقامات پر وہی تفسیر ہوتی جو نفس الفاظ سے مستفاد ہوتی ہے تو کوئی اشتباہ واقع نہ ہوتا لیکن انہوں نے تطہیر کے مسئلہ میں

---

[1] غنیۃ المستملی الشرط الثانی الطہارۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۸۳

بعده کما مرعن غایة البیان وعنها فی البحر والشرنبلالیة والطحطاوی علی المراقی ومثله فی الدر وغیره کذلك فسروا بهما ذا الجرم وغیرذی الجرم فی مسألة الخف کما تقدم فذهب الوهل الی ان المراد واحد فی الموضعین ولیس کذلك بل هو علی ظاهره فی مسألة التطهیر ومؤول برؤیة الجرم وعدمها فی الفریق الأخر فهذا هو التحقیق الانیق الذی لوحانت منهم التفاتة الیه لما فسرها الغایة وحلبی فی الفریق الاول بالمستجسدة وغیرها ولا نقل فیها القهستانی عبارة الصغری ولا البرجندی عبارة شرح الطحاوی ولا نصب الخلاف بینها وبین ما فی بعض الشروح ولا جعل البحروط معنی العبارتین واحدا ولا نقل فیها عبد الحلیم ما نقل ولا اثبت الخلاف بین واردین غیرمورد واحد ولا جعل المنصورههنا الاول ولا صرف الحلیة کلام الغایة الی غیرالمحمل اماکون بعض الابوال قد یری له لون فلا یقدح فی المثال ولا یحصر فیه مراد المقال ولا اضطرب کلام الشامی فیه فجزم فی مسألة التقدیر بحمل المرئی علی مرئی الجرم ثم انکره ولا احتاج الی ترجیح ما فی الغایة علی ما لا یخالفه اصلا ولا تمسك بالتوفیق فان کلام الهدایة فی مسئلة الخف

اسی طرح تفسیر کی ہے کہ وہ جو خشک ہوجانے کے بعد نظر آئے اور وہ جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسا کہ غایۃ البیان سے گزرا، اور اسی سے بحر، شرنبلالیہ، طحطاوی علی مراقی الفلاح اور اسی کی مثل دُر وغیرہ میں ہے، اسی طرح انہوں نے موزے کے مسئلہ میں دونوں کی تفسیر جرم دار اور غیر جرم دار سے کی جیسا کہ گزرا تو معاً ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ دونوں جگہ مراد واحد ہے حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ مسئلۂ تطہیر میں ظاہر ہے اور جرم کے دیکھنے نہ دیکھنے کے ساتھ فریق آخر میں یہ مؤول ہے تو یہی تحقیق انیق ہے اگر ان کی توجہ اس طرف ہوجاتی تو غایہ اور حلبی فریق اول میں جسم والی اور غیر جسم والی سے مرئی اور غیر مرئی کی تفسیر نہ کرتے اور نہ قہستانی اس میں صغری کی عبارت نقل کرتے اور نہ برجندی طحاوی کی شرح کی عبارت نقل کرتے اور نہ وہ اس میں اور بعض شروح کی عبارات میں خلاف قائم کرتے، اور نہ بحر اور ط دونوں عبارتوں کا ایک معنی بتاتے اور نہ اس بارے میں عبد الحلیم وہ نقل کرتے جو انہوں نے نقل کیا، اور نہ وہ دونوں مواقع کا خلاف متعدد جگہ ثابت کرتے اور نہ وہ یہاں پہلے کو مضبوط قرار دیتے، اور نہ حلیہ، غایۃ کے کلام کو غیر محمل پر پھیرتے تاہم بعض پیشاب رنگ والے نظر آتے ہیں اس کو مثال کے طور پر ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور وہ کلام کی مراد کو اس میں منحصر نہ کرتے، اور نہ شامی کا کلام اس میں مضطرب ہوتا کہ مقدار کے بیان میں انہوں نے مرئی کو مرئی الجرم قرار دے کر پھر انہوں نے انکار کردیا، اور نہ وہ غایۃ کے بیان کردہ کو بلاوجہ ترجیح دیتے ایسی چیز پر جو بالکل مخالف نہ تھی اور

قال اذا اصاب الخف نجاسة لها جرم کالروث والدم والمنی[1] الخ وکذا کلام الخانیة فی مسألة التقدیر کما تقدم اٰنفا وھما من الفریق[عہ] الاٰخر فکون الدم الرقیق من غیر المرئی فیه لاینافی کونه مرئیا فی مسئلة التطھیر ولا اورد السید ان علی کلام مسکین عبارة الصغری ولا فسر الجوھرة فی مسألة الخف الجرم باللون واین الجرم واین اللون واین العین واین الاثر فانما نشأ کل ذٰلک من عدم الفرق بین المقامین وھذہ زلة ناشیة لم ار من تنبه لها او نبه علیها واللّٰه الموفق لارب سواہ وصلی اللّٰه تعالٰی علٰی مصطفاہ واٰله وصحبه ومن والاہ۔

نہ وہ عبارتوں کی توفیق کو دلیل بناتے کیونکہ خُف کے مسئلہ میں جہاں ہدایہ نے کہا "جب موزے کو ایسی نجاست لگ جائے جس کا جرم ہوتا ہے جیسے گوبر، خون اور منی الخ" اسی طرح مقدار کے مسئلہ میں خانیہ کا کلام جو ابھی گزرا، یہ دونوں کلام دوسرے فریق کے بارے میں ہیں پس رقیق خون کا خُف کے مسئلہ میں غیر مرئی ہونا تطہیر کے مسئلہ میں مرئی ہونے کے مخالف نہیں، اور نہ دونوں رہنما علامہ مسکین کے کلام پر صغرٰی کی عبارت سے اعتراض کرتے اور نہ جوہرۃ موزے کے مسئلہ میں جرم کی تفسیر رنگ سے کرتے، کہاں رنگ اور کہاں جرم، کہاں رنگ اور کہاں عین اور کہاں اثر، مذکورہ تمام امور اس لیے پیدا ہوئے کہ دونوں مقاموں (فریقوں) میں فرق نہ کیا گیا، اور یہ بہت واضح بے احتیاطی ہے اس بے احتیاطی کی توجہ کرنے والا یا توجہ دلانے والا مجھے کوئی نظر نہیں آیا واللہ الموفق ولا رب سواہ وصلی اللہ تعالٰی تعالٰی مصطفاہ وآلہ وصحبہ ومن والاہ۔ (ت)

مقدمہ ثالثہ ثابت ہوا کہ رقیق وہ ہے کہ زمین وغیرہ جس شے پر پڑے خشک ہونے کے بعد اس کا دَل محسوس نہ رہے اور بالبداہۃ ظاہر کہ یہ اُسی شے میں ہوگا جو بہنے میں تمام وکمال پھیل جائے ورنہ اجزاء زیروبالا رہے تو ضرور دَل محسوس ہوگا تو دلیل قطعی سے روشن ہوا کہ یہاں رقیق اسی مائع قسم اول کا نام ہے یہ ہے وہ تحقیق معنی رقیق کہ ان سطور کے سوا نہ ملے گی وباللہ التوفیق ولہ الحمد علی ھدایۃ الطریق۔

عہ ای فالتوفیق فی محله فیطھر الخف من دم غلیظ بالحت ویعتبر رقیق اصاب ثوبا بالمساحة لکن لایصح نقله الی مسألة التطھیر التی فیھا کلام الشامی فالدم الرقیق لایصح جعله فیھا غیر مرئی ۱۲ منه غفرله (م)

یعنی توفیق اپنی جگہ پر ہے غلیظ خون لگنے پر موزے کو رگڑ کر پاک کیا جا سکتا ہے اور وہ رقیق خون جو کپڑے کو لگے تو اس کے پھیلاؤ کی مقدار کا اندازہ کیا جائیگا لیکن اس حکم کو علامہ شامی کے بیان کردہ تطہیر کے مسئلہ میں منتقل نہیں کیا جائے گا لہذا اس مسئلہ میں رقیق خون کو غیر مرئی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ باب الانجاس مطبع عربیہ کراچی ۵۶/۱

ثم اقول ظاہر ہے کہ پانی فی نفسہ ایسا ہی ہے جسے بے جرم سے تعبیر کیا گیا اب اُس میں دوسری شے جرم دار
ملنے کی تین صورتیں ہیں: (۱) استہلاک (۲) اختلاط (۳) امتزاج

استہلاک یہ کہ وہ شے اس میں مل کر گم ہوجائے پانی سے اُس کا جرم ظاہر نہ ہو جیسے چھنا ہوا شربت کہ اُس
میں شکر کے اجزاء ضرور ہیں مگر ان کا جرم اصلاً محسوس نہ رہا اُسے بہائیے تو خالص پانی کی طرح اُس کے سب اجزاء
پھیل جائیں گے کہیں ڈل نہ رہے گا تو رقت بحال خود باقی ہے اگرچہ رقت اضافیہ میں ضرور فرق آئے گا کہ مخلوط و
نامخلوط یکساں نہیں ہوسکتے۔

اختلاط یہ کہ اُس کا جرم کُلاًّ یا بعضاً باقی رہے مگر پانی کو جرم دار نہ کرے بہانے میں اس کے اجزاء الگ
رہ جائیں اور پانی اُنھیں چھوڑ کر خود پھیل جائے جیسے بے چھنا شربت جس میں شکر یا بتاشوں کے کچھ ریزے رہ گئے ہوں
ان ریزوں کو اختلاط تھا اور جس قدر کُھل گئے اُن کا استہلاک مگر ان میں کوئی پانی کے اجزاء پھیلنے کو مانع نہ ہُوا۔

امتزاج یہ کہ پانی اور وہ شے مل کر ایک ذات ہوگئے ہوں پانی اُسے چھوڑ کر نہ بہہ سکے بلکہ ہر جگہ وہ اس
کے ساتھ گھال میل رہے ظاہر ہے کہ یہ مجموع مرکب تمام وکمال نہ پھیل سکے گا اور ضرور جرم دار شے کی طرح ختم سیلان
پر بھی ڈل رکھے گا۔ پہلی دو صورتوں میں پانی اپنی رقت پر ہے اول پر تو ظاہر کہ وہاں کوئی جرم محسوس ہی نہ ہوا اور دوم
پر جرم جُدا ہے اور پانی جُدا تو پانی بدستور رقیق ہی رہا جیسے کنکریلی یا سنگلاخ زمین میں تالاب کا پانی یا جس لوٹے
میں پتھر لوہے کے ٹکڑے ڈال دیے جائیں کوئی عاقل نہ کہے گا کہ اس سے پانی ہی رقیق نہ رہا بخلاف صورت سوم کہ
بلاشبہ رقت زائل اور طبیعت تبدل ہوئی زوال طبع سے یہی مراد ہے وللہ الحمد۔

اقول اب بتوفیقہ تعالٰی سب اقوال متوافق ہوگئے اور اشارات علمائے کے معنے واضح،

اوّلاً رقت اضافیہ ضعف و قوت وقلت وکثرت میں بشدت متفاوت ہوتی ہے جس کا بیان اوپر
گزرا اس کی انتہا تو شے کے جامد ہوجانے پر ہے جب تک سیلان کچھ بھی باقی ہے رقت باقی ہے اگرچہ کیسی ہی خفیف اور
شک نہیں کہ تینوں صورتوں میں سیلان موجود تو رقت بھی موجود اگرچہ بتفاوت لہذا دو صورت اولی میں محقق علی الاطلاق
نے رقت آب کو غالب بتایا اور صورت ثالثہ میں امام ناطفی نے مغلوب۔

ثانیاً رقت جس معنی پر محقق ہوئی یعنی بے جرم ہونا ختم سیلان کے بعد ڈل نہ رہنا اس میں تفاوت افراد
نہیں ڈل اگر کچھ بھی ہوگا یہ رقت معدوم ہوجائے گی اصلاً نہ ہوگا بحال خود باقی رہے گی لہذا دو صورت اولی کو غنیہ میں

---

[1] کافی وکفایہ و بنایہ میں فرمایا:

الامتزاج الاختلاط بین شیئین حتی یمتنع التمییز اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

امتزاج یہ ہے کہ دو چیزیں آپس میں اس طرح مل جائیں کہ ان کے درمیان تمیز نہ ہوسکے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

یُوں بتایا کہ پانی ویسا ہی اپنی رقت پر رہے جیسا کہ قبل اختلاط تھا اور صورت ثالثہ کو ذخیرہ وتتمہ وحلیہ نے یُوں کہ رقت یکسر مسلوب۔

ثالثاً دو صورت اولیٰ ہی کی طرف خلاصہ کا ارشاد کہ پانی اُس میں آشکار ہو مشیر کہ جب تک امتزاج نہ ہو پانی کا ظہور ظاہر و مستنیر۔

رابعاً خانیہ کا ارشاد کہ اگر متماسک ہوجائے وضو جائز نہیں صورت ثالثہ ہی کا بیان ہے کہ دِل باقی رہنا تماسک اجزا ہی سے ہوتا ہے اور بحال تماسک دُل ضرور رہتا ہے۔

خامساً اسی کو علمائے کرام نے رُب و دِبس ونشاستج وطین وسویق کی مثالیں دے کر بتایا کہ یہ سب اشیا اگرچہ سائل و رقیق اضافی ہیں مگر ان کے اجزا تماسک سے خالی نہیں ولہذا ختم سیلان پر ان میں ضرور دُل رہتا ہے۔ رُب بالضم میووں کا عرق کہ جوش دے کر قوام پر لایا گیا اور غلیظ و بستہ ہوگیا، دِبس دوشاب اور اس کے مطلق سے دوشاب خرما مراد کہ عرق خرما بدستور نکال کر اتنا جوش دیں کہ انگلی سے اٹھائیں تو انگلی میں لپٹ آئے، نشاستج بالفتح جسے عربی میں نشا اور فارسی میں نشاستہ کہتے ہیں۔ نشاستج اس کا معرب ہے یہ کہ گیہوں پانی میں اتنی مدت تک بھگوئے جائیں کہ عفونت لے آئیں اور پوست چھوڑ دیں مغز باریک کوٹ کر صافی میں چھان کر رکھیں یہاں تک کہ گیہوں کے اجزا تہ نشین ہوجائیں پانی اوپر رہ جائے اُسے پھینک کر تہ نشین کو سکھالیں ظاہر ہے کہ جب تک اجزا تہ نشین نہ ہوں گے پانی سے ممتزج رہیں گے طین، کیچڑ، سویق، ستو یہ مثالیں یاد رکھنے کی ہیں کہ غلظت کی صورت ذہن میں رہے ان کو ہم ایک مصرع میں جمع کریں ؎

رُبّ و دِبس ونشا وطین وسویق ہرچہ زینگونہ شد نہ ماند رقیق

(راب، شیرہ، نشاستہ، کیچڑ اور ستو ان میں سے جو بھی گاڑھا ہوجائے رقیق نہ رہے گا۔ ت)

سادساً ہدایہ و بدائع وغیرہما میں سویق کو مخلوط سے مقید فرمانا صورت ثانیہ وثالثہ کے فرق کی طرف اشارہ فرماتا ہے پانی میں اگر ستو ڈال دیے کہ تہ نشین ہوگئے نتھرا پانی یا خفیف آمیزش کا اوپر رہ گیا جو اُسے جرم دار نہ کرے تو وضو جائز نہ ہوگا و لہذا کالسویق المخلوط فرمایا یعنی گھلے ہوئے ستو کہ پانی سے ممتزج ہوجائیں؛ الحمد للہ کہ رقت مطلوبہ کی حد بندی اُس وجہ رفیع پر ہوئی کہ اس رسالہ کے غیر میں نہ ملے گی۔ اُس کے بیان کا بھی ایک شعر اشعار تعریف مائے مطلق میں اضافہ کریں ؎

رقت آن دان کہ بہ سیلان ہمہ یک سطح شود خالی از جرم اگر مانع او ناید پیش

(رقت یہ ہے کہ بہنے پر سطح برابر ہو اور اس کا حجم نہ بنے بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو۔ ت)

یا یُوں کہیے ؎

آں رقیق ست کہ اجزائش بختم سیلان ۔ زیر و بالا نبود ہیچ سوائے پس و پیش

(رقیق وہ چیز ہے کہ بہاؤ کے ختم ہونے پر اس کے اجزاء کا حجم نہ بنے بلکہ بہنے میں صرف ان کا تقدم و تاخر ہو۔ ت)

الحمد للہ اس تقریر منیر سے فوائد کثیرہ حاصل ہوئے:

فائدہ ۱: طبیعت اور اس کے بقا و زوال کا بیان۔

فائدہ ۲: حقیقت سیلان اور اس کا فلسفہ اور جامد و سائل کا فرق اور یہ کہ اگر اوپر سے نشیب میں مثلاً گیہوں کے دانے اور کوئی تختہ اور پانی گرائیں سب اپنی حرکت بالطبع سے متحرک ہو کر نیچے اُتر جائیں گے مگر ان میں پانی ہی کی حرکت کو سیلان کہیں گے نہ ان دو کی اس کی وجہ کہ اول اجسام منفصلہ کی حرکات عدیدہ ہیں اور دوم جسم واحد کی حرکت واحدہ اور سوم جسم واحد متصل حسی کے اجزائے متجاورہ کی متوالی حرکات طبعیہ پے در پے کہ انفکاک حسی نہ ہونے دیں اسی کا نام سیلان ہے۔

فائدہ ۳: رقت مطلق کے معنی اور اس کے مواضع اطلاق۔ **فائدہ ۴**: وہ امر اضافی و مقول بالتشکیک ہے۔

فائدہ ۵: وہ اپنے نفس معنی کے لحاظ سے سیلان کے ساتھ مساوی بلکہ معنی شامل جامدات پر اُس سے عام مطلقاً ہے اور ہنگام اضافت عام من وجہ کہ شیر شتر بہ اضافت شیر بز رقیق نہیں اور سائل ہے اور گلاب کا شیشۂ حلبی آئینہ کے اعتبار سے رقیق ہے اور سائل نہیں۔ **فائدہ ۶**: مسائل خف وغیرہ میں معنی جرم و عدم جرم۔

فائدہ ۷: اُن میں معنی مرئی و غیر مرئی۔ **فائدہ ۸**: مرئی و غیر مرئی معتبر مسئلہ تطہیر و مسئلہ حوض کبیر سے اُن کا فرق۔

فائدہ ۹: انظار ماہرین کی ان میں انواع انواع لغزش۔

فائدہ ۱۰: رقت مطلوبہ و مصطلحہ ائمہ کے معنی یہ سب بھی روشن طور پر واضح ہو گئے۔

فائدہ ۱۱: جرم میں بے جرمی کیونکر ہوتی ہے۔ **فائدہ ۱۲**: نیز یہاں کلام ائمہ میں معنی تماسک۔

فائدہ ۱۳: کہ رقت مطلوبہ و بے جرمی ایک شے ہیں اور غلظت یہ کہ بعد ختم سیلان ڈل باقی رکھے۔

فائدہ ۱۴: رقت آب غالب و مغلوب یا موجود و مسلوب ہونے سے مراد اور یہ کہ اُن کا ایک ہی مفاد۔

فائدہ ۱۵: کہ یہ رقت سیلان سے خاص ہے اور اس کے بعد محل اثبات میں ذکر سیلان کی حاجت نہیں مثلاً یُوں کہنا کہ فلاں صورت میں رقت و سیلان باقی رہیں تو وضو جائز ہے، ہاں یُوں کہتے میں حرج نہیں کہ سیلان و رقت باقی رہیں کہ ذکر سیلان ذکر رقت سے مغنی نہیں اگرچہ تنہا ذکر رقت بس ہے تو اطناب ہوا نہ اہمال۔

فائدہ ۱۶: محل نفی میں ذکر سیلان بحرف واو مضر و موہم خلاف مقصود ہے اور بحرف یا کہ تردید کے لیے ہے بیکار۔

فائدہ ۱۷: کپڑے سے نہ نچڑ سکنا اس رقت سے خاص ہے دُودھ رقیق ہے اور نچڑ نہیں سکتا۔

فائدہ ۱۸: یہ رقت نہ معنی اضافی ہے نہ اس میں تشکیک۔

فائدہ ۱۹: پانی میں جرم دار اشیا ملنے کی صورتیں اور اُن کے احکام۔

فائدہ ۲۰ جلیلہ: پانی کی رقت زائل ہونا کچھ جامدات ہی کے خلط پر موقوف نہیں خلافا لما تظافرت علیہ کلمات الشراح واھل الضابطۃ (یہ اس کے خلاف ہے جس پر شراح حضرات اور اہلِ ضابطہ کا کلام گزر چکا ہے۔ ت) بلکہ جرم دار مائعات مثل شہد و شیرہ و رُب و دِبس جب اس سے ایسے ممتزج ہو جائیں کہ معنی مذکور جرم دار کر دیں ضرور رقت زائل اور طبیعت متبدل ہو جائے گی یہ فائدہ بہت ضروری یاد رکھنے کا ہے کہ فصل آئندہ میں کام دے گا ان شاء اللہ تعالٰی یہ ہے وہ تحقیق بازغ کہ مولٰی عزوجل کے فضل بالغ سے قلبِ فقیر پر فائض ہوئی وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی؛ وصلی اللہ تعالٰی وبارك وسلم علی الحبیب الکریم الرؤف الرحیم الارضی؛ واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ما علت سماء ارضا؛ والحمدللہ رب العلمین۔

غلبہ غیر اس میں تین بحثیں ہیں:

بحث اوّل کس امر میں غلبہ مراد ہے۔

اقول یہاں چار چیزیں ہیں، طبیعت، اوصاف، اجزا، مقاصد۔ اور ان سب کے اعتبار سے غلبہ لیا گیا ہے غلبہ بحسب اوصاف قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی ہے جس کا بیان بعونہ تعالٰی آگے آتا ہے باقی تین میں اعتبارِ غلبۂ مجمع علیہ ہے غلبہ بحسب طبع وہی زوالِ رقت ہے اس کے اعتبار پر اجماع ظاہر اور غلبہ بحسب اجزا کہ خاص مذہب امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کہا گیا اور امام برہان الدین صاحب ہدایہ وامام[ع]

ع ہدایہ میں زیرِ مسئلہ آبِ زردج فرمایا ھو الصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت) بنایہ میں ہے المروی عن ابی یوسف ھو الصحیح (جو امام ابو یوسف سے مروی ہے وہ صحیح ہے۔ ت) نہایہ میں ہے قولہ ھو الصحیح احتراز عن قول محمد (اس کے قول ھو الصحیح سے امام محمد کے قول سے احتراز ہے۔ ت) نیز ہدایہ میں فرمایا الغلبۃ بالاجزاء لا بتغیر اللون (غلبہ اجزاء کے اعتبار سے تغیرِ لون سے نہیں۔ ت) بنایہ میں ہے اشار بہ ایضا الی نفی قول محمد (اس سے امام محمد کے قول کی نفی کا اشارہ بھی ہے۔ ت) عنایہ میں ہے نفی لقول محمد فانہ یعتبر الغلبۃ بتغیر اللون والطعم (امام محمد کے قول کی نفی ہے کیونکہ وہ غلبہ باعتبار تغیرِ لون وطعم مراد لیتے ہیں۔ ت) کنز میں تھا او غلب علیہ غیرہ اجزاء (یا اس پر غیر کا غلبہ بطور اجزاء ہو۔ ت) اس پر شارح ہروی نے فرمایا احتراز عن قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی اھ (یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے قول سے احتراز ہے۔ ت) ۱۲ منہ غفرلہ (م)

قاضی خان[2] وامام[3] شمس الائمہ کردری وامام[4] حافظ الدین نسفی وغیرہم اکابر نے اُس کی تصحیح کی اسی کو درر[5] و در[6] میں اصح اور منیع[7] میں صحیح اور سراج[8] وہاج وجوہرہ[9] نیرہ وفتاوی[10] غزی وفتاوی علمگیریہ میں قول جمہور اور نہایہ[11] وعنایہ[12] وحلیہ وغنیہ و بحر[13] ونہر وغیرہا میں اساتذۂ کرام سے منقول وماثور بتایا کما تقدم کل ذلک فی نمرۃ ۱۲۲ و ۱۰۱ و ۹۷ (جیسا کہ نمبر ۱۲۲، ۱۰۱ اور ۹۷ میں گزر چکا ہے۔ت) جامع[18] الرموز میں ہے اعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء وھو الصحیح لتقدم الجزء علی الوصف فی الاعتبار کما فی حاشیۃ[1] الھدایۃ[19] (غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اعتبار میں جزء وصف پر مقدم ہوتا ہے جیسے کہ ہدایہ کے حاشیہ میں ہے۔ت) جوہرہ نیرہ میں ہے الاصح ان المعتبر بالاجزاء[2] اھ (اصح یہی ہے کہ اجزاء کا اعتبار ہوگا۔ت) نیز عنایہ[20] سے آتا ہے کہ صحیح قول ابو یوسف ہے غایۃ[21] البیان میں اسی کو ہمارے ائمہ سے ظاہر الروایۃ بتایا غایہ وعنایہ وبنایہ نے شرح طحاوی[22] امام اسبیجابی سے اس کی تائید کی اس کے خلاف یعنی اعتبار اوصاف کو امام کرخی[23] وغیرہ اکابر نے خلاف صحیح بتایا بنایہ[24] میں ہے الروایۃ الصحیحۃ بخلافہما (روایۃ صحیحہ اس کے خلاف ہے۔ت) اُسی میں ہے صحۃ الروایۃ بخلافہ کذا عن الکرخی[3] اھ (صحتِ روایت اس کے خلاف ہے ایسا ہی کرخی سے ہے۔ت)

اقول اس نسبت وتصحیحات وترجیحات کے یہ معنی نہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی اس کے قائل نہیں بلکہ یہ کہ امام ابو یوسف صرف اسی کو اعتبار فرماتے ہیں اور امام محمد اس کے ساتھ غلبۂ اوصاف کو بھی ورنہ غلبہ بحسب اجزا جس معنی پر لیا گیا جن کی تفصیل بحولہ تعالٰی آتی ہے وہ سب بلا شبہہ سب کو تسلیم ہیں۔

فلا تغرنک المقابلۃ الواقعۃ فی قول الفتح[4] ان محمدا یعتبرہ باللون وابا یوسف بالاجزاء وقول الاجناس فی نمرۃ ۱۰۷ محمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبۃ الاجزاء الا تری الی قول العنایۃ محمد یعتبر الغلبۃ باللون ثم الطعم ثم الاجزاء والصحیح قول

فتح کے کلام میں امام محمد اور امام ابو یوسف کے اقوال کا مقابلہ تجھے دھوکا میں مبتلا نہ کرے کہ امام محمد رنگ کا اور امام ابو یوسف اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں، اور اسی طرح الاجناس کا قول کہ نمبر ۱۰۷ میں مذکور ہوا کہ امام محمد پانی کے رنگ کا اور امام ابو یوسف اجزاء کے غلبہ کی رعایت کرتے ہیں کیونکہ آپ نے دیکھا کہ عنایہ

---

[1] جامع الرموز — باب المیاہ — مطبع الاسلامیہ گنبد ایران — ۱/۴۶
[2] الجوہرۃ النیرۃ — کتاب الطہارۃ — مطبع امدادیہ ملتان — ۱/۱۴
[3] البنایۃ شرح الہدایۃ — باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء — الامدادیہ مکۃ المکرم — ۱/۱۸۵
[4] فتح القدیر — " " " — نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۶۵

ابی یوسف لان الغلبة بالاجزاء غلبة حقیقیة اذوجود المرکب باجزائه فکان اعتبارہ اولی اھ[1] وھی الضابطة التی مشی علیھا ملك العلماء والامام الاسبیجابی رحمھما الله تعالٰی کما مرویاتی تفصیلہ ان شاء الله تبارك وتعالٰی فافھم وتثبت۔

کا قول ہے کہ امام محمد رنگ پھر ذائقہ اور پھر اجزاء کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں اور صحیح امام یوسف کا قول ہے کیونکہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوتا ہے کیونکہ مرکب کا وجود اجزاء سے حاصل ہوتا ہے لہذا اس غلبہ کا اعتبار اولٰی ہے، اور یہی وہ ضابطہ ہے جس کو ملك العلماء اور امام اسبیجابی رحمہما اللہ نے اپنایا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اس کی تفصیل ان شاء اللہ تبارك وتعالٰی آئندہ بھی آرہی ہے سمجھو اور قائم رہو۔ (ت)

رہا غلبہ بحسب مقاصد جسے اس کے لازم اعم زوال اسم سے تعبیر کرتے ہیں اس پر اجماع بھی ظاہر

کما مرمرارا انھا فی نمرة ۲۸۰ وان الامام الزیلعی قد نص علیہ وان اغفلہ فی ضابطتہ وان الخلاف اعاکان فی نبیذ التمر لاجل النص علی خلاف القیاس ثم انقطع برجوع الامام ویأتی قول الحلیة۔

جیسا کہ متعدد بار نمبر ۲۸۰ میں گزرا، اور امام زیلعی نے اس پر نص کی ہے اگرچہ انہوں نے ضابطہ میں غفلت سے کام لیا ہے اور بیشک نبیذ تمر میں اس کا خلاف ہے تو اس لئے کہ اس بارے میں مخالف قیاس نص وارد ہوئی ہے اور یہ خلاف بھی امام ابوحنیفہ کے رجوع کی وجہ سے ختم ہوگیا، اور حلیہ کا قول آئے گا۔ (ت)

بالجملہ ان تین پر اجماع میں شک نہیں اور یہاں تینوں طور پر اس کی تفسیر کی گئی۔

غلبۂ طبع قدوری وہدایہ سے گزرا غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء[2] (پانی کو غیر کے غلبہ نے اس کو طبیعت سے خارج کردیا۔ ت) ملتقی الابحر سے لابماء خرج عن طبعہ بغلبة غیرہ[3] (نہ ایسے پانی سے جو غیر کے غلبہ کی وجہ سے اپنی طبیعت سے خارج ہوچکا ہو۔ ت) غرر و نور الایضاح سے لابماء زال طبعہ بغلبة غیرہ[4] (ایسے پانی سے وضو جائز نہیں جس کی طبیعت غیر کے غلبہ کی وجہ سے ختم ہوچکی ہو۔ ت) ہدایہ سے نمبر ۱۰۷ میں الاان یغلب علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط[5] (مگر وہ چیز پانی میں مل کر غالب ہوجائے

---

[1] العنایة مع الفتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۳
[2] الہدایة " " " مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸
[3] ملتقی الابحر فصل تجوز الطہارة بالماء المطلق مطبعہ عامرہ مصر ۱/۲۸
[4] نور الایضاح کتاب الطہارت مطبعہ علیمیہ لاہور ص ۳
[5] الہدایة الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبعہ عربیہ کراچی ۱/۱۸

توحکم مخلوط ستوؤں کی طرح ہوگا۔ت) نیز غنیہ سے مالم یغلب علیه بان اخرجه عن رقته[1] (وضو جائز ہے جب تک غیر نے اس پر غلبہ پا کر رقت سے خارج نہ کر دیا ہو۔ت) نیز ذخیرۃ[2] و تتمہ و حلیہ سے یغلب علی الماء حتی تزول به الرقة[5] (وہ چیز پانی پر اس طرح غالب ہوجائے کہ پانی کی رقت زائل ہوجائے۔ت) نمبر ۱۱۹ میں خانیہ سے ان غلبته الحمرة وصار متماسکا لایجوز[3] (اگر پانی پر سرخی غالب ہوگئی اور وہ گاڑھا ہوگیا تو وضو جائز نہیں۔ت) نیز خلاصہ سے ان غلب علیه الحمرة وصار نشاستج لایجوز[4] (اگر اس پر سرخی غالب ہوگئی اور وہ نشاستہ کی طرح ہوگیا تو وضو جائز نہیں۔ت)

غلبۂ مقاصد نمبر ۱: میں حلیہ و تتمہ و ذخیرہ سے قول امام ابی یوسف گزرا ان غلب علی الماء حتی یقال ماء الباقلاء والاٰس لایجوز[6] (اگر پانی پر اس طرح غلبہ ہو جائے کہ اس کو بابونہ کا عرق یا جوس کہا جائے تو وضو جائز نہیں۔ت) نمبر ۳۰ میں قول ملک العلماء اذا خالطه علی وجه زال عنه اسم الماء بان صار مغلوبا به[6] (جب پانی پر اس طرح غلبہ پاتے ہوئے ملے کہ اس کا نام پانی نہ رہے۔ت) عنایہ، بنایہ، غایۃ البیان میں ہے وان اراد بالاشربة الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشهد المخلوط وبه من الخل الخل المخلوط بالماء کانت نظیر ماء غلب علیه غیرہ[7] (اگر شربت سے مراد پانی میں مخلوط میٹھا ہو جیسا کھجور کا شیرہ اور شہد پانی ملا ہوا ہو، اور سرکہ سے مراد وہ جس میں پانی ملا ہو تو یہ پانی پر غیر کے غلبہ کی نظیر ہوگی۔ت) یونہی مجمع الانہر

عہ اقول لکن هذا صحیح علی ما حملنا علیه لاعلی ما حملوا لان عبارة الهدایة	اقول لیکن یہ ہمارے بیان کردہ محمل پر درست ہے ان کے محمل پر درست نہیں، کیونکہ ہدایہ کی عبارت

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] غنیۃ المستملی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۱

[2] فتاوٰی ذخیرہ

[3] فتاوٰی قاضی خان فیمالایجوز به التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[4] خلاصۃ الفتاوٰی الماء المقید ″ ۱/۸

[5] حلیہ

[6] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[7] عنایۃ مع القدیر الماء الذی یجوز به الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۲

میں فوائد سے ہے جعل المصنف الاشربة والخل مثالین لما غلب علیہ غیرہ فیکون المراد من

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بما رغلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء[1] اھ والشھد والدبس لایخلطان فی الاشربة بحیث یخرجان الماء عن رقتہ وان فرض فکیف یستقیم ھذا فی الخل فالصواب ما افاد فی الغایة اخرا و فی العنایة والبنایة اولا انہ وان اراد بھا الاشربة المتخذة من الشجر کشراب الرمان والحماض وبالخل الخل الخالص کانا من نظیر المعتصر من الشجر والثمر[2] اھ وقد نص علٰی

یوں ہے وُہ پانی جس پر غیر غالب ہوجائے اور وہ پانی کو اس کی طبیعت سے نکال دے اھ جبکہ شہد اور شیرہ کو پانی میں ملائیں تو ان کے ملنے میں پانی اپنی رقت سے خارج نہیں ہوتا اور بالفرض یہ مان لیا جائے تو سرکہ میں یہ بات کیسے درست ہوگی (کیونکہ سرکہ خود رقیق ہے پانی کی رقت کو ختم نہیں کرتا) لہذا غایہ میں آخری اور عنایہ اور بنایہ میں اول جو مفاد حاصل ہوا وہ درست ہے کہ اگر شربت سے انار کا یا لیموں وغیرہ کا جوس مراد ہو اور سرکہ سے خالص سرکہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

علٰی اقول والعجب من الفاضل قرہ باغی فی حاشیة صدر الشریعة استظھر مالا یصح واعرض عن نص صدر الشریعة الصحیح کانہ یرید الرد علیہ فقال الظاھر ان المراد من قول المصنف کالاشربة الاشربة التی تتخذ من الدبس والشھد والسکر یخلطھا مع الماء فحینئذ یکون قولہ کالاشربة نظیر ما زال طبعہ بغلبة غیرہ اجزاء وقولہ ماء الباقلاء والمرق نظیر ما زال طبعہ بالطبخ اھ وفیہ کلام من وجوہ اخر لانطیل بھا ۱۲ منہ غفر لہ (م)

اقول فاضل قرہ باغی پر تعجب ہے کہ انہوں نے صدر الشریعۃ کے حاشیہ میں غلط کو ظاہر کیا اور صدر الشریعۃ کی صحیح نص سے اعراض کیا جیسے انہوں نے مصنف پر اعتراض کا ارادہ کرتے ہوئے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ مصنف کے قول کالاشربة سے مراد وہ شربت ہیں جو شہد، شیرہ اور شکر ملا کر پانی بنایا گیا ہو تو اس صورت میں یہ شربت اس پانی کی نظیر بن جائیں گے جس پر غیر کے غلبہ کی وجہ سے اس کی طبع ختم ہوچکی ہو اور مصنف کا قول ماء الباقلاء والمرق اس پانی کی نظیر ہوگی جو پکانے کی وجہ سے طبع ختم کرچکا ہو اس فاضل کی کلام میں دوسری وجوہ سے اعتراض ہیں جن کے بیان سے ہم کلام کو طویل نہیں کرتے ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ۱/۱۸ [2] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ۱/۶۴

الاشربة الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشہد ومن الخل الخل المخلوط بالماء علی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ذلک فی شرح الوقایۃ وغیرہ نعم ذھب[1] ھذا عن العلامۃ ابراھیم الحلبی فی متنہ الملتقی فاسقط ماکان فی اصولہ القدوری والوقایۃ من ذکر ما اعتصر من شجر او ثمر وابقی فی الامثلۃ الاشربۃ والخل وجعل الغلبۃ باعتبار الطبع حیث قال لا بماء خرج عن طبعہ بغلبۃ غیرہ او بالطبخ کالاشربۃ والخل وماء الورد والباقلاء والمرق[1] اھ فلزمہ ما لزم العنایۃ فی العنایۃ الاخرے بالخل والاشربۃ وشیئ زائد[2] وھو ماء الورد فلیس قطعا ماء خرج عن طبعہ بغلبۃ غیرہ او بالطبخ وکذلک یرد ھذا علی الفرائد[3] اما ما ردبہ علیہ فی مجمع الانھر اذ قال لاوجہ لان یکون الخل مثالا لما غلب علیہ غیرہ وان کان مخلوطا بالماء فانہ لا یصدق علیہ انہ ماء غلب علیہ غیرہ فان الخل اذا اختلط بالماء والماء مغلوب یقال خل مخلوط بالماء لاماء مخلوط بالخل تدبر[2] اھ فاقول لیس بشیئ اذ لیس الکلام ھھنا فی بقاء اطلاق اسم الماء بل بیان للواقع ان ماء خلط بالخل والخل اکثر لایجوز الوضوء بہ

مراد ہو، تو پھر یہ دونوں شجر و ثمر کے جوس کی نظیر ہیں اھ شرح وقایہ وغیرہ میں یہ منصوص ہے، ہاں علامہ ابراہیم حلبی سے یہ بات چھوٹ گئی ہے اور انہوں نے اپنے متن ملتقی میں اس کے اصول قدوری اور وقایہ کی عبارت میں ما اعتصر من شجر او ثمر کے ذکر کو ساقط کردیا اور شربت اور سرکہ کی مثالوں کو باقی رکھا اور غلبہ کو طبع کے اعتبار سے قرار دیا' اور یوں کہا جو پانی اپنی طبع سے غیر کے غلبہ یا پکانے کی وجہ سے خارج ہوچکا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں، جیسے شربت اور سرکہ، عرق گلاب و باقلا اور شوربا اھ تو ان کو عنایہ والی آخری دشواری لازم آئی جس کی وجہ سرکہ، شربت اور مزید عرق گلاب کا ذکر ہے اور یہ قطعاً ایسے پانی نہیں ہیں جو غیر کے غلبہ یا پکانے کی وجہ سے اپنی طبیعت سے یعنی رقت سے خارج ہوئے ہوں اور یہی اعتراض فرائد پر بھی لازم آتا ہے لیکن فرائد پر مجمع الانہر میں جو اعتراض کیا' جہاں یہ کہا کہ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ سرکہ کو غیر کے غلبہ کی مثال قرار دیا جائے اگرچہ وہ پانی سے مخلوط ہو، کیونکہ جب سرکہ میں پانی ملایا جائے اور پانی مغلوب ہو تو اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ ایسا پانی ہے جس پر غیر کا غلبہ ہے کیونکہ سرکہ جب پانی میں ملے اور پانی مغلوب ہو تو کہا جاتا ہے یہ سرکہ ہے جس میں پانی ملایا گیا' نہ کہ یہ پانی ہے جس میں سرکہ ملایا گیا تدبر اھ پس اس بارے میں

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] ملتقی الابحر المیاہ التی یجوز بہ الوضوء موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۴

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل تجوز الطہارۃ بالماء المطلق داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۸

ما اشیرالیہ فی النہایۃ والعنایۃ[1] (مصنف نے شربت اور سرکہ کو غیر کے غلبہ کی مثالیں قرار دیا ہے تو شربت سے مراد پانی سے مخلوط میٹھا ہوگا جیسے شیرہ اور شہد، اور سرکہ سے پانی میں مخلوط سرکہ مراد ہوگا جیسا کہ نہایہ اور عنایہ میں ہے۔ ت)
غلبۂ اجزاء کنز سے گزرا لابماء غلب علیہ غیرہ اجزاءً[2] (جس پانی پر اجزاء کے لحاظ سے غیر کا غلبہ ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ ت) ہدایہ سے ۱۲۲ میں الغلبۃ بالاجزاء ھو الصحیح[3] (غلبہ میں اجزاء کا اعتبار ہے اور یہی صحیح ہے۔ ت) نیز خانیہ سے تعتبر من حیث الاجزاء ھو الصحیح[4] (غلبہ میں اجزاء کا اعتبار ہے اور یہی صحیح ہے۔ ت) ۱۷ میں منیہ سے الغلبۃ من حیث الاجزاء[5] (غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ ت) ۵۸ میں جواہر الفتاوی سے ان غلب اجزاؤھا علی الماء یمنع التوضی[6] (اگر ملنے والی چیز کے اجزاء پانی پر غالب ہو جائیں تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ ت)

بحث دوم غلبۂ اجزاء سے کیا مراد ہے **اقول** یہ صحیح معتمد قول بھی ان تینوں اجمالی باتوں سے تفسیر کیا گیا اس سے ظاہر تو **کثرت اجزاء** ہے یعنی پانی میں جو چیز ملے پانی سے مقدار میں زاید ہو اور نمبر ۲۶۲ میں گزرا کہ مساوی کا حکم بھی مثل زائد ہے۔

اقول ومن العجب قول العلامۃ   میں کہتا ہوں اور مجھے علامہ شامی کے اس قول سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولاشك انہ ماء وقد قلتم والماء مغلوب اما الاسم وقد اشار الیہ المتن اذ عبر عنہ بالخل لا بالماء ۱۲ منہ غفر لہ (م)   میں کہتا ہوں کہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہاں پانی کے نام کے اطلاق کی بقاء کا بیان نہیں ہے بلکہ یہ تو بیان واقع ہے کہ جب پانی سرکہ میں ملے اور سرکہ غالب ہو تو اس سے وضو جائز نہیں ہے، اور بیشک یہ پانی ہے تم نے خود اس میں پانی کا ذکر کیا کہ یہ پانی مغلوب ہے لیکن پانی کے نام کا مسئلہ تو اس کی طرف ماتن نے اشارہ کرتے ہوئے اس کو سرکہ سے تعبیر کیا ہے پانی سے تعبیر نہیں کیا۔ (ت)

---

[1] مجمع الانہر	تجوز الطہارۃ بالماء المطلق	عامرہ مصر	۱/۲۸
[2] کنز الدقائق	باب المیاہ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۱
[3] الہدایۃ	الماء الذی یجوز بہ الوضو	عربیہ کراچی	۱/۱۸
[4] قاضی خان	فیما لایجوز بہ التوضی	نولکشور لکھنؤ	۱/۹
[5] منیۃ المصلی	فصل فی المیاہ	عزیزیہ کشمیری بازار لاہور	ص ۱۸
[6] جواہر الفتاوی			

6/6

ش التقييد بالمغلوب بناء على الغالب والا فقد يمنع التساوی فی بعض الصور کما یأتی[1] اھ وای صورۃ لایمنع فیہ التساوی۔

تعجب ہوا، جس میں انھوں نے پانی کے مغلوب ہونے کی قید پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ مغلوب ہونا اکثر حالات کی بنا پر کہا گیا ورنہ بعض صورتوں میں پانی اور اس میں ملنے والی چیز کے مساوی ہونے پر بھی وضو ناجائز ہوتا ہے، جیسے آئندہ آئیگا اھ (تعجب کی وجہ یہ ہے کہ علامہ نے مساوی کو بعض صورتوں میں مانع قرار دیا حالانکہ اجزاء کے لحاظ سے ملنے والی کا غلبہ ہو یا مساوات ہو دونوں کا حکم ایک ہے لہذا غیر کے اجزاء کی مساوات کلی طور پر مانع ہے) اگر علامہ شامی کی نظر میں کوئی مساوات والی مانع نہ بنتی ہو تو وہ کون سی صورت ہے (ت)

غنیہ میں ہے:

(الغلبة للماء من حيث الاجزاء) بان تكون اجزاء الماء اكثر من اجزاء المخالط[2]۔

پانی کے اجزا کا غلبہ تب ہوگا جب پانی کے اجزا اس میں ملنے والی چیز کے اجزا سے زیادہ ہوں (یعنی اگر پانی کے اجزا مساوی ہوں تو پھر پانی مغلوب رہے گا۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

العبرة فيه لكثرة الاجزاء ان كان اجزاء الماء اكثر يجوز التوضی به والا فلا[3] اھ وھو قطعة من الضابطة الشيبانية وستأتی ان شاء الله تعالٰی۔

غلبہ میں پانی کے اجزاء اس میں ملنے والی چیز کے اجزا کی کثرت کا لحاظ ہے اگر پانی کثیر ہو تو وضو جائز ورنہ ناجائز ہے اھ یہ ضابطہ شیبانیہ کا ایک حصہ ہے عنقریب آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

غلبة غيره بان تكون اجزاء المخالط ازيد من اجزاء الماء وھو قول ابی یوسف لانه غلبة حقيقة لرجوعها الى الذات بخلاف الغلبة باللون فانها راجعة الى

غیر کے غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ پانی میں ملنے والی چیز پانی سے زائد ہو، یہ امام یوسف کا قول ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل غلبہ وہی ہے جس کا تعلق ذات سے ہو اور اس کے خلاف رنگ کے غلبہ کا تعلق وصف سے

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۳
[2] غنیۃ المستملی باب احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰
[3] خزانۃ المفتین فصل فی المیاہ مسائل السؤر قلمی نسخہ ۱/۹

الوصف ومحمد اعتبر الغلبة باللون فی الصحیح عنه لان اللون مشاهد[1]۔

ہوتا ہے، امام محمد نے اس کا اعتبار اس لیے کیا کہ وہ نظر آتا ہے۔ (ت)

یہی مضمون ابھی عنایہ سے گزرا، حلیہ میں بحوالہ زاہدی زاد الفقہا سے نیز بنایہ میں ہے:

تعتبر الغلبة فی الاجزاء فان کان اجزاء الماء اکثر یجوز والا لا[2]۔

غلبہ میں اجزا کا اعتبار ہے اگر پانی کے اجزا غالب ہوں تو وضو جائز ورنہ نہیں۔ (ت)

جوہرہ نیرہ میں ہے:

الاصح ان المعتبر بالاجزاء وھوان المخالط اذا کان مائعا فما دون النصف جائز فان کان النصف او اکثر لایجوز[3]اھ۔

صحیح ترین یہ ہے کہ غلبہ میں اجزا کا اعتبار ہے اگر پانی میں ملنے والی چیز بہنے والی ہو تو اگر وہ نصف سے کم ہو تو اس پانی سے وضو جائز ہے اور اگر وہ ملنے والی چیز برابر ہو یا پانی سے زیادہ ہو تو پھر وضو جائز نہیں۔ (ت)

اقول اراد بالمخالط الممازج وستعرف ان المائع غیر مقصور علی الحکم وان کان الحکم مقصورا علی المائع۔

میں کہتا ہوں پانی میں مخلوط چیز سے مراد وہ صورت ہے جب اس کے اور پانی کے اجزا آپس میں ممتاز نہ رہیں اور آپ کو عنقریب معلوم ہوگا کہ ہر بہنے والی چیز کا یہ حکم نہیں ہے اگرچہ یہ حکم صرف بہنے والی چیز میں پایا جاتا ہے۔ (ت)

نمبر ۲۶۲ میں بدائع سے گزرا:

تعتبر الغلبة فی الاجزاء فان استویا فی الاجزاء قالوا حکمہ حکم الماء المغلوب[4]۔

پانی کے غالب ہونے میں اس کے اجزاء کی کثرت کا اعتبار ہے اگر پانی کے اجزا ملنے والی چیز کے مساوی ہوں تو اس پر فقہا نے فرمایا کہ ایسی صورت میں پانی مغلوب ہوگا۔ (ت)

اور اہل ضابطہ زیلعیہ عموماً یہی کثرت اجزاء مراد لیتے ہیں نمبر ۱۱ میں مراقی الفلاح و ابوالسعود و منحۃ الخالق سے گزرا: الغلبة بالوزن[5] (غلبہ وزن کے اعتبار سے ہوگا۔ ت)

---

[1] مجمع الانہر — فصل تجوز الطہارۃ بالماء المطلق — مطبع عامرہ مصر — ۱/۱۸

[2] بنایۃ — باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ — مطبع امدادیہ مکۃ المکرم — ۱/۱۹۲

[3] جوہرۃ النیرۃ — کتاب الطہارۃ — مکتبہ امدادیہ ملتان — ۱/۱۴

[4] بدائع الصنائع — الماء المقید — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۵

[5] منحۃ الخالق علی البحر — الطہارت — 〃 〃 〃 — ۱/۶۹

7

غنیہ میں ہے:

المعتبر کون اجزائه اکثر من اجزاء الماء[1]

معتبر یہ ہے کہ ملنے والی چیز کے اجزاء پانی کے اجزاء سے زیادہ ہوں۔ (ت)

بحر و طحطاوی میں:

العبرة للاجزاء فان کان الماء اکثر جاز وان مغلوبا لا[2]

اعتبار اجزاء کا ہے اگر پانی کے اجزاء زیادہ ہوں تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر پانی کے اجزاء مغلوب ہوں تو وضو جائز نہیں۔ (ت)

درمختار میں:

بالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز والا لا[3]

مطلق پانی کے اجزاء اگر نصف سے زیادہ ہوں تو وضو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

زوالِ رقت سے اس کی تفسیر:

اقول الرقة طبع الماء و الطبع لازم الاجزاء وغلبة الملزوم تلزمها غلبة اللازم فمغلوبية الطبع تدل علی مغلوبية الاجزاء هذا ما ظهر لی فی توجيه هذا التفسير فافهم فلا يخلو عن مقال فالاولی ان يقال تقييد لا تفسير ای المراد غلبة الاجزاء لا من حيث ذواتها بل من حيث طبعها ومقتضی ذاتها **فان قلت** لم نسبت للاجزاء دون الکل **اقول** لما اعلمناك ان الثخن لتماسك فی الاجزاء والرقة لعدمه.

میں کہتا ہوں رقت پانی کی طبیعت ہے اور طبع اجزا کو لازم ہے تو ملزوم کا غلبہ لازم کے غلبہ کو مستلزم ہے تو طبع (رقت) کی مغلوبیت، اجزاء کی مغلوبیت پر دلالت کرے گی، اس تفسیر میں مجھے یہ سمجھ آتی ہے، غور کرو اس میں اعتراض ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ اس کو تفسیر کی بجائے تقیید قرار دیا جائے، یعنی یوں کہا جائے کہ غلبہ میں اعتبار تو اجزاء کا ہوگا مگر اجزاء کی ذات کا لحاظ نہیں بلکہ ان کی طبیعت کے لحاظ سے غلبہ معتبر ہوگا۔ اگر تو اعتراض کرے کہ تم نے اجزا کی طبیعت کہہ کر طبیعت کو اجزا کی طرف منسوب کیا، کُل کی طرف کیوں منسوب نہیں کیا؟ تو میں جواب دیتا ہوں کہ چونکہ گاڑھا اور غلیظ ہونا اجزاء کی طرف منسوب ہے لہذا اس کی ضد (رقیق ہونا) بھی اجزاء

---

[1] غنیۃ المستملی | احکام المیاہ | سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۹۱
[2] بحر الرائق | کتاب الطہارۃ | سعید کمپنی کراچی | ۱/۶۹
[3] درمختار | باب المیاہ | مجتبائی دہلی | ۱/۳۴

کی طرف منسوب ہوگا (جبکہ یہ رقت ہی پانی کی طبیعت ہے)۔ (ت)

وقایہ واصلاح سے گزرا:

لابماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء[1]

غیر کے اجزاء کے غلبہ کی وجہ سے جس پانی کی طبع زائل ہوچکی ہے اس سے وضو جائز نہیں (ت)

دونوں شرحوں سے گزرا: ھو الرقۃ والسیلان[2] (طبع رقت وسیلان ہے۔ ت) ۱۰۷ میں حلیہ وتتمہ وذخیرہ سے گزرا: الغلبۃ من حیث الاجزاء بحیث تسلب رقۃ الماء[3] (غیر کا اجزاء کے لحاظ سے ایسا غلبہ جس سے رقت ختم ہوجائے۔ ت) شلبیہ میں تبیین سے ہے:

المراد بغلبۃ الاجزاء ان تخرجہ عن صفتہ الاصلیۃ بان یثخن لا الغلبۃ باعتبار الوزن[4]

اجزاء کے اعتبار سے غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانی کو صفت اصلیہ سے نکال دے کہ وہ گاڑھا ہوجائے نہ کہ وزن میں غلبہ ہوجائے۔ (ت)

ارکان اربعہ میں ہے:

الغلبۃ بالاجزاء بان تذھب رقۃ الماء[5]

اجزاء کا غلبہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے پانی کی رقت ختم ہوجائے۔ (ت)

غایہ وبنایہ میں ہے:

الخلط یعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء فان کانت اجزاء الماء غالبۃ ویعلم ذلک ببقائہ علی رقتہ جاز الوضوء بہ وان کانت اجزاء المخلوط غالبۃ بان صار ثخینا زال عنہ رقۃ الاصلیۃ لو یجزاھ[6]

پانی میں مخلوط چیز کا غلبہ یہ ہے کہ اس کے اجزا غالب ہوں اگر پانی کے اجزا کا غلبہ ہو جو پانی کی رقت سے معلوم ہوتا ہے تو وضو جائز ہے ورنہ اگر ملنے والی چیز کے اجزاء کا غلبہ ہو جو پانی کے گاڑھا ہونے سے معلوم ہوتا ہے جبکہ پانی کی رقتِ اصلیہ ختم ہوجائے تو وضو ناجائز ہے اھ (ت)

---

[1] و [2] شرح وقایہ فیما یجوز بہ الوضو رشیدیہ دہلی ۱/۸۵

[3] حلیہ

[4] شلبیہ علی التبیین کتاب الطہارۃ الامیریہ مصر ۱/۲۰

[5] رسائل الارکان فصل المیاہ یوسف فرنگی محلی لکھنؤ ص ۲۴

[6] العنایۃ مع الفتح الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۴

اقول لکن الاکمل ذکر بعدہ فی تصحیح قول الثانی ما تقدم فی البحث الاول ان وجود المرکب باجزائہ فاعتبارھا اولی فھذا یمیل الی ان المراد کثرۃ الاجزاء کما افصح بہ فی مجمع الانھر لان الترکیب منھا لا من طبائعھا وانما الطبع وصف لازم فان اعتبرت من حیث اوصافھا لم یتم نفی قول الامام الثالث فان فرق باللازم والعارض فعلی تمامیتہ ھو بحث اٰخر غیر الترجیح بان ھذہ حقیقیۃ ذاتیۃ وتلک مجازیۃ عرضیۃ ھذا وقال فی البحر ذکر الحدادی ان غلبۃ الاجزاء فی الجامد تکون بالثلث وفی المائع بالنصف اھ[1] قال عبد الحلیم لعلہ امتحنہ فوجدہ یصیر مغلوبا بالقدر المذکور فعینہ کما شرح المقدسی اھ[2]

میں کہتا ہوں مگر اس کے بعد اکمل نے دوسرے قول کی تصحیح میں ذکر کیا ہے جو پہلے بحث اول میں گزر چکا ہے کہ مرکب کا وجود اس کے اجزا سے حاصل ہوتا ہے لہٰذا غلبہ میں اجزا کا اعتبار بہتر ہے، اس سے غلبہ میں کثرت اجزاء کا اعتبار بہتر ہے، اس سے غلبہ میں کثرتِ اجزا کا رُجحان پایا جاتا ہے، جیسا کہ مجمع الانہر میں اس کو بیان کیا ہے، کیونکہ ترکیب اجزا سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ طبع سے طبع تو ایک وصف اس کو لازم ہے اگر اوصاف کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار کیا جائے تو امام محمد کے قول کی نفی تام نہ ہوگی (جو کہ رنگ، بُو اور ذائقہ جیسے اوصاف سے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں) اگر طبع اور دیگر اوصاف میں یہ فرق کیا جائے کہ طبع پانی کے لیے وصف لازم اور رنگ وغیرہ وصف عارض ہیں تو یہ ترجیح سے ہٹ کر ایک نئی بحث ہوجائے گی کہ طبیعت پانی کی حقیقت ذاتیہ ہے اور دوسرے اوصاف مجازی اور عرضی ہیں، اس کو محفوظ کرو، اور بحر میں یہ ذکر ہے کہ حدادی نے کہا ہے کہ جامد میں اجزاء کا غلبہ ایک تہائی سے ہوجاتا ہے اور بہنے والی چیز کا پانی میں غلبہ نصف (مساوی) سے ہوجاتا ہے اھ اس پر عبدالحلیم نے کہا ہوسکتا ہے کہ شاید انہوں نے تجربہ کیا ہو اور جامد کی مذکورہ مقدار کے ملنے پر پانی مغلوب ہوا ہو اس لیے انہوں (حدادی) نے اس ایک تہائی کو مقرر کردیا جیسا کہ مقدسی کی شرح میں ہے اھ۔ (ت)

اقول ملحظہ الی ما وفق بہ فی البحر بین ھذین القولین بانہ ان کان المخالط جامدا فغلبۃ الاجزاء فیہ بثخونتہ وان کان مائعا موافقا للماء فغلبۃ الاجزاء فیہ

میں کہتا ہوں اس کا خلاصہ یہ ہے جو بحر میں ان دونوں قولوں میں موافقت پیدا کرتے ہوئے کہا کہ پانی میں ملنے والی چیز جامد ہو تو پھر اس کے اجزا کے غلبہ کا مطلب پانی کا گاڑھا ہونا ہے اور وہ چیز

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

[2] حاشیۃ الدرر للمولی عبدالحلیم فرض الوضو مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۱۸

بالقدر[1] وکانه رأی ان الثخن لایحصل مالم یکن الجامد نصف الماء فقدرہ بالثلث واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

بہنے والی پانی کے موافق ہو تو اس کے غلبہ کا مطلب اس کی مقدار کا غلبہ ہے اھ گویا کہ حدادی نے یہ سمجھا کہ جب پانی میں جامد نصف برابر ہوتے پر پانی مکمل گاڑھا ہوجاتا ہے تو ایک تہائی سے ضرور غلبہ ہوجاتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اقول تقییدہ بالموافقۃ لاتباع الضابطۃ ولاتنس ما قدمنا ان الرقۃ ربما تزول بامتزاج مائع ایضا اذا کان ذاجرم فالتوزیع غیر مسلم وبہ ظہر ما قدمنا تحت قول الجوھرۃ۔

میں کہتا ہوں کہ بحر کا یہ کہنا بہنے والی چیز پانی کے موافق ہو محض ضابطہ کے لحاظ سے ہے، یہ بات نہ بھولنا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ کبھی پانی کی رقت ایسے مائع (بہنے والی) سے زائل ہوجاتی ہے جو جرم والی ہو، لہٰذا بحر کی مذکورہ تقسیم غیر مسلّم ہے اسی سے وہ بات واضح ہوگئی جو ہم نے جوہرہ کے قول کے تحت کہی تھی۔ (ت)

زوالِ اسم سے تفسیر، ۱۲۲ میں فتح وحلیہ سے گزرا۔

صرح فی التجنیس ان من التفریع علی غلبۃ الاجزاء قول الجرجانی اذا طرح الزاج فی الماء جاز الوضوء ان کان لاینقش اذا کتب[2] الا فالماء ھو المغلوب[2] اھ **فان قلت** ای نظر ھھنا الی الاجزاء حتی یسمی غلبۃ من حیث الاجزاء **اقول** بلی لابد لصلاحیۃ النقش او الصبغ بان ارقی معلوم من الزاج والعفص اوالزعفران والعصفر قدر مخصوص من الماء حتی لوطرح فیہ اقل من القدر او ھذا القدر فی اکثر منہ لم ینقش ولم

تجنیس میں تصریح کی ہے کہ غلبہ اجزاء کی ایک تفریع جرجانی صاحب کا یہ قول ہے کہ جب پانی میں زاج (سیاہی) ڈالی جائے تو اگر لکھائی میں اس سے نقوش ظاہر نہ ہوں تو وضو جائز ہے ورنہ پانی مغلوب ہوگا اھ اگر تو اعتراض کرے یہاں اجزاء کا اعتبار کیسے ہوا جس کی بنا پر یہ کہا جائے کہ یہ اجزا کے لحاظ سے غلبہ ہے (تو میں اس کے جواب میں) کہتا ہوں کہ کتابت میں نقوش ظاہر ہونے کی صلاحیت زاج، عفص، زعفران اور عصفر کی ایک خاص مقدار پانی میں ملانے سے حاصل ہوتی ہے اگر اس مقدار سے کم پانی میں ملائی جائے یا اتنی مقدار زیادہ پانی میں ملادی جائے تو کتابت میں رنگ و نقوش

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹
[2] ایضاً

يصبغ فكانت اجزاؤها مغلوبة بالماء اذ لم تعمل فيه بخلاف ما اذا اصلح فقد غلبته اذ غيرته۔

ظاہر نہ ہوں گے لہذا پانی غالب ہوگا اور اگر ان مذکورہ چیزوں کے ملانے سے کتابت کا عمل درست ہوجائے تو معلوم ہوگا کہ پانی مغلوب ہے اور ان مذکورہ چیزوں کے اجزا غالب ہوگئے۔ (ت)

بحث سوم ان میں کس معنے کو ترجیح ہے **اقول** ان میں تنافی نہیں دو شاب خرما کہ پانی میں برابر سے زیادہ ممتزج ہو وہاں کثرت اجزا اور زوال طبع وزوال اسم سب کچھ ہے پھر زوال اسم ان دونوں اور ان کے غیر کو بھی شامل ظاہر ہے کہ رقت نہ رہے تو پانی نہ کہلائے گا کیچڑ کو کوئی پانی نہیں کہتا اور اگر جنس دیگر برابر یا زائد مل جائے تو ارتفاع نام اظہر ہے کما تقدم قبیل الاضافات وفی نمرة ۲۶۲ (جیسا کہ اضافات کی بحث سے ذرا پہلے اور نمبر ۲۶۲ میں گزرا۔ ت) تو اس کا اعتبار دونوں سے مغنی اور سب صورتوں کو جامع تو قول امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ میں اسی کا ارادہ الیق وانسب کہ محیط صور وضابطہ کلیہ ہو تعریف مطلق میں کہ چار سبب منع بیان ہوئے تھے سب اس میں آگئے ولہذا امام زیلعی نے فرمایا زوال الاسم ھو المعتبر فی الباب (نام کا ختم ہوجانا ہی اس بارے میں معتبر ہے۔ ت) حلیہ سے آتا ہے کہ یہی تمام اقوال کا مرجع ہے وللہ الحمد وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

طبخ باغیر یہاں دو بحثیں ہیں:

بحث اول طبخ کی حقیقت اور یہ کہ اُس کے صدق کو کیا کیا درکار **اقول** وباللہ التوفیق اسی میں چند امور کا لحاظ ضرور:

---

[1] **اقول** ویظھر ان قصر التفسیر علی کثرة الاجزاء کما توھمہ عبارة الغنیة ومجمع الانھر والجوھرة وغیرھا او علی زوال الطبع کما توھمہ عبارة المنبع وغیرھا لیس کما ینبغی وعلی ھذا یحمل ما فعل فی العنایة والبنایة وغیرھما من التفسیر مرة بھذا ومرة بذاك ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

میں کہتا ہوں کہ غلبہ کی تفسیر میں صرف کثرۃ الاجزاء کو ذکر کرنا جیسا کہ غنیہ، مجمع الانہر اور جوہرہ وغیرہ کی عبارات سے وہم ہوتا ہے یا صرف زوال طبع کو سمجھنا جیسا کہ منبع وغیرہ کی عبارت سے وہم ہوسکتا ہے، درست نہیں ہے بنایہ اور عنایہ میں غلبہ کی تفسیر کبھی یوں اور کبھی یوں کی گئی ہے (کہ غلبہ کی مواقع کے لحاظ سے تفاسیر مختلف ہیں) اس کی یہی وجہ ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

(١) تنہا پانی کا جوش دینا پکانا نہیں کہا جاتا جب تک اُس میں کوئی اور چیز نہ ڈالی جائے سادات ثلثہ ابو السعود ازہری علی مسکین پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے:

الطبخ یشعر بالخلط والا فمجرد تسخین الماء بدون خلط لایسمی طبخا[1] اھ زاد الشامی ای لان الطبخ ھو الانضاج استواء[عـه] قاموس[2] اھ ای ومعلوم ان الماء لاینضج اقول وعلیہ

کہ پکنا، خلط کرنے سے عبارت ہے اگر صرف پانی گرم کیا جائے اور اس میں کسی چیز کا خلط نہ ہو تو اس کو پکنا نہیں کہیں گے اھ اس پر شامی نے یہ زیادہ کیا اور کہا "پکنا مکمل طور پر پک کر اور بھن کر تیار ہونے کو کہتے ہیں" قاموس

عـه اقول فہمه رحمه الله تعالٰی بالسین المہملة فاقتصر علیه وصوابه بالمعجمة وتمامه واقتدارا کما فی القاموس فالاشتواء الشیّ ومنه الشواء ویکون بلاماء والاقتدار من القدر بالکسر ای الطبخ فی القدر قال فی القاموس القدار الطابخ فی القدر کالمقتدر[3] قال فی تاج العروس یقال اقتدر وقدر مثل طبخ واطبخ ومنه قولهم اتقتدرون ام تشتوون[4] اھ ومعنی النضج ھو الادراك کما فی القاموس ویؤدی مؤداه الاستواء بالمهملة فلذا ذھب الیه وھله رحمه الله تعالٰی ولو یعد نظره الی قوله واقتدارا ۱۲ منه غفرله. (م)

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی نے "استوار" کو س مہملہ سے سمجھا لہذا یوں بیان کر دیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ ش معجمہ کے ساتھ "اشتواء" ہے اور قاموس میں مکمل یُوں ہے "اشتواءً" و اقتداراً ہے، الاشتواء، الشیّ، اور اسی سے الشواء ہے بغیر پانی بھنی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ الاقتدار، قِدر کسرہ کے ساتھ ہے جس کا معنی ہانڈی میں پکانا ہے، قاموس میں بیان ہے القدار ہانڈی میں پکانے والا، جیسے کہ المقتدر کا یہی معنی ہے۔ تاج العروس میں ہے اِقتدر اور قَدَر، طَبَخ اور اطّبخ کی طرح ہے۔ اسی لفظ سے عرب کہتے ہیں اتقتدرون ام تشتوون یعنی ہانڈی میں پکاؤ گے یا خشک بھونو گے اھ اور النضج کا معنی "تیار ہونا" ہے جیسا کہ قاموس میں ہے الاستواء (س مہملہ) بھی یہی معنی دیتا ہے اس لیے علامہ شامی رحمہ اللہ کا خیال "الاستوا" کی طرف گیا اور انھوں نے بعد والے لفظ اقتداراً کی طرف توجہ نہ فرمائی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتح المعین — اکل الطعام المتغیر — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۳
[2] رد المحتار — باب المیاہ — مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۵
[3] القاموس المحیط باب الراء فصل القاف مصطفی البابی مصر ۲/۱۱۶ [4] تاج العروس بیروت ۳/۴۸۳

قول الوقاية والنقاية والوافی والکنز والملتقی والغرر والتنویر ونور الایضاح وکثیرین لایحصون اذاقتصروا علی ذکر الطبخ ولم یقید وابکونه مع غیرہ لانہ قد انفہم من نفس اللفظ فمن التجرید لاجل التوضیح قول الاصلاح اوتغیر بالطبخ معہ والھدایۃ فان تغیر بالطبخ بعد ماخلط بہ غیرہ وبہ یضعف مافی العنایۃ و البنایۃ انما قید بہ ای بالخلط لان الماء اذا طبخ وحدہ و تغیر جاز الوضوء بہ[1] اھ وما فی الحموی علی قول مسکین ای تغیر بسبب الطبخ بخلط طاھر الخ انہ اشار بھذہ الزیادۃ الی اصلاح کلام المصنف لان مجرد الطبخ دون الخلط لایکون مانعا[2] اھ وقد تعقبہ السید الازھری بما مر فاصاب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

اھ یعنی یہ بات معلوم ہے کہ پانی محض پک کر تیار نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں اسی بنیاد پر وقایہ، نقایہ، وافی، کنز، ملتقی، غرر، تنویر، نور الایضاح اور بے شمار لوگوں نے صرف طبخ کو ذکر کرکے یہی معنی مراد لیا ہے جبکہ اس کے ساتھ کسی دوسری چیز کے پکنے کا ذکر نہ کیا، کیونکہ خود لفظ سے یہ معنی سمجھ آتا ہے، اور اصلاح کے قول تغیر بالطبخ معہ (دوسری چیز کے ساتھ پک کر متغیر ہوجائے) اور ہدایہ کے قول "غیر کے ساتھ مل کر پکے اور متغیر ہوجائے" (جہاں طبخ ذکر کرنے کے باوجود اس کے ساتھ خلط کا ذکر کیا گیا) کو وضاحت کے لیے تجرید قرار دیں گے (یعنی طبخ کو خلط کے معنی سے خالی کرنے کے بعد خلط کو ذکر کیا ہے) اور اسی معنی کی بنا پر عنایہ اور بنایہ کے اس قول کو ضعیف قرار دیا گیا ہے جس میں انہوں نے طبخ کو خلط کے ساتھ ذکر کرنے کو قید قرار دیا اور کہا کہ طبخ کو خلط کے ساتھ مقید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر پانی اکیلا پکایا جائے اور متغیر ہوجائے تو اس سے وضو جائز ہے اھ (یہ تضعیف اس لیے کہ خلط' طبخ کے معنی کا جز ہے اس کو قید بنانا درست نہیں) اور اسی بنا پر مسکین کے قول "کسی پاک چیز کے ساتھ پکنے سے پانی میں تغیر الخ" پر حموی کے اس قول کو ضعیف قرار دیا گیا ہے جس میں انہوں نے کہا کہ مسکین نے طبخ کے ساتھ غیر کے خلط کا ذکر کرکے مصنف کے کلام کو درست کیا ہے کیونکہ خلط کے بغیر طبخ' وضو سے مانع نہیں ہے' حموی کے اس قول پر سید ازہری نے یہی اعتراض کیا اور درست کیا واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (ت)

(۲) جو چیز آگ پر رکھی جائے بالطبع نرم ہو کہ آگ کا اثر جلد قبول کرسکے جس سے اس کے اجزا متخلخل ہوجائیں پہلے جو صلابت تھی باقی نہ رہے خامی جاکر استعمال مطلوب کے لیے مہیا ہوسکے لوہے یا پتھر کنکر کو تنہا یا پانی میں

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۴

[2] فتح المعین اکل الطعام المتغیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۳

ڈال کر آگ پر رکھنے کو پکانا نہ کہیں گے وھذا حاصل بنفس مدلول الانضاج کما لایخفی (اور یہی حاصل ہے مکمل طور پر پکنے کا، جیسا کہ مخفی نہیں۔ت)

(۳) صرف اُس شے کا یہ قابلیت رکھنا کافی نہیں یہاں کہ آگ پر رکھی جائے کہ یہ امور بالفعل حاصل ہوجائیں اگر پہلے ہی جُدا کرلی گئی پکانا نہ کہیں گے بلکہ کچا رکھنا۔

(۴) بعد حصول اتنی دیر نہ ہو کہ زائل ہوجائیں اگر اتر نا راور بڑھا کہ استعمال مطلوب کی صلاحیت سے نکل گئی تو پکانا نہ کہیں گے بلکہ جلانا وھذا التوسط ھو الانضاج (یہ واسطہ وہ تیار ہونا ہے۔ت)

(۵) پکانے کو ضرور ہے کہ وُہ شے مقصود ہو اگر پانی میں جوش دینے سے مقصود صرف پانی ہے مثلاً اس کی اصلاح و رفع غائلہ وغیرہ کے لیے دوسری شے کا صرف اثر لے کر پھینک دینا تو اسے اس چیز کا پکانا نہ کہیں گے زخم دھونے کے لیے پانی میں نیم ڈال کر جوش دینے کو نہ کہا جائے گا کہ نیم کے پتّے باریک رہے ہیں۔

تنبیہ پانی میں پکانے سے کبھی پانی بھی مقصود ہوتا ہے جیسے شوربا دار گوشت مگر یہ طبخ کے لیے لازم نہیں جیسے پانی میں شنجرف پکاتے نشاستہ کے لیے گیہوں آش کے لیے جَو اور وُہ پانی پھینکے اور یہ چھچھ بدلے جاتے ہیں اما ما فی المغرب قال الکرخی الطبیخ ما لہ مرق وفیہ لحم اوشحم فاما القلیۃ الیابسۃ ونحوھا فلا[1] اھ (مغرب میں ہے کرخی نے فرمایا طبیخ وہ ہے جس میں شوربا اور اس کے ساتھ گوشت اور چربی ہو لیکن خالص مشک بھونی ہوئی چیز وغیرہ کو طبیخ نہیں کہا جائیگا۔ت)

فاقول فی خصوص اللفظ لا عموم الطبیخ کالشریب لما لیس فیہ عذوبۃ وقد یشرب علی ما فیہ والشروب ادون منہ ولا یشرب الا ضرورۃ کما فی التاج عن التھذیب عن ابی زید قال ومثلہ حکاہ صاحب کتاب المعالم وابن سیدہ فی المخصص والمحکم[2] اھ فھو فی خصوص اللفظین لا فی الشرب الشراب وسائر مشتقاتہ۔

پس میں کہتا ہُوں خاص طبیخ لفظ کے بارے میں یہ قول ہے ورنہ عام طبخ میں یہ خصوصیت نہیں، جیسا کہ شریب خاص ایسے مشروب کو کہا جاتا ہے جس میں میٹھا نہ ہو حالانکہ میٹھا بھی مشروب ہوتا ہے اور لفظ شروب اس سے بھی کم درجہ ہوتا ہے جس کو صرف ضرورت کے وقت پیا جاتا ہے اس کو تاج العروس میں تہذیب کے حوالے سے ابوزید سے نقل کیا اور اس نے کہا کہ اس کو کتاب المعالم اور ابن سیدہ نے مخصص اور محکم میں بیان کیا ہے اھ لہٰذا یہ خاص معانی لفظ "شریب" اور "شروب" کے بارے میں ہیں اس مادہ سے دوسرے مشتقات شرب، شراب وغیرہ کے لیے یہ خصوصیات نہیں ہیں۔(ت)

بحث دوم طبخ میں منع کس وجہ سے ہے، صفحہ ۲۱۱ میں طبخ کی بحث گزری اور یہ کہ اس میں عبارات مختلف آئیں

---

[1] المغرب
[2] تاج العروس، باب الباء، فصل الشین احیاء دار التراث العربی بیروت ۱/۳۱۲

اور یہ کہ طبخ موجب کمال امتزاج ہے ذی جرم شے معتدبہ کا پانی سے کامل امتزاج ضرور اس کی رقت میں فرق لائیگا، اور یہ کہ یہی مآل جملہ عبارات مذکورہ ہے اور یہ کہ امام ناطفی[1] و عامہ کتب جامع[2] کبیر و ملتقی[3] و ینابیع[4] و تبیین[5] و فتح القدیر[6] و تجنیس[7] امام صاحب ہدایہ و تجنیس ملتقط[8] و حلیہ[9] و ظہیریہ[10] و غنیہ[11] و مراقی الفلاح[12] نے پکانے سے اسی زوال رقت آب پر مدار حکم رکھا اسی کو غنیہ نے جامع صغیر[13] امام قاضی خان سے نقل کیا اسی پر متون سے وقایہ[14] و ملتقی[15] و غرر[16] و تنویر[17] و نور[18] نے جزم فرمایا کہ لا بماء زال طبعه بالطبخ[1] (جس پانی کی طبیعت پکانے سے زائل ہوجائے اس سے وضو جائز نہیں۔ ت) امام صدر الشریعۃ[19] نے شرح میں فرمایا: المراد به ان یخرجه عن الرقة[2] (اس سے مراد وہ پانی ہے جس کو رقت سے خارج کردے۔ ت)

اقول یہی مختصر[20] امام ابو الحسن و ہدایہ[21] امام برہان الدین سے مستفاد لانهما احلا الامر علی اخراج الماء عن طبعه وذکرا فی الامثلة المرق[3] (وہ دونوں معاملہ کا مدار اس پر رکھتے ہیں کہ پانی کو اس کی طبع سے نکال دے، اس کی مثال میں شوربا ذکر کیا۔ ت) نیز ان دونوں نے زوال طبع کی مثال میں آب باقلا گنا ہدایہ[22] نے اُسی مطبوخ پر حمل کیا اسی طرف کافی[23] نے اشارہ فرمایا بنایہ[24] و کفایہ[25] و عنایہ[26] و غایۃ البیان[27] و فتح نے اسے مقرر رکھا نمبر ۸۹ میں جوہرۂ نیرہ[28] کی عبارت گزری المراد المطبوخ بحیث اذا برد ثخن[4] (ایسا مطبوخ مراد ہے جو ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا ہوجائے۔ ت) یہی مضمون کفایہ و بنایہ و غایہ نیز معراج[29] الدرایہ پر شلبیہ[30] علی الزیلعی سے آتا ہے نیز ان دو سے نمبر ۱۲۰ میں گزرا اور یہ کہ انھوں نے یہی مفاد خانیہ[31] ٹھہرایا اور یہی مطلب خانیہ حلیہ نے بتایا کفایہ بھی اس میں شریک درایہ ہے کما سیأتی (جیسا کہ آئیگا۔ ت) بالجملہ عبارات اس پر متظافر و متواتر ہیں اور اس درجہ تواتر کے بعد بدایہ[32] و نقایہ[33] و وافی[34] و کنز[35] و اصلاح[36] کی تعبیر تغیر سے تغیر طبع مراد لینا بہت واضح و آسان ہے۔

اقول بلکہ وہ نفس لفظ کا مفاد ہے کہ انہوں نے پانی کا تغیر لیا اور پانی ذات ہے نہ کہ وصف وصف عارض کا تغیر ذات کا تغیر نہیں عوارض بدلتے رہتے ہیں اور ذات بدستور رہتی ہے ذات نہ رہے تو عوارض بدلیں کس پر بخلاف وصف لازم کہ انتفائے لازم انتفائے ملزوم ہے اور اصل کلام میں حقیقت ہے جب تک وہ ممکن ہو مجاز ممکن نہیں جس طرح عنایہ میں فرمایا کہ الغلبة بالاجزاء غلبة حقیقية[5] (اجزاء کے لحاظ سے غلبہ حقیقی ہے۔ ت)

---

[1] شرح الوقایۃ — فصل فیما یجوز الوضوء وما لا یجوز — رشیدیہ دہلی — ۱/۸۵
[2] ایضاً
[3] الہدایۃ — الماء الذی یجوز بہ الوضوء — عربیہ کراچی — ۱/۱۸
[4] جوہرۃ النیرۃ — کتاب الطہارۃ — امدادیہ ملتان — ۱/۱۴
[5] عنایۃ مع فتح القدیر — باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء — نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۶۴

مجمع الانہر میں بڑھایا : بخلاف الغلبۃ باللون فانہا راجعۃ الی الوصف[1] اھ وقد قدمنا ھذا البحث فی قول الکنز فی ،، (رنگ کے اعتبار سے غلبہ اس کے خلاف ہے کہ وہ وصف کی طرف راجع ہے اس بحث کو ہم نے نمبر ،، میں کنز کے قول میں ذکر کیا ہے۔ ت)

اقول و بہ یضعف مافی جامع الرموز[2] تحت قولہ او غیرہ طبخا فیہ اشارۃ الی ان الغلبۃ مانعۃ فیما طبخ من ھذا الجنس سواء کانت بالاجزاء او باللون اھ و یأتی دفع اٰخر۔

میں کہتا ہوں اور اسی سے جامع الرموز کی اس عبارت کی کمزوری سمجھی گئی ماتن کے قول "او غیرہ طبخا" کے تحت ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس جنس میں پکانے سے غلبہ حاصل ہوگا یہ غلبہ اجزاء کے لحاظ سے ہو خواہ رنگ کے اعتبار سے ہو اھ آگے ایک اور اعتراض ہوگا۔ (ت)

لاجرم امام قوام الدین کاکی پھر علامہ احمد ابن الشلبی نے فرمایا :

عنی بالتغیر بالطبخ الثخانۃ والغلظ اھ[3] وقد تقدم تمامہ فی ۲۱۔

پکانے کی بناء پر تغیر سے انہوں نے گاڑھا اور غلیظ مراد لیا ہے اھ اس کی پوری بحث ۲۱ میں گزر چکی ہے۔ (ت)

کفایہ میں ہے :

عنی بالتغیر الثخونۃ حتی اذا طبخ و لم یثخن بعد بل رقۃ الماء باقیۃ جاز الوضوء بہ ذکرہ الناطفی کذا فی فتاوٰی قاضی خان[4]۔

پکانے کے سبب تغیر سے انہوں نے گاڑھا ہونا مراد لیا ہے حتی کہ اگر پکایا اور گاڑھا نہ ہوا اور اس میں رقت باقی تھی تو اس سے وضوء جائز ہوگا اس کو ناطفی نے ذکر کیا ہے، فتاوٰی قاضیخان میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

بنایہ میں ہے :

م تغیر بالطبخ ش بان صار ثخینا حتی صار کالمرق حتی اذا طبخ و لم یثخن

متن میں تغیر بالطبخ پر شارح نے کہا کہ وہ گاڑھا ہو جائے حتی کہ شوربے جیسا ہو جائے لیکن اگر پکایا اور گاڑھا

---

[1] مجمع الانہر فصل یجوز الطہارۃ بالماء المطلق دارالطباعۃ العامرۃ مصر ۱/۲۸
[2] جامع الرموز باب الطہارت مکتبۃ اسلامیہ گنبد ایران ۱/۴۷
[3] شلبیۃ علی التبیین " المطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۹
[4] الکفایۃ مع الفتح الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۲

ورقة الماء فیہ باقیۃ یجوز الوضوء بہ[1] نہ ہوا اور اس میں رقت باقی ہو تو اس سے وضوء جائز ہے۔ (ت)

اسی طرح امام اکمل نے عنایہ میں نقل کرکے مقرر رکھا۔

ولو بلفظۃ قیل اذ قال قولہ تغیر بالطبخ قیل المراد بالتغیر الثخونۃ فانہ یصیر مرقاً[2] اگرچہ قیل کے لفظ کے ساتھ ہے جبکہ انہوں نے ماتن کے قول تغیر بالطبخ پر کہا، بعض نے کہا کہ اس تغیر سے مراد گاڑھا ہونا ہے کیونکہ وہ شوربا بن جاتا ہے۔ (ت)

اسی طرح غایۃ البیان میں ہے یہ تو عام بحث تھی رہی ان میں ہر کتاب پر خاص نظر۔

(۱) ہدایہ **اقول** متن میں زوال الطبع تھا شارح نے اُسے مقرر رکھ کر آب باقلاء وغیرہ سے مطبوخ مراد لیا پھر ان تغیر بالطبخ لایجوز التوضی بہ[3] (اگر پکانے سے متغیر ہوجائے تو اس سے وضو جائز نہیں۔ ت) فرمایا لاجرم وہی تغیر معہود مقصود وھذا ما یقتضی بہ موافقۃ الشرح لمشروحہ لکن فیہ اشکال قوی سنعود الی بیانہ اٰخر ھذا البحث بعونہ تعالٰی (شرح اور مشروح کی موافقت کا یہی تقاضا ہے لیکن اس میں ایک قوی اشکال ہے اس کو بیان کریں گے بحث کے آخر میں ان شاء اللہ تعالٰی۔ ت)

(۲) نقایہ **اقول** اس کی اصل وقایہ میں زوال طبع ہے اور خود امام صاحب نقایہ نے شرح میں اعتبار رقت کی تصریح فرمائی اگر کہیے ممکن کہ نقایہ میں رائے کو تغیر ہوا کہ جانب تغیر گئی **اقول** تالیف شرح تصنیف نقایہ سے متاخر ہے کما لایخفی علی من طالعہ (اس پر مخفی نہیں جس نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) اگر کہئے پھر تغیر سے تعبیر کیوں فرمائی **اقول** وہی اشارۂ غامضہ کہ ہم نے ۲۱۷ میں بیان کیا کہ طبخ میں زوال رقت کا بالفعل ظہور ضرور نہیں بلکہ اس قابل ہوجانا کہ ٹھنڈا ہوکر رقیق نہ رہے کما تقدم التنصیص علیہ من الائمۃ الجلۃ وبہ اندفع ما فی شرح نقایۃ البرجندی من الاستشھاد علی التغایر بجعل التغیر قسیم زوال الطبع کما قدمناہ ثمہ (جیسا کہ اس پر جلیل القدر ائمہ کرام کی تصریح گزر چکی ہے اور اسی سے علامہ برجندی کی شرح نقایہ میں تغایر کے لیے تغیر کو زوال طبع کے مقابل قرار دینے کو دلیل بنانے کا اعتراض ختم ہوگیا، جس کو ہم نے وہاں ذکر کردیا تھا۔ ت)

---

[1] البنایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ ملک سنز فیصل آباد ۱/ ۱۸۹

[2] العنایۃ مع الفتح " " " مطبعۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۲

[3] الھدایۃ " " " مطبعۃ عربیہ کراچی ۱/ ۱۸

(۳ و ۴) کنز و وافی **اقول** اُن میں بالطبخ کا عطف بکثرۃ الاوراق پر ہے اور وہاں تغیر طبع ہی مراد تو بالطبخ اس کے نیچے داخل وتاویل البحر عــه قد علمت ما فیہ وقد اعترف بھذا فی النھر ۵

عــه تذکر ما تقدم فی ۲۱ من حمل البحر التغیر علی تغیر الاطلاق وقولی انہ لایتمشی فی عبارۃ النقایۃ والاصلاح۔

بحر کے اس قول جس میں انہوں نے "تغیر" سے اطلاق کا تغیر مراد لیا ہے جو نمبر ۲۱ میں گزرا، اور میرے اس قول کو جس میں کہا تھا کہ یہ بات نقایہ اور اصلاح کی عبارت میں درست نہیں ہوگی، کو یاد کرو۔

فان قلت ھذا قلت و فی نفس الکنز فان المفاھیم معتبرۃ فالکتب فاذا حمل التغیر علی تغیر الاطلاق کان المعنی لایجوز الوضوء بما تغیر عن اطلاقہ بالطبخ اما لو تغیر عنہ بغیر الطبخ جاز وھو باطل۔

اگر تو اعتراض کرے کہ تم نے اس بارے کنز کا ذکر کیوں نہیں کیا، حالانکہ کتب فقہ میں مفہومات کا اعتبار ہوتا ہے پس جب طبخ والے تغیر سے مراد، اطلاق کا تغیر ہے تو پھر معنی یُوں ہوگا کہ پکانے کی وجہ سے جو تغیر پانی کے اطلاق میں پیدا ہوا ہے اس سے وضو جائز نہ ہوگا، اور اگر یہ اطلاق کا تغیر بغیر پکنے کے حاصل ہو تو اس سے وضو جائز ہوگا حالانکہ یہ باطل ہے۔

اقول ف عبارۃ الکنز وان احتملت المفھوم احتملت ان یکون الطبخ مطلقا علۃ موجبۃ لتغیر الاطلاق وحصول التقیید وان لم یتغیر شیئ کما ادعی البحر والمعلول لایتخلف عن علتہ فلا یکون لھا مفھوم من ھذہ الجھۃ کأن تقول لایتوضوء بماء غُلب بکثرۃ اجزاء الممازج فلا یحتمل انہ وجدت کثرۃ ولم یغلب بھا جاز بہ الوضوء لاستحالۃ انفکاک الغلبۃ عنھا۔

میں کہتا ہوں کہ کنز کی عبارت میں اگر مفہوم کا احتمال ہے تو اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ طبخ علی الاطلاق تغیرِ اطلاق کی علتِ مؤثرہ قرار پائے اور مطلق پانی کو مقید کرنے کی علت بن جائے، اگرچہ طبخ کے ساتھ کوئی تغیر پیدا نہ ہو، جیسا کہ بحر نے دعوٰی کیا ہے تو اب کوئی مفہوم پیدا نہ ہوگا کیونکہ کوئی معلول اپنی علت سے جُدا نہیں ہوسکتا، یہ یُوں ہوا جیسے تم کہو کہ پانی میں ملنے والی چیز کے اجزاء کی کثرت ہونے پر وضو جائز نہیں، تو یہاں مفہوم مخالف پیدا نہیں ہوتا، کہ یوں کہا جاسکے کہ کثرت بغیر غلبہ اگر پائی جائے تو وضو جائز ہوگا، کیونکہ کثرت اجزاء غلبہ کے لیے علت موثرہ ہے جس کا جدا ہونا محال ہے۔

(باقی برصفحہ آیندہ)

استشکلہ علی تقدیر الاخذ بما فی الخانیۃ من البناء علی وجود ریح الباقلاء فقال کما نقل عنہ ابوالسعود وعلی ھذا یشکل عطف الطبخ علی ماتغیرہ بکثرۃ الاوراق لما علمت ان التغیر بکثرۃ الاوراق بالثخن وھذا بنفس الطبخ سواء ثخن اولا[1] اھ (اور بحر کی تاویل کی کمزوری تمہیں معلوم ہوچکی ہے اور نہر میں اس کا اعتراف ہوچکا ہے اور انہوں نے خانیہ کے اُس بیان کو جس میں انہوں نے طبخ کے تغیر پر باقلاکی بُو کو دلیل بنایا ہے پر اشکال وارد کیا ہے اور یُوں کہا کہ ماتغیرہ بکثرۃ الاوراق پر طبخ کے عطف کرنے سے اعتراض پیدا ہوگا، کیونکہ کثرتِ اوراق (پتّوں کی کثرت) سے گاڑھا ہونے کی وجہ سے تغیر ہوتا ہے اور یہ محض پکانے سے تغیر ہوگا، گاڑھا ہو یا نہ ہو ابوسعود نے ان سے یوں ہی نقل کیا ہے اھ ت)

اقول والاشکال مدفوع **اوّلا** بما علمت من تواتر النصوص علی اعتبار الثخن

میں کہتا ہوں یہ اشکال مدفوع ہے **اوّلاً** اس لیے کہ طبخ میں بھی گاڑھے پن کا اعتبار ہے جس پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فان قلت الیس ان البحر حمل التغیر المذکور فی المتن علی تبدل الاسم بالثخونۃ کما تقدم فی ،، ولا شک ان قولہ بالطبخ داخل تحت ھذا التغیر فیکون المعنی او ثخن بالطبخ فلم لم تحتج علی البحر بقول نفسہ۔

اگر تو اعتراض کرے کہ کیا بحر نے متن کی تفسیر میں تغیر سے مراد پانی کے نام کی تبدیلی گاڑھے پن کی وجہ سے نہیں لی ؟ جیسا کہ نمبر ،، میں گزرا، اور اس میں شک نہیں کہ اس کا قول "بالطبخ" بھی اس کے تحت ہے تو اب معنی یہ ہوا او ثخن بالطبخ یا پکانے سے گاڑھا ہوجائے تو آپ بحر کا رد خود اس کے اپنے قول سے کیوں نہیں کرتے؟

اقول لوان یقول معنی التغیر ھو التقیید غیرانہ فی الاوراق بالثخن ففسرتہ بہ ھناک وفی الطبخ بنفسہ اما کلام الفقیر ھھنا فمبنی علی التحقیق والیہ اشرت بقولی وتاویل البحر قد علمت ما فیہ فافھم ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

تو میں جواب دیتا ہوں کہ بحر یہ کہہ سکتے ہیں کہ تغیر سے میری مراد تقیید یعنی پانی کو مقید کرنا ہے مگر اوراق (پتّوں) میں یہ تقیید گاڑھے پن سے ہوتی ہے اس لیے میں نے وہاں تغیر کی تفسیر گاڑھے پن سے کی ہے، لیکن مجھ فقیر کا یہ کلام محض تحقیق پر مبنی ہے جس کی طرف میں نے (تاویل البحر قد علمت مافیہ) بحر کی تاویل میں اعتراض تمہیں معلوم ہے، کہہ کر اشارہ کیا تھا، فافہم ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[1] فتح المعین کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۳

فی الطبخ ایضا وثانیا[1] بما سمعت ان الثخن لازم الطبخ عادة وثالثا[2] اعلمناك فی ۲۱۷ مآل کلام الخانیة هذا واجاب الحموی ثم ابو السعود عن اشکال النهر انه یشکل ان لوکان مختار المصنف ان التغیر بکثرة الاوراق بالثخن ولیس کذلك لما مر من ان ظاهر قوله وان غیر طاهر احد اوصافه انه لو غیر اوصافه الجمیع لایجوز وان لم یصر ثخینا[1] اھ۔

نصوص کا تواتر تمھیں معلوم ہے اور ثانیاً اس لیے کہ تم سن چکے ہو کہ گاڑھا پن، طبخ کو عادتاً لازم ہے اور ثالثاً اس لیے کہ ہم نے خانیہ کی اس کلام کا ماحاصل ۲۱۷ میں آپ کو بتایا تھا اور حموی اور پھر ابوسعود نے نہر کے اشکال کا یہ جواب دیا کہ اشکال تب ہوتا جب مصنف کثرتِ اوراق میں تغیر کی وجہ سے گاڑھا ہونے کو قرار دیتے حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ گزرا کہ ان کے قول (وان غیر طاهر احد اوصافه) کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی پاک چیز پانی کے تمام اوصاف کو متغیر کردے تو وضو جائز نہیں اگرچہ وہ گاڑھا نہ ہوا ھ (ت)

اقول اولا[1] لیس الاولی بنا ان نحمل کلام الائمة علی الضعیف المهجور مع صحة المعنی الصحیح الموافق للجمهور وحدیث احد الاوصاف یأتی ما فیه بعون الله تعالٰی۔

میں کہتا ہوں اولاً، ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ائمہ کرام کے کلام کو کسی ضعیف اور متروک پر محمول کریں جبکہ اس کا صحیح اور جمہور کے موافق معنی درست ہوسکتا ہو، جس حدیث میں پانی کے کسی ایک وصف کی تبدیلی کا ذکر ہے اس کے بارے میں اللہ کی مدد سے آئندہ بحث آئے گی۔

وثانیا[2] الامام النسفی حافظ الدین صاحب الکنز هو القائل فی مستصفاه ان اعتبار احد الاوصاف خلاف الروایة الصحیحة[2] کما تقدم فی ۱۰۱۔

اور ثانیاً کنز کے مصنف امام حافظ الدین نسفی نے اپنی مستصفی میں کہا ہے کہ کسی ایک وصف کی تبدیلی والی روایت صحیح روایت کے خلاف ہے جیسا کہ ۱۰۱ میں گزرا۔

(۳) اصلاح اقول کان الاولی به الحمل علی ما یوافق النصوص المتواترة

اصلاح، میں کہتا ہوں کہ اس کو نصوص متواترہ کے موافق معنی پر محمول کرنا بہتر ہے، لیکن علامہ

---

[1] فتح المعین کتاب الطهارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۳

[2] مستصفی

لکن العلامة الوزیر رحمه الله تعالٰی قال فی منهواته من ههنا علم ان المعتبر فی صورة الطبخ تغیر الماء به لاخروجه عن طبعه کما یفهم من قول تاج الشریعة او بطبخ کیف والمرق لایجوز به الوضوء مع انه انما وجد فیه تغیر الماء بالطبخ لاخروجه عن حد الرقة والسیلان اھ[1]

وزیر رحمہ اللہ نے اپنے منہیات میں فرمایا کہ "یہاں سے معلوم ہوا کہ پکانے کی صورت میں پانی کا تغیر معتبر ہے پانی کا اپنی طبع سے نکلنا مراد نہیں جیسا کہ تاج الشریعۃ کے اس قول سے مفہوم ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ "یا پکانے سے متغیر ہو، تو اس سے وضو کیسے جائز ہو، حالانکہ شوربے سے وضو جائز نہیں باوجودیکہ اس میں پکانے کی وجہ سے تغیر پایا جاتا ہے وہ تغیر ایسا نہیں کہ جس کی وجہ سے پانی رقت وسیلان کی حد سے نکل جائے اھ (ت)

اقول اولا مایفهم من تاج الشریعة بل الذی هو نصه هو الموافق لمتواترات النصوص وثانیا ما استند الیه من المرق قد جعله القدوری[2] والهدایة والوقایة والملتقی والغرر والتنویر وغیرها مما غلب علیه غیره فاخرجه عن طبع الماء وتقدم انفا قول البنایة وقیل العنایة بالثخونة یصیر مرقا[3] وثالثا قد علمت ان الثخن لازم الطبخ عادة ورابعا قد عرفت معنی الرقة ولا شك ان المرق اذا سال لاینبسط کلا فقد تجسد۔

میں کہتا ہوں اولاً تاج الشریعۃ کے کلام سے یہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ انہوں نے جو نص کے طور پر بیان کیا وہ تو نصوص متواترہ کے موافق ہے اور ثانیاً یہ کہ شوربے کے بارے میں انہوں نے تاج الشریعۃ کی طرف جو منسوب کیا اس کو قدوری، ہدایہ، وقایہ، ملتقی، غرر اور تنویر وغیرہا نے اس صورت میں سے بنایا جس میں غیر کے غلبہ کی بنا پر پانی اپنی طبع سے نکل جاتا ہے، اور ابھی بنایہ کا قول اور عنایہ کا قیل گزرا کہ گاڑھے پن کی وجہ سے شوربا بنتا ہے، ثالثاً یہ کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ عادی طور پر گاڑھاپن، طبخ کو لازم ہے اور رابعاً آپ کو رقت کا معنی معلوم ہو چکا ہے اور اس میں شک نہیں کہ شوربا جب بہتا ہے تو وہ پوری طرح پھیلتا نہیں۔ (ت)

---

[1] اصلاح للعلامہ وزیر ابن کمال پاشا

[2] الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ عربیہ کراچی ۱/۱۸

[3] العنایۃ مع الفتح " " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۲

اکمال فی بیان الاشکال وحلہ بفضل الملک المفضال: کان فی متن الہدایۃ لاتجوز بماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء کماء الباقلاء والمرق و ماء الزردج[1] فقال فی الہدایۃ المراد بماء الباقلاء وغیرہ ما تغیر بالطبخ فان تغیر بدون الطبخ یجوز التوضی بہ ثم قال مستثنیا عما تغیر بالطبخ الا اذا طبخ فیہ ما یقصد بہ المبالغۃ فی النظافۃ کالاشنان الا ان یغلب علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ اھ[2]

اشکال اور اس کے حل کا بیان اللہ تعالٰی کے فضل سے، ہدایہ کے متن میں ہے کہ ایسے پانی سے وضو جائز نہیں جس پر غیر کا غلبہ ہوا ہو اور پانی کو اپنی طبع سے خارج کردیا ہو، جیسا کہ شوربا، زردج اور باقلاء کا پانی، اس پر ہدایہ میں کہا کہ ماء الباقلاء وغیرہ سے مراد پکانے سے متغیر ہونے والا پانی ہے اور اگر پکائے بغیر پانی متغیر ہوجائے تو اس سے وضو جائز ہے، پھر انھوں نے پکانے کی وجہ سے متغیر ہونے والے پانی میں سے استثناء کرتے ہوئے فرمایا، مگر وہ پانی جس میں ایسی چیز پکائی گئی ہو جس سے صفائی میں مبالغہ مقصود ہو جیسے اشنان، الّا یہ کہ اس پر اشنان غالب ہو کر مخلوط ستو کی طرح بنادے (یعنی گاڑھا کردے) تو وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کا نام پانی نہیں رہتا اھ (ت)

اقول وفیہ عندی اشکال قوی و ذلک لان المراد بالتغیر بالطبخ اما تغیر الطبع او تغیر الاوصاف لاسبیل الی الثانی۔

میں کہتا ہوں میرے نزدیک ہدایہ کی عبارت میں قوی اشکال ہے، یہ اس لیے کہ تغیر بالطبخ سے کیا مراد ہے تغیر الطبع ہے یا تغیر الاوصاف، دوسرا یعنی تغیر الاوصاف مراد نہیں ہوسکتا۔

اوّلاً لان کلام المتن فی زوال الطبع وھو مانع مطلقا بالاجماع ففیم التقیید بالمطبوخ وھذا ما قدمتہ فی ۸۹۔

اوّلاً اس لیے کہ مصنّف، پانی کی طبع کے زوال کے بارے میں کلام فرمارہے ہیں اور زوالِ طبع ہر طرح وضوء سے مانع ہے اس پر اجماع ہے لہذا اس صورت میں پانی کے پکانے کی قید بے معنی ہے اور یہ بات میں پہلے ۸۹ میں کہہ چکا ہوں۔

وثانیاً کیف یراد بخروجہ عن طبعہ

ثانیاً اس لیے کہ "خروج عن طبع" سے "تغیر

---

[1] الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ عربیہ کراچی ۱/۱۸

[2] ایضاً

تغیر وصفه بالطبخ ۔

وثالثاً فرق بین بین طبخ المتغیر والتغیر بالطبخ والمتحقق فی ماء الباقلاء والحمص والزرج وامثالها هو الاول لان مجرد خلط بعضها بالماء ومکث بعضها فیه مغیر لوصفه والخلط والمکث متقدمان علی حصول الطبخ وهو الانضاج کما هو معلوم مشهود فلم یحصل التغیر بالطبخ بل ورد الطبخ علی المتغیر وشتان ماهما وکذا لاسبیل الی الاول اولاً یکون المعنی فان زال طبعه بدون الطبخ یجوز التوضی به وهو بدیهی البطلان وثانیاً یبطل استثناء المنظف من المطبوخ فان زوال الطبع لاثنیا فیه وثالثاً یتناقض الحکم والثنیا فان قوله الا اذا طبخ فیه مایقصد به دل علی جواز التوضی بما زال طبعه بطبخه مع المنظف وهذا هو الذی ابطله بالثنیا الاخیرة الا ان یغلب الخ فعلی کل من الوجهین ثلثة وجوه من الاشکال ولم ار من تعرض لشیئ من هذا اوحام حوله فضلا عمن رام حله وقد تبعه علی الوجه الاول فی الدرایة والشلبیة[1] والکفایة والبنایة والدر فقال الاولان عنی بالتغیر الثخانة (الی قولهما) هذا اذا لم

فی الاوصاف بالطبخ " کیسے مراد لیا جاسکتا ہے ؟

اور ثالثاً ، اس لیے کہ " متغیر کو پکانے " اور " پکانے سے تغیر " میں بڑا فرق ہے ، اور یہاں باقلی ، چنوں ، زردج وغیرہا کے پانی میں پہلی یعنی " متغیر کا پکانا " صورت پائی جاتی ہے کیونکہ ان میں سے بعض کے ملنے اور بعض کے پانی میں کچھ دیر پڑے رہنے سے ہی پانی متغیر ہوجاتا ہے اور اس کو پکانے کا مرحلہ بعد میں ہوتا ہے جس کو تیاری کا مرحلہ کہتے ہیں یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہے پس یہاں طبخ سے تغیر نہ ہوا بلکہ متغیر شدہ چیز پر طبخ واقع ہوا ہے ، اور ان دونوں میں فرق واضح ہے اسی طرح پہلی شق (یعنی تغیر الطبع ، مراد نہیں ہو سکتی) اولاً اس لیے کہ اس صورت میں معنی یُوں ہوگا کہ اگر پکائے بغیر پانی کی طبع زائل ہوجائے تو وضوء جائز ہے ، حالانکہ یہ بدیہی طور پر غلط ہے (کیونکہ زوال طبع کے بعد کسی صورت میں وضو جائز نہیں ہے) اور ثانیاً ، اس لیے کہ صفائی کی خاطر پکائی ہوئی چیز کا استثناء ، اس صورت میں درست نہ ہوگا کیونکہ زوال طبع بلا استثناء جس چیز سے بھی ہو تو وضو جائز نہیں ہے ، اور ثالثاً اس لیے کہ اس صورت میں حکم اور استثناء دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہونگے کیونکہ ہدایہ میں پہلے متغیر بالطبخ کے ساتھ وضو کو ناجائز قرار دے کر اس سے نظافت کے مقصد کے لیے پانی میں پکائی ہوئی چیز کو مستثنیٰ کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نظافت کی خاطر پانی میں پکائی ہوئی چیز جس سے پانی کی طبع

---

[1] شلبیۃ علی التبیین کتاب الطہارۃ الاسلامیہ بولاق مصر ١/ ١٩

یکن المقصود بالطبخ المبالغۃ فی التنظیف فان کان کالاشنان والصابون یجوز الا ان یصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ[1] اھ ونحوہ فی التالیین وقال الدر لا یجوز بماء زال طبعہ وھو السیلان بطبخ الا بما قصد بہ التنظیف فیجوز ان بقی رقتہ[2] اھ و ف۱ العجب ان لم یتنبہ لہ الشراح السادۃ حتی ف۲ ان الاخذ علی المراق بما یأتی وقد ف۳ اغتربہ الفاضل عبد الحلیم اذ قال لا اختلاف فی عدم جواز التوضی بماء زال طبعہ بالطبخ بخلاف ما زال طبعہ بالخلط من غیر طبخ[3] اھ و یا سبحن اللہ من ذا الذی اجاز الوضوء بماء زال طبعہ ھذا لا یساعدہ عقل ولا نقل وقد صرح رایع ابحاث زوال الطبع انہ لا یجوز بالاجماع بلا خلاف[4] اھ

ختم ہو چکی ہو، سے وضوء جائز ہو حالانکہ یہی وہ صورت ہے جس کو دوبارہ استثناء سے باطل کیا ہے اور یوں کہا الا ان یغلب الخ (یعنی نظافت کی خاطر پانی میں پکائی ہوئی چیز سے وضوء اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ نظافت والی چیز پانی پر غالب نہ ہو یعنی اس چیز نے پانی کی طبع کو زائل نہ کیا ہو) پس ہدایہ کی عبارت میں دونوں احتمال تین تین وجوہ سے اشکال کے حامل ہیں، میری نظر میں ان اشکال میں سے کسی ایک کو بیان کرنے یا ان کے قریب پھٹکنے والا کوئی نہیں چہ جائیکہ وہ ان کا حل پیش کرے، ہدایہ کی عبارت، تغیر بالطبخ کے دو احتمالوں میں سے پہلے احتمال کو درایہ، شلبیہ، کفایہ، بنایہ اور در میں ذکر کیا گیا ہے، پہلی دونوں کتب یعنی درایہ اور شلبیہ نے کہ ہدایہ نے تغیر سے گاڑھا پن مراد لیا ہے اور اس کو آخر تک یوں بیان کیا، یہ اس صورت میں ہے جب پکانے میں نظافت کا مبالغہ مقصود نہ ہو اور اگر یہ مقصد ہو تو پھر وضو جائز ہے جیسے اشنان اور صابون وغیرہ سے، بشرطیکہ اس صورت میں اشنان و صابون کی وجہ سے پانی مخلوط ستوؤں کی طرح نہ بن جائے کیونکہ ایسا ہو جانے پر اس کو پانی نہیں کہا جاتا اھ، اور اسی طرح کا بیان دوسری دونوں کتب یعنی کفایہ اور بنایہ میں ہے، اور در نے یوں کہا ایسے پانی سے وضوء ناجائز ہے پکانے سے جس کی طبع زائل ہو چکی ہو اور وہ طبع، پانی کا سیلان ہے، مگر جب پانی میں پکانے سے مقصد صفائی مقصود ہو تو وضوء جائز ہوگا بشرطیکہ پانی کی رقت باقی ہو اھ اور تعجب ہے کہ سید شارح حضرات بھی اس اشکال کی طرف متوجہ نہ ہوئے حتی کہ

---

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸

[2] در مختار باب المیاہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷

[3] حاشیۃ الدرر للمولی عبد الحلیم کتاب الطہارۃ عثمانیہ بیروت ۱/۱۸

و خلاصۃ الفتاوٰی ماء المقید نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[4] بدائع الصنائع " سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

طحطاوی بھی جنہوں نے مراقی الفلاح پر گرفت کی جو آئندہ آئے گی، اور یہاں فاضل عبدالحلیم کو غلط فہمی ہوئی جہاں انہوں نے کہا کہ پکانے کی وجہ سے جس پانی کی طبع زائل ہوجائے تو اس سے وضو کے ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس کے برخلاف جبکہ بغیر پکائے کسی چیز کے خلط سے پانی کی طبع زائل ہوجائے تو وضو جائز ہے اھ یا سبحان اللہ وہ کون ہے جو زوالِ طبع کے بعد بھی پانی سے وضو کو جائز قرار دیتا ہو، یہ ایسی بات ہے جو عقل و نقل کے مخالف ہے، اور زوالِ طبع کی چوتھی بحث میں یہ بات گزر چکی ہے کہ زوالِ طبع کے بعد وضو جائز نہیں ہے بلا اختلاف یہ بات سب کو مسلّم ہے اھ (ت)

وانا اقول[1] وباللہ التوفیق وجہ الحل دموعہ یبتنی کشف الغمۃ بعونہ تعالٰی علی تقدیم مقدمات فاعلم۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی سے ہی توفیق، اور اس اشکال کی پریشانی کو کم کرنے والی کوشش ہے۔ اس اشکال کے حل کی بنیاد چند مقدمات پر ہے۔

اوّلاً ان قول المتن ماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء لابد فیہ من التجوز وذلک لانہ جعلہ خارجا عن طبع الماء ثم سماہ ماء وما خرج عن طبعہ حقیقۃ لایبقی ماء لما تقدم ان الطبع لازم الذات فتنتفی بانتفائہ وقد افاد المحقق علی الاطلاق فی الفتح ان ما سلب رقتہ لیس ماء اصلا کما یشیر الیہ قول المصنف فی المختلط بالاشنان فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ[1] اھ فلابد من التجوز اما فی الماء سماہ ماء باعتبار ما کان واما فی الخروج سمی قرب الخروج خروجا والثانی اکثر[2] واقرب لان الاٰتی قریبا احق بالاعتبار من الفائت الساقط وایضا موضوع

اوّلاً یہ سمجھو کہ ہدایہ کے متن میں یہ قول "ماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء" جس پانی میں کوئی چیز مل کر اس پر غالب ہوکر اسے طبع سے خارج کردے، اس قول میں مجاز لازمی ہے کیونکہ یہاں پانی کی طبع ختم ہوجانے کے باوجود اس کو پانی کہا گیا ہے حالانکہ پانی کی طبیعت ختم ہوجانے کے بعد وہ پانی نہیں رہتا ہے اس لیے کہ وہ بات پہلے کہی جاچکی ہے کہ طبع پانی کی ذات کو لازم ہے تو لازم کے ختم ہونے پر ذات کا خاتمہ ضروری ہے محقق مطلق نے فتح القدیر میں یہ واضح کیا ہے کہ جب رقت ختم ہوجائے تو وہ پانی نہیں رہتا، جیسا کہ مصنف نے کہا ستوؤں کی طرح گاڑھا ہونے والے اس پانی کو جس میں اشنان ملا ہو، کے بارے میں کہا کہ اس کا نام پانی نہیں ہوگا اھ، لہٰذا یہاں مجاز ماننا ضروری ہے یہ مجاز لفظ ماء

---

[1] فتح القدیر — الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ — نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

الباب الماء الذی یجوز بہ الوضوء وما لا وایضا ھو اکثر فائدۃ لان الاعلام بماء لایجوز الوضوء بہ اھم من منع الوضوء بما لیس بماء۔

(پانی) میں ہوگا کہ قبل ازیں وُہ پانی تھا (اس لیے مجازاً، زوالِ طبع کے بعد اسے پانی کہا گیا ہے) یا یہ مجاز لفظ "خروج" میں ماننا ہوگا کہ موجودہ پانی سے عنقریب اس کی طبع خارج ہونے والی ہے (اس لیے طبع سے اس کو خارج قرار دے دیا، پہلی صورت میں ماکان اور دوسری میں مایکون کے اعتبار سے مجاز ہے) جبکہ مجاز کی دوسری (مایکون والی) قسم کا استعمال زیادہ ہے اور یہ اقرب الی الفہم بھی ہے کیونکہ عنقریب پائی جانے والی چیز اس چیز سے زیادہ معتبر ہے جو پائے جانے کے بعد ختم ہوچکی ہے نیز مجاز کی دوسری قسم کا یہاں اعتبار اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہاں اس پانی کی بحث ہے جس سے وضو جائز یا ناجائز ہے (یعنی پانی کا وجود ہونا ضروری ہے) نیز اس لیے بھی کہ دوسری قسم کے مجاز میں یہاں زیادہ فائدہ ہے یہ اس لیے کہ پانی موجود ہونے پر یہ بتانا کہ اس سے وضو جائز نہیں، زیادہ مفید ہے اس قول کے مقابلہ میں کہ یُوں کہا جائے جو پانی نہیں اس سے وضو منع ہے۔ (ت)

وثانیاً السبب ھھنا کمال الامتزاج کما نص علیہ فی الکافی والکفایۃ والبنایۃ وغیرھا وسیأتی ان شاء اللہ تعالٰی وکمال الامتزاج اثرہ فی الشیئ المخالط بغیر طبخ اخراج الماء عن الرقۃ بالفعل وفی المخالط طبخا جعلہ متھیئا للخروج بالقوۃ القریبۃ وذلک لان المخالط یرید اثخانہ والنار تلطفہ وترققہ فلا یظھر اثرہ کما ھو الا اذا زال المعارض وبرد کما تقدم التنصیص علیہ عن الکتب الکثیرۃ فی ۲۱۷۔

ثانیاً اس پانی سے طبع کے زائل وخارج ہونے کا سبب یہ ہے کہ پانی میں کوئی چیز مکمل طور پر مخلوط ہوجائے جیساکہ اس کو کافی، کفایہ، بنایہ وغیرہا نے واضح طور پر بیان کیا ہے اور عنقریب اس کا ذکر آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی، جبکہ کمالِ امتزاج (مکمل ملاوٹ) اگر بغیر پکائے ہو تو اس کا فوری اثر یہ ہوتا ہے کہ پانی کی رقت ختم ہوجاتی ہے (یعنی بالفعل ختم ہوجاتی ہے) اگر یہ کمالِ امتزاج پکانے کی وجہ سے ہو تو پھر اس کا اثر یہ ہوتا کہ پانی کی رقت عنقریب ختم ہونے والی ہوتی ہے (یعنی بالفعل ختم نہیں ہوتی) کیونکہ ملاوٹ کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ پانی گاڑھا ہوجائے اور آگ کی حرارت اس کو پتلا رکھتی ہے جس کی وجہ سے کمال امتزاج کا اثر فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتا، لیکن جب رکاوٹ دور ہوجاتی ہے اور یہ مخلوط ٹھنڈا ہوجاتا ہے تو وہ گاڑھا ہوجاتا ہے جیساکہ ۲۱۷ میں متعدد کتب کی تصریحات گزر چکی ہیں۔ (ت)

وثالثاً مجرد کمال الامتزاج مع

ثالثاً، محض کمالِ امتزاج جبکہ منعقد بالفعل گاڑھا پن ہو

عدم الثخن بالفعل غیر مانع فی المنطف لسریأتیك بیانه بعونه جل شانه وقد قال فی الکافی ومن معها فی الامتزاج بالطبخ انما یمنع الوضوء ان لم یکن مقصودا للغرض المطلوب من الوضوء وهو التنظیف کالاشنان والصابون الا اذا غلب فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنه[1] اذا علمت هذا فالشیخ الامام رحمه اللّٰه تعالٰی ورحمنا به حمل المتن علی المجاز الثانی لما تقدم من ترجیحاته وایاه اراد بالتغیر وقد انحلت الاشکالات جمیعا فان حکم المتن علی مایتهیؤ لزوال الطبع مع بقائه بعد علیه بعدم جواز التوضی به لابد من تقییده بالمطبوخ لانه فی غیرہ لایدل علی سبب المنع وهو کمال الامتزاج بل یدل علی عدمه اذ لو کمل لثخن بخلاف المطبوخ فانه فیه دلیل علیه کما علمت غیر انه لایمنع فی المنطف الا اذا حصل الثخن بالفعل فاستقام الاستثناء ان وللّٰه الحمد وبه اندفع ماردبه السید ابو السعود ثم السیدط علی العلامۃ الشرنبلالی اذ قال فی مراقی الفلاح لایجوز بماء زال طبعه بالطبخ بنحو حمص وعدس لانه اذا برد

_ _ _ _ _ _ _ وضوء کے لیے مانع نہیں ہے اس کی وجہ (راز) کا ان شاء اللہ وبعونہ عنقریب بیان ہوگا، جبکہ کافی میں کہا کہ پانی میں کسی چیز کو پکانے سے کمالِ امتزاج، وضو سے مانع تب ہوگا جبکہ یہ امتزاج نظافت کے لیے جو کہ وضوء کی غرض مطلوب ہے، نہ ہو، جیساکہ اشنان وصابون جب تک ان کا ایسا غلبہ نہ ہوجائے جو پانی کو ستوؤں کی طرح گاڑھا کر دے تو اس صورت میں وضوء جائز نہیں کیونکہ اتنا گاڑھا ہونے پر اس کا نام پانی نہیں رہتا اھ جب یہ تین مقدمات آپ کو معلوم ہوگئے تو شیخ (صاحب ہدایہ) نے متن میں مذکور تغیر کو مجاز کی مذکور قسم ثانی قرار دیا اُن ترجیحات کی بنا پر جن کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ اس سے تمام اشکالات ختم ہوگئے کیونکہ متن کا حکم اس پانی کے بارے میں ہے جو ابھی تک پانی ہے اگرچہ کچھ دیر بعد وہ اپنی طبیعت کھو بیٹھے گا، اس پانی کے بارے میں کہا کہ اس سے وضوء جائز نہیں ہے، تو اس صورت میں اس پانی کے تغیر (زوالِ رقت وطبع) کو طبخ (پکانے) سے مقید کرنا ضروری ہے کیونکہ پکائے بغیر دوسری کسی صورت میں وضوء سے مانع سبب (کمالِ امتزاج) پر دلیل نہیں پائی جاتی، بلکہ وہاں عدمِ سبب پر دلیل پائی جاتی ہے، کیونکہ اگر وہ سبب (کمال امتزاج) پایا جاتا تو پانی مکمل طور پر گاڑھا ہوتا، پکانے کی صورت اس کے خلاف ہے جیسا کہ مذکور ہوا

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۳

ثخن کما اذا طبخ بما یقصد به النظافۃ کالسدر وصار ثخینا[1] اھ فقال ھذا من المصنف لیس علی ماینبغی فانہ متی طبخ بما لایقصد بہ النظافۃ لایرفع الحدث وان بقی رقیقا سائلا لکمال الامتزاج بخلاف مایقصد به النظافۃ فانہ لایمتنع بہ رفعہ الا اذا خرج عن رقتہ وسیلانہ فالفرق بینھما ثابت وتسویۃ المصنف بینھما ممنوعۃ[2] اھ۔

(اس کی وجہ یہ مذکور ہوئی ہے کہ ٹھنڈا ہونے کی صورت میں کمال امتزاج سے گاڑھاپن فوراً پیدا ہوجاتا ہے جبکہ پکانے کی صورت میں حرارت گاڑھے پن سے مانع ہوتی ہے) ہاں پکانے کی صورت میں گاڑھے پن کے بغیر کمال امتزاج، وضو کے لیے اس وقت مانع نہ ہوگا جب پانی میں نظافت کی غرض سے کوئی چیز پکائی گئی ہو بشرطیکہ اس سے بالفعل گاڑھاپن پیدا نہ ہو، پس اب ہدایہ کی عبارت میں دونوں استثناء درست ہوگئے۔ اس جواب کی تقریر سے سید ابوسعود اور سید طحطاوی کا علامہ شرنبلالی پر اعتراض بھی ختم ہوگیا جو انہوں نے علامہ کی اس عبارت پر کیا جو علامہ نے مراقی الفلاح میں یُوں کہی ہے "چنے اور مسور جیسی چیزوں کو پانی میں پکانے سے جب پانی کی طبع زائل ہوجائے کہ ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا ہوجائے تو وضو جائز نہیں ہے جس طرح نظافت کے مقصد سے پانی میں پکائی ہوئی چیز (جیسے بیری کے پتے وغیرہ) جو کہ پکنے میں گاڑھا ہوجائے تو وضو جائز نہیں ہے اھ اس پر دونوں حضرات نے یہ اعتراض کیا کہ مصنف (علامہ شرنبلالی) کا یہ کہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ جب ایسی چیز پانی میں پکائی جائے جس سے نظافت مقصود نہ ہو تو اس سے طہارت جائز نہیں، اگرچہ اس میں رقت وسیلان باقی ہو اس لیے کہ یہاں کمالِ امتزاج پایا جاتا ہے۔ لیکن جس چیز سے نظافت مقصود ہو تو وہاں جب تک رقت وسیلان ختم نہیں ہوتا اس وقت تک اس سے طہارت جائز ہے یہ فرق واضح ہے اور مصنف (شرنبلالی) کا دونوں صورتوں کو برابر قرار دینا درست نہیں ہے اھ (ت)

اقول اولا متی سوی وقد قال فی المنظف وصار ثخینا فاعتبر الثخونۃ بالفعل وقال فی غیرہ اذا یرد ثخن فاعتبر التھیؤ للثخن[3]۔

میں کہتا ہوں **اوّلاً** کہ علامہ شرنبلالی نے کب دونوں صورتوں کو برابر قرار دیا ہے؟ حالانکہ انہوں نے نظافت والی چیز کے بارے میں کہا کہ گاڑھاپن پایا جائے تو انہوں نے یہاں گاڑھے پن کا بالفعل پایا جانا معتبر قرار دیا اور غیر منظف میں انہوں نے کہا جب ٹھنڈا ہوکر گاڑھا ہو تو یہاں انہوں نے

---

[1] مراقی الفلاح کتاب الطہارت الامیریہ بولاق مصر ص ۱۶

[2] حاشیہ طحطاوی " " " " "

بالفعل گاڑھے ہونے کا اعتبار نہیں کیا بلکہ اس کے قابل ہونے کا اعتبار کیا ہے۔ (ت)

وثانیا قولهما ان بقی رقیقا ان اراد به ماعلیه المطبوخ قبل ان یبرد فلم ینکره المصنف بل قد نص علیه اذ اعتبره رقیقا بعد ومنع الوضوء به وان اراد به ما یبقی رقیقا بعد ما یبرد ایضا فمنع الوضوء به ممنوع وکمال الامتزاج مدفوع اذ لو کمل لثخن ولو بعد حین۔

اور ثانیا ان دونوں کا یہ قول، کہ غیر منظف سے وضوء جائز نہیں اگرچہ اس کی رقت باقی ہو، تو اس رقت کی بقاء سے مراد اگر ٹھنڈا ہونے سے قبل ایسا ہو، تو مصنف نے اس کا انکار نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس رقت پر یہ کہہ کر نص کردی کہ ٹھنڈا ہونے سے قبل رقیق ہو اور ٹھنڈا ہونے کے بعد گاڑھا ہو، کیونکہ انہوں نے ٹھنڈا ہونے کے بعد رقیق کا اعتبار کیا ہے اور یہ کہ اس سے انھوں نے وضو کو ناجائز کہا اور اگر ان کی مراد یہ ہو کہ ٹھنڈا ہونے کے بعد بھی رقیق رہے تو پھر ان دونوں حضرات کا اس سے وضوء کو منع کرنا درست نہیں ہے اور یہاں کمالِ امتزاج ماننا درست نہیں ہے کیونکہ اگر اس وقت کمالِ امتزاج ہوتا تو پھر کچھ دیر بعد گاڑھا ہو جاتا۔ (ت)

وثالثا لئن سلم فالمنقول عن امامی المذهب ابی یوسف ومحمد رحمهما الله تعالٰی هو التسویة بین المنظف وغیرہ علی الروایة المشهورة عن ابی یوسف وعلی کلتا الروایتین عن محمد تذکر ما اسلفنا فی ۱۰۲ عن الحلیة عن التتمة والذخیرة ان ابا یوسف یعتبر فی المنظف سلب الرقة روایة واحدة واختلف الروایة عنه فی غیرہ ففی بعضها اعتبر سلب الرقة ای وهی المشهورة عنه وفی بعضها لم یشترطه ای واکتفی بتغیر الاوصاف وهی الروایة الضعیفة المرجوحة وان محمدا اعتبر الغلبة باللون ای وهی الروایة المشهورة عنه وفی بعضها سلب الرقة

اور ثالثا اور اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ علامہ شرنبلالی نے منظف اور غیر منظف پکنے والے دونوں کو برابر ومساوی قرار دیا ہے تو بھی یہ درست ہے کیونکہ امام یوسف اور امام محمد دونوں اماموں کے ہاں منظف اور غیر منظف دونوں برابر ہیں، جیسا کہ امام ابو یوسف سے مشہور اور امام محمد سے مشہور اور غیر مشہور دونوں طرح منقول ہے نمبر ۱۰۲ میں حلیہ، تتمہ اور ذخیرہ کے حوالے سے ہم نے جو بیان کیا تھا اس کو یاد کرو، وہ یہ کہ امام ابو یوسف منظف میں رقت ختم ہونے کا اعتبار کرتے ہیں ان سے یہ ایک ہی روایت ہے جبکہ غیر منظف کے بارے میں ان سے مروی روایات مختلف ہیں، بعض روایات میں وہ یہاں رقت کے خاتمہ کا اعتبار کرتے ہیں یہی روایت مشہور ہے۔ اور بعض روایات میں یہ ہے کہ وہ

وکلتاهما مطلقة عن التفصيل بین المنطف وغیرہ فای عتب علی من سوی بینهما تبعا لاما می مذهبه وهما المرأن یقتدی بهما بعد الامام الاعظم رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین والله تعالٰی اعلم۔

یہ شرط نہیں لگاتے اور صرف اوصاف کی تبدیلی کا اعتبار کرتے ہیں یہ روایت ضعیف ہے اور امام محمد دونوں صورتوں میں غلبہ کے لیے رنگ کی تبدیلی کا اعتبار کرتے ہیں، ان سے یہی مشہور روایت ہے۔ اور بعض روایت میں وہ غلبہ میں رقت کے خاتمہ کا اعتبار کرتے ہیں اور انہوں نے منظف وغیر منظف کے فرق کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا، لہذا، اگر بقول دونوں معترضین حضرات، علامہ شرنبلالی، دونوں صورتوں کو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کی اتباع میں مساوی قرار دیں تو کیا قباحت ہے جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد یہ دونوں امام ہی قابلِ اتباع ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بالجملہ قول مشہور و مسلک جمہور یہی ہے کہ طبخ میں وجہ منع زوالِ رقت ہے یہی ہے وہ کہ ہم نے ۲۱۰ میں تحقیق کیا والاٰن اقول (اور اب میں کہتا ہوں۔ ت) وباللہ التوفیق (اور اللہ کی توفیق سے۔ ت)

اوپر معلوم ہُوا کہ یہاں چار چیزیں ہیں: (۱) اجزا (۲) اوصاف (۳) طبیعت (۴) اسم۔ اور اعتبار اجزا تین وجہ پر ہے: مقدار، طبیعت، اسم۔ طبخ میں غلبۂ منع کثرتِ اجزا الیناً تو محتمل نہیں کہ یہ کثرت ہوگی تو ابتدا سے نہ کہ بوجہ طبخ۔ یُوں ہی تغیر لون وطعم وریح۔

اولاً غالباً قبل حصول طبخ ونضج ہوجائے گا تو اُسے یہی تغیر بالطبخ میں نہیں لے سکتے اور بعض جگہ کہ بعد تمامی طبخ ہو اسے علت قرار دینے پر عام مطبوخات تغیر بالطبخ سے نکل جائیں گے کہ ان میں تغیر وصف طبخ سے نہ ہوا۔

ثانیاً اس سب سے قطع نظر ہو تو اعتبار اوصاف مذہب صحیح معتمد کے خلاف ہے خود خانیہ میں اس کے خلاف کی تصحیح فرمائی، کما تقدم مشروحا فی ۱۰۱ و ۱۲۲ فهذا ردّ جید یدل علی ما فی البحر والنهر مستندین الی عبارة الخانیة البانیة الحکم علی وجود ریح الباقلاء وجامع الرموز المعتبر تغیر اللون (جیسا کہ واضح طور پر پہلے ۱۰۱ اور ۱۲۲ میں گزرا۔ پس یہ بحر اور نہر کے اُس بیان کی تردید ہے جو خانیہ کی عبارت کی طرف منسوب ہے جس میں حکم کی بنیاد باقلی کی بُو پر ہے نیز یہ جامع الرموز کی تردید ہے جس نے رنگ کی تبدیلی کا اعتبار کیا ہے۔ (ت)

ثم اعتبار الریح فیه نظر فان محمدا الناظر الی الاوصاف لم یعتبرها فی المشهور عنه انما اعتبر اللون ثم الطعم

پھر تغیر اوصاف میں بُو کا اعتبار محل نظر ہے کیونکہ خود امام محمد جنہوں نے اوصاف کا لحاظ کیا ہے بُو کا اعتبار نہیں کرتے ان سے مشہور روایت یہی ہے

ثم الاجزاء کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی ولو سلم فلو اقتصر علیھما۔

کہ وہ صرف رنگ اور پھر ذائقہ اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ آئندہ آئے گا، اور اگر بُو کے اعتبار کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی صرف اسی کا اعتبار کیوں۔ (ت)

باقی رہے دو طبیعت و اسم۔ اعتبار طبیعت تو وہی قول مذکور جمہور ہے اور امام زیلعی و اتقانی نے اعتبارِ اسم ذکر فرمایا۔

ففی التبیین ما تغیر بالطبخ لا یجوز الوضوء بہ لزوال اسم الماء عنہ وھو المعتبر فی الباب[1] اھ ولما قال فی الھدایۃ ان تغیر بالطبخ لا یجوز لانہ لم یبق فی معنی المنزل من السماء اذ النار غیرتہ[2] اھ عللہ فی غایۃ البیان[عہ] بزوال الاسم۔

تبیین میں ہے پکانے سے جو تغیر پانی میں پیدا ہوا اس سے وضوء جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں پانی کا نام ختم ہوجاتا ہے اور پانی کی تبدیلی میں اس کے نام کی تبدیلی ہی معتبر ہے اھ اور یوں ہی ہدایہ کے قول کی بنیاد پر جس میں ہے کہ اگر پکانے کی وجہ سے پانی میں تغیر پیدا ہوا تو اس سے وضوء جائز نہ ہوگا کیونکہ اب وُہ آسمانی پانی کی کیفیت پر نہیں رہا بلکہ آگ نے اس کو متغیر کر دیا ہے اھ غایۃ البیان میں وضوء جائز نہ ہونے کی علت زوالِ اسم کو قرار دیا ہے۔ (ت)

اقول وہ اعتبار طبیعت کے منافی نہیں کہ تغیر طبع قطعاً موجب زوال اسم ہے مگر یہاں ایک دقیقہ اور ہے۔

فاقول وبہ نستعین اوپر گزرا کہ طبخ[۳] میں کبھی پانی مقصود نہیں ہوتا تو یہاں زوال اسم بے زوال طبع نہ ہوگا لعدم صیرورتہ شیأ اٰخر لمقصود اٰخر (کیونکہ چیز دگر مقصد دگر کے لیے نہیں ہوئی۔ ت) اور کبھی خود بھی مقصود ہوتا ہے اس میں تین صورتیں ہیں :

ایک معہود کہ پانی قدر مناسب یا اس سے کم ہو یہ بعد طبخ طبع و اسم دونوں میں متغیر ہوجائے گا۔

عہ بل فی نفس الھدایۃ وایضا الکافی فیما طبخ فیہ المنظف فغلب علیہ لزوال اسم الماء عنہ[۳] ۱۲ منہ غفر لہ۔ (م)

بلکہ خود ہدایہ اور کافی میں بھی ہے کہ وہ پانی جس میں ایسی چیز جو نظافت کے لیے مفید ہو، کو پکایا اور وہ چیز غالب ہوجائے تو پانی کا نام تبدیل ہوجائیگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۹

[2] و [3] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۸

دوم اس درجہ کثیر و وافر ہو کہ شے مخلوط اس میں عمل نہ کر سکے اس سے نہ طبیع بدلے گی نہ اسم کہ بوجہ افراط صالح مقصود آخر نہ ہوگا۔

سوم زائد ہو مگر نہ اُس درجہ مفرط اس میں محتمل کہ زوالِ طبیع نہ ہو اور نام بدل جائے مثلاً کہا جائے شوربا کس قدر زائد کر دیا ہے بخلاف اس صورت کے کہ مثلاً دیگچہ بھر[۱] پانی میں چھٹانک بھر گوشت پکائیں اسے کوئی شوربا نہ کہے گا جمہور نے بلحاظ معہود زوالِ طبع پر اقتصار فرمایا اور ان بعض نے شمول غیر معہود کے لیے بلفظ تغیر تعبیر فرمایا جس سے تغیرِ اسم مقصود ہے نہ تغیر وصف کہ طبخ پر موقوف نہیں وقد اشرنا الی هذا فی ۲۱، عند التوفیق بین قولهم اذا برد ثخن وقول الغنیة غالبا واللّٰه تعالٰی اعلم (ہم ۲۱، میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں جہاں پر ان کے قول "اذا برد ثخن" اور غنیہ کے قول "غالباً" میں توفیق بیان کی، واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)

اقول وبه ظهر الفرق بین المنظف وغیره فانه اذا زال الاسم حصل المنع ولایزول الاسم فی المنظف الابزوال الطبع بالفعل لانه لایقصد به الامایقصد من الماء وهو التنظیف فهذا غایة التحقیق والله سبحٰنه ولی التوفیق۔

میں کہتا ہوں اسی سے منظّف (یعنی نظافت والی چیز کو پکانے) اور غیر منظّف کا فرق واضح ہوا، کیونکہ پانی کا نام بدل جانے پر وضو منع ہو جاتا ہے جبکہ منظّف میں نام کی تبدیلی اسی صورت میں ہوتی ہے جب بالفعل پانی کی طبع ختم ہو جائے، کیونکہ خالص پانی اور منظّف دونوں کا مقصد نظافت کا حصول ہے، یہ کامل تحقیق ہے اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے (ت)

بالجملہ حاصل تنقید و تنقیح یہ ہے کہ اگر کلام طبخ[۲] معہود سے خاص ہو تو مدار زوال طبع پر ہے اور یہی ہے وہ جسے عامہ کتب معتمدہ نے اختیار کیا اور اس وقت منظّف وغیر منظّف میں فرق یہ ہوگا کہ غیر منظّف میں زوال بالقوۃ کافی ہے یعنی ٹھنڈی ہونے پر جرم دار ہو جائے اور منظّف مثل صابون واُشنان میں زوال بالفعل درکار اور اگر معہود وغیر معہود سب کو شامل کریں تو مدار زوال اسم پر ہے خواہ صرف زوال طبع کے ضمن میں پایا جائے جبکہ پانی مقصود نہ ہو یا صرف چیز دیگر مقصد دیگر کے لیے ہو جانے کے ضمن میں جیسے طبخ غیر معہود میں جبکہ زیادت مفرطہ نہ ہو خواہ دونوں کے ضمن میں جہاں طبخ معہود اور پانی مقصود اس وقت بجائے زوال طبع تغیر کہیں گے امام دقیق النظر حافظ الدین نسفی نے وافی و کنز میں یہی مسلک لیا اور نقایہ و اصلاح و تبیین و غایۃ البیان نے ان کا اتباع کیا اب منظّف وغیر منظّف میں فرق یہ ہوگا کہ غیر منظّف میں کبھی باوصف بقائے رقت زوال اسم ہو جاتا ہے بخلاف منظّف۔ اس کی نظیریں غیر مطبوخ میں کثیر ہیں جیسے نبیذ و صبغ و مداد وغیرہا مسائل کثیرہ۔ یہ ہے وہ جس سے بتوفیقہ تعالٰی تمام کلمات ائمہ ملتئم ہو گئے وللّٰه الحمد علی الدوام ہٖ وعلی نبیه وذویه

الصلوٰۃ والسلام۔ یہاں تک تو بحثیں ہوئیں ایک اور اضافہ کریں کہ تلک عشرۃ کاملۃ ہوں۔

بحث دہم ارشادات متون پر نظر **اقول** ہم فصل دوم میں ثابت کر آئے کہ مائے طاہر غیر مستعمل کے فی نفسہ ناقابل وضو ہوجانے کے چار بلکہ تین ہی سبب ہیں :

(۱) کثرت اجزائے مخالط جس میں حکماً دوسری صورت مساوات بھی داخل۔

(۲) زوال رقت کہ جرم دار ہوجائے۔

(۳) زوال اسم جس سے یہاں اُس کی وہ خاص صورت مراد کہ مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر ہوجائے۔ نیز فصل حاضر کی بحث دوم ابحاث غلبہ میں گزرا کہ غلبۂ اجزا کہ مذہب امام یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ہے ان تینوں صورتوں پر بولا جاتا ہے بالجملہ مائے مطلق کی تعریف جو ہم نے محقق و منقح کی اور امام ابویوسف کا مذہب کہ وہی صحیح و معتمد ہے حرف بحرف متطابق ہیں وللہ الحمد۔

اب متون کو دیکھئے تو وہ بھی ان تین سبب سے باہر نہیں انھیں کو وجہ منع ٹھہراتے ہیں اگر سب کا استیعاب نہیں فرماتے اور یہ کچھ نئی بات نہیں متون تو متون جن کی وضع اختصار پر ہے بلکہ شروح میں بھی جن کا کام ہی تفصیل و تکمیل ہے صدہا جگہ احاطہ مقصور نہیں ہوتا۔ بعض کی تصریح بعض کی تلویح کہ اشارت و دلالت اقتضاء فحوٰی سے مفہوم ہوں اور کبھی بعض یکسر مطوی کما لایخفی علی من خدم کلماتھم وھذا من اعظم وجوہ العسر فی ادراک الفقہ و اللہ المیسر لکل عسیر ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (جیسا کہ یہ بات ان لوگوں پر مخفی نہیں جو مصنفین کی عبارات پر کام کرتے ہیں، فقہ کے ادراک میں یہ مشکل مرحلہ ہے، اور اللہ تعالٰی ہر مشکل کو آسان فرماتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ت) یہاں اکثر متون نے صرف سبب دوم یعنی زوال طبع کا ذکر فرمایا قدوری و ہدایہ نے عبارت میں اس کی کچھ تفصیل نہ فرمائی ہاں مثالوں سے صورت طبخ وغیرہ کی طرف اشارہ کیا وقایہ وغررو نورالایضاح نے اُسے دو سببوں کی طرف مفصل کیا طبخ وغلبہ غیر اور ملتقی نے تیسرا سبب جزئی اور اضافہ کیا کثرت اوراق۔ پھر غلبۂ غیر کو ان سب نے مطلق رکھا مگر اول نے کہ اجزا سے مقید کیا۔ **اقول** اور اسی کا ارادہ ملتقی میں چاہیے ورنہ کثرت اوراق بھی غلبۂ غیر ہی ہے بہرحال کثرتِ اجزاء و زوال اسم جن میں زوال زوال طبع نہ ہو ان چھ میں مذکور نہ ہوئے ہدایہ نے شرح میں ان کا اشعار فرمایا اول کا ان لفظوں سے الخلط القلیل لامعتبر بہ فیعتبر الغالب والغلبۃ بالاجزاء[1] (قلیل ملاوٹ کا اعتبار نہیں صرف غالب کا اعتبار ہوتا ہے اور غلبہ میں اجزاء کا لحاظ ہوتا ہے۔ت) دوم کا اشارہ خفیہ اس عبارت سے ان تغیر بالطبخ

---

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضو مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸

لایجوز اذ النارغیرتہ الا اذا طبخ فیہ مایقصد بہ النظافۃ[1] (اگر تغیر پکانے کی وجہ سے ہوا تو وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ آگ سے تغیر پیدا ہوگیا ہے لیکن اگر ایسی چیز ملاکر پانی کو پکایا جائے جس سے نظافت مقصود ہو تو پھر جائز ہے۔ت) یہ اعتبار مقصد کی طرف ایما ہے کما تقدم الاٰن تقریرہ (جیسا کہ اس کی تقریر اب گزری ہے۔ت) تو کلام ہدایہ جامع اسباب ثلثہ ہوا وافی وکنز نے دو سبب ذکر فرمائے کثرتِ اجزاء و زوال طبع۔

اقول اور اسے کثرتِ اوراق وطبخ سے مفصل فرما کر اشارہ کیا کہ زوال طبع طبخ سے ہو خواہ بلا طبخ، اور اگر تغیر کو تغیر طبع ومقاصد دونوں کو عام لے کر کثرتِ اوراق میں صرف اول اور طبخ میں دونوں رکھیں تو بعض صور سبب سوم یعنی زوال اسم کی طرف بھی اشارہ ہوگا اصلاح نے دو سبب اخیر لیے زوال طبع واسم **اقول** مگر دونوں کی صرف بعض صور پر اقتصار کیا کہ اول کو غلبۂ اجزاء اور دوم کو طبخ سے مقید کردیا، نقایہ میں اگر تغیر بمعنی زوال طبع ہو تو اپنی اصل وقایہ کی طرح ہے اور بمعنی زوال اسم لیں اور یہی انسب ہے تو مثل اصلاح دو سببوں کا ذکر ہوا **اقول** اور بہرحال سبب اول میں وقایہ واصلاح سے اصلح کہ غلبۂ اجزاء سے مقید نہ فرمایا۔

اقول لکن فیہ اشکال قوی فان بالحکم الکلی والاستثناء انحصر سبب المنع فیما ذکر والعجب ان لم یتنبہ لہ الشارحان الفاضلان۔

میں کہتا ہوں، لیکن اس میں اشکال ہے کیونکہ کلی حکم اور استثناء کی وجہ سے وضوء سے منع کا سبب صرف اس کا ذکر کردہ ہی ہوگا، اور تعجب ہے کہ دونوں فاضل شارح حضرات کی توجہ اس طرف نہ ہوئی۔(ت)

اقول ویمکن الجواب عن السبب الاول بان کلامہ مشعر بکون المخالط اقل اجزاء لماقدمنا فی ثانی ابحاث زوال الطبع ان الاختلاط ینسب الی اقل الخلیطین فکانہ قال یتوضوء بہ وان خالطہ ماھو اقل اجزاء منہ الا اذا اخرجہ عن رقتہ

میں کہتا ہوں، اور پہلے سبب کا جواب یوں ممکن ہے کہ اس کے کلام سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ پانی میں ملائی ہوئی چیز کے اجزاء کم ہوں، جیسا کہ ہم زوالِ طبع کی ابحاث میں سے دوسری بحث میں ذکر کرچکے ہیں کہ اختلاط کو کم اجزاء والی چیز کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، گویا اب اس کا کلام یُوں ہوا

---

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸

او غیر اسمه طبخا لکن یبقی وارد اقصر الثالث علی صورۃ الطبخ الا ان یقال اشار الی غیرہ دلالۃ فان الذی یغیر اسمه بدون الاستعانۃ بالنار اقوی مما لایزیله الابمعالجۃ النار فکانه قال او غیر اسمه ولو طبخا ای فضلا عما یغیرہ بنفسه وبهذا التقریر تصیر تشیر الی الاسباب الثلثۃ فتکون من احسن العبارات هذا غایۃ ماظهر لی فی توجیهه واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ اس پانی سے وضوء جائز ہے اگرچہ اس میں ملنے والی چیز کے اجزاء کم ہوں، مگر جب یہ چیز پانی کی رقت کو ختم کردے یا پکنے کی صورت میں اس کے نام کو تبدیل کردے تو وضوء ناجائز ہوگا لیکن اس جواب سے ایک اعتراض باقی رہا، وہ یہ کہ تیسرے سبب (نام کی تبدیلی) کو صرف پکانے کی صورت سے مختص کردیا ہے۔ ہاں اگر یُوں کہا جائے کہ دوسری صورت کی طرف دلالۃً اشارہ انہوں نے کردیا ہے کیونکہ نام کی تبدیلی جب آگ کے بغیر ہوگی تو یہ صورت زیادہ قوی ہوگی اس صورت سے جس میں صرف آگ سے ہی تبدیلی آسکتی ہے گویا یوں کہا کہ یا پانی کے نام کو تبدیل کردے خواہ پکانے کی وجہ سے ہو چہ جائیکہ پکائے بغیر خود بخود نام کی تبدیلی والی صورت پیدا ہوجائے اس تقریر سے اس کی طہارت تینوں اسباب کی طرف اشارہ کرے گی تو اب یہ بہترین عبارت قرار پائے گی، یہ اس عبارت کی انتہائی توجیہ ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

تنویر نے اگرچہ زوال طبع کو طبخ سے مقید کیا مگر غلبۂ غیر کو مطلق رکھا جس سے ظاہر غلبہ بکثرت اجزاء ہے تو سبب اول اور بعض صور سبب دوم کا ذکر ہوا اور اگر غلبہ کو بوجہ اطلاق غلبہ طبعاً واسماً واجزاءً کو عام لیا جائے تو اسی قدر اسباب ثلثہ کو عام ہوجائیگا اور ذکر زوال طبع بطبخ از قبیل تخصیص بعد تعمیم ہوگا۔

بل **اقول** کانه رحمه اللہ تعالٰی لاحظ ان زائل الطبع بالطبخ لم یغلبه المخالط نفسه بل النار غیرته فیکون العطف علی ظاهرہ واذن تکون هذہ احسن العبارات وترتقی من الضوابط الجزئیۃ الی الکلیات

بلکہ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے گویا یہ لحاظ کیا کہ پکانے کی وجہ سے طبع کا زوال پانی میں ملنے والی چیز کے غلبہ سے نہیں ہے بلکہ آگ نے اس کو متغیر کیا ہے پس یہ عطف اپنے ظاہر پر رہا۔ اب یہ تمام عبارات میں احسن قرار پائی اور جزئی ضابطہ کی بجائے کلی ضابطوں میں شمار ہوگی۔ (ت)

متون کے ضوابط منع پر یہ نہایت کلام ہے وللہ الحمد کما یرضاہٗ والصلوۃ والسلام علی مصطفاہٗ وآله وصحبه ومن والاہ۔

(**ضابطہ ۵**) اب متون ایک کلیہ دربارۂ جواز افادہ فرماتے ہیں کہ اختلاط طاہر سے پانی کے صرف وصف میں تغیر مانع وضو نہیں۔ وصف سے مراد رنگ، مزہ، بو۔ عبارات اس میں تین طرح آئیں:

(۱) احد اوصافہ یعنی کسی ایک وصف میں تغیر۔ قدوری میں ہے:

تجوز بماء خالطہ طاہر فغیر احد اوصافہ کماء السیل والماء الذی اختلط بہ الزعفران والصابون والاشنان[1]۔

ایسے پانی سے وضو جائز ہے جس میں کسی پاک چیز نے مل کر اس کے ایک وصف کو تبدیل کر دیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی جس میں زعفران، صابون اور اُشنان ملا ہو۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح ہدایہ و وافی و منیہ میں ہے:

غیر ان ھذہ زادت بشرط ان یکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء الخ وزاد الوافی لامثلۃ الماء الذی اختلط بہ اللبن[2]۔

مگر انہوں نے ایک زائد بات کی کہ وصف کی تبدیلی میں پانی کے اجزاء کا غلبہ ہو الخ اور وافی اور منیہ نے ایک مثال زائد بھی بیان کی ہے کہ وہ پانی جس میں دودھ ملا ہو۔ (ت)

وقایہ، کنز، اصلاح اور مختار وغیرہا

وان غیر احد اوصافہ طاہر[3] اھ ومثلت الوقایۃ بامثلۃ القدوری والاصلاح بالتراب والزعفران۔

اگرچہ کسی پاک چیز نے پانی کا ایک وصف تبدیل کر دیا ہو اھ وقایہ نے قدوری والی مثالیں ذکر کی ہیں اور اصلاح نے مٹی اور زعفران کی مثال دی ہے۔ (ت)

(۲) بعض اوصافہ کہ دو کو بھی شامل۔ بحر میں مجمع البحرین سے ہے:

نجیزہ بغالب علی طاہر کزعفران تغیر بہ بعض اوصافہ[4]۔

ہم وضو کو جائز قرار دیتے ہیں اس پانی سے جو ملنے والی پاک چیز پر غالب ہو اور اس کے بعض اوصاف متغیر ہو جائیں جیسے زعفران (ت)

---

[1] قدوری — کتاب الطہارت — مطبع مجیدی کان پور — ص ۶
[2] منیۃ المصلی — باب المیاہ — مطبع عزیزیہ کشمیری بازار لاہور — ص ۱۸
[3] کنز الدقائق — کتاب الطہارۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۱
[4] بحرالرائق — " — " — " — ۱/۶۹

ملتقی میں ہے :

وان غیر طاھر بعض اوصافه کالتراب و الزعفران والصابون[1]۔

اگرچہ پانی کے بعض اوصاف کو پاک چیز نے متغیر کر دیا ہو جیسے مٹی، زعفران اور صابون۔ (ت)

(۳) کل اوصاف۔ غرر میں ہے :

وان غیر اوصافه طاھر جامد کاشنان و زعفران و فاکھة و ورق فی الاصح ان بقی رقتہ[2]۔

اگرچہ پانی کے اوصاف کو کسی پاک جامد چیز نے تبدیل کر دیا ہو جیسے اشنان، زعفران، پھل اور پتے جبکہ پانی کی رقت باقی رہے یہی اصح قول ہے (ت)

یہی مفاد تنویر ہے :

فانه ذکر مثله تبعا له کعادته رحمهما اللّٰه تعالٰی وان ترك قوله غیر اوصافه فقد دل علیه بادارة الحکم علی بقاء الرقة مطلقا۔

کیونکہ انہوں نے بھی اس کی مثل کہا اپنی عادت کے مطابق ان کی اتباع کرتے ہوئے، اگرچہ انہوں نے غرر کا قول 'غیر اوصافه' کو چھوڑ دیا ہے لیکن اس پر دلالت کے لیے انہوں نے حکم کو پانی کی رقت کی بقاء پر مطلقاً قائم رکھا۔ (ت)

ولہذا درمختار میں فرمایا : وان غیر کل اوصافه[3] (اگرچہ اس کے تمام اوصاف کو بدل دے۔ت) سادات ثلثہ حلبی طحطاوی شامی نے اسے مقرر رکھا نورالایضاح میں ہے : ولا یضر تغیر اوصافه کلھا بجامد[4] (کسی جامد کی وجہ سے اگر پانی کے تمام اوصاف بدل جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ت) اس پر شرح میں بڑھایا :

بدون طبخ ثم قال مستدلا علیه لما فی صحیح البخاری و مسلم ان النبی صلی اللّٰه تعالٰی

بدون طبخ (پکائے بغیر)، پھر اس پر دلیل پیش کرتے ہوئے وہ روایت ذکر کی جس کو بخاری اور

---

[1] ملتقی الابحر تجوز الطہارۃ بالماء المطلق عامرہ مصر ۱/۲۷

[2] غرر مع شرح الدرر فرض الغسل عثمانیہ مصر ۱/۲۱

[3] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

[4] نورالایضاح کتاب الطہارۃ علیمیہ لاہور ص ۳

علیه وسلم امر بغسل الذی وقصته ناقته وھو محرم بماء و سدر و امر قیس بن عاصم حین اسلم ان یغتسل بماء و سدر واغتسل النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم بماء فیه اثر العجین وکان صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم یغتسل و یغسل رأسه بالخطمی وھو جنب و یجتزئ بذلك[1] اھ و تعقبه السید ط فقال قد یقال غیر نحو السدر لا یقاس علیه لان المقصود به التنظیف فاغتفر فیه تغیر الاوصاف ولا کذلك غیرہ[2] اھ

مسلم نے بیان کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کو جو کہ احرام کی حالت میں اونٹنی سے گر کر زخمی ہوا، حکم فرمایا کہ وہ بیری کے پتوں والے پانی سے دھوئے۔ اور آپ نے قیس بن عاصم کو مسلمان ہونے پر بیری کے پتوں والے پانی سے غسل کرنے کا حکم فرمایا۔ اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹے کے اثر والے پانی سے غسل فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابت کے غسل میں خطمی والے پانی کے استعمال کو کافی سمجھتے اھ شرح نور الایضاح کی عبارت پر سید طحطاوی نے تعاقب کیا اور کہا کہ بیری کے پتوں جیسی چیز پانی میں تغیر پیدا کرے تو معاف ہے، اس حکم پر دوسری چیزوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس سے توصفائی مقصود ہے جبکہ دوسری چیزوں میں یہ مقصد نہیں ہوتا اھ (ت)

اقول تعقب علی الاستدلال بالحدیثین الاولین والرابع لا علی الحکم فقد سلمه من قبل وسلم منه الحدیث الثالث **ثم** قد علمت مما حققنا ان المغتفر فی المنظف تھیؤہ للثخن اما الاوصاف فلا عبرۃ بھا اصلا لکن یکفی منعا علی الدلیل۔

میں کہتا ہوں کہ سید طحطاوی نے شرح نور الایضاح پر تعاقب حکم کے بارے میں نہیں کیا بلکہ پہلی دو اور چوتھی حدیثوں سے استدلال پر تعاقب کیا ہے لہذا حکم اور تیسری حدیث کو انہوں نے محفوظ رکھا، پھر آپ کو ہماری تحقیق سے معلوم ہو چکا ہے کہ صفائی والی چیز میں گاڑھے پن کی استعداد تک معافی ہے اس میں اوصاف کا بالکل اعتبار نہیں ہے لیکن دلیل پر منع (اعتراض) کے لیے اتنا کافی ہے۔ (ت)

اور تحقیق یہی ہے کہ تینوں وصفوں کا تغیر بھی کچھ مضر نہیں جب تک موانع ثلاثہ مذکورہ سے کوئی مانع نہ پایا جائے

بیانه ان الانظار افترقوا فی العبارۃ الاولی مثلھا الثانیة فرقتین **فریق** یعتبر فیھا

اس کا بیان یہ ہے کہ پہلی عبارت (ایک وصف والی) اور دوسری عبارت (دو وصفوں والی) کے

---

[1] مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ص ۱۶

[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح مطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ص ۱۶

المفهوم فتدل على المنع بتغير وصفين والثانية على الجواز فيه والمنع بتغير الكل ثم اعترضه محققوهم بانه خلاف الصحيح الصحيح الجواز وان تغيرا لكل قال الامام الزيلعي فی التبيين اشار القدوری الی انه اذا غير وصفين لايجوز الوضوء[1] به ومثله فی الفتح والبحر وكذا على عبارة البداية فی النهاية والعناية والبناية و الدراية والكفاية والغاية الاتقانية قال الاولان قوله احد اوصافه يشير الی انه اذا غير الاثنين لا يجوز لكن المنقول عن الاساتذة خلافه فذكرا ما تقدم فی ۹ زاد فی العناية وكذا اشار فی شرح الطحاوی اليه اھ[2] واقره سعدی افندی وقال الثاليان فی قوله احد اوصافه اشارة الی انه اذا تغير اثنان لايجوز التوضی به لكن صحت الرواية بخلافه كذا عن الكرخی اھ[3] و الكفاية ذكرت الاشارة ثم اثرت عن النهاية ما عن الاساتذة و ذكرا لاتقانی اشارة القدوری ثم قال لكن الظاهر عن اصحابنا انه يجوز الا تری الی ما فی

بارے میں علماء کے دو فریق بن چکے ہیں، ایک فریق ان عبارات میں مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہوئے پہلی عبارت میں دو وصفوں کی تبدیلی پر وضوء کو ناجائز کہتا ہے اور دوسری عبارت میں مفہوم کا اعتبار نہ کرتے ہوئے وضو کو جائز کہتا ہے اور یہ گروہ تمام اوصاف (رنگ بو، ذائقہ) کی تبدیلی پر وضوء ناجائز مانتا ہے لیکن پھر اس گروہ میں سے محقق لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ تمام اوصاف کی تبدیلی سے عدم جواز، صحیح قول کے خلاف ہے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ اگرچہ تمام اوصاف بھی تبدیل ہوجائیں تب بھی وضو جائز ہے (اس بحث کے بارے میں عبارات درج ذیل ہیں) امام زیلعی نے تبیین میں فرمایا کہ قدوری نے اشارہ کیا ہے کہ اگر دو وصف تبدیل ہوجائیں تو وضوء ناجائز ہوگا اھ اسی طرح یہ درج ذیل کتب میں، فتح، بحر، نہایہ میں بدایہ کی عبارت پر، عنایہ۔بنایہ۔درایہ۔کفایہ۔غایۃ اتقانی۔ ان میں سے پہلے دونوں نے کہا کہ ان کا قول "احد اوصافہ" اس بات کا اشارہ ہے کہ اگر دو وصف بدل جائیں تو وضو جائز نہ ہوگا لیکن ماہرین سے اس کا خلاف منقول ہے، یہ کہہ کر پھر ان دونوں نے ۹، میں گزشتہ بحث کو ذکر کیا، اور اس پر عنایہ میں کہا

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبع الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

[2] العنایۃ مع فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضو سکھر ۱/۶۳

[3] البنایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۸۹

شرح الطحاوی الخ وفی الجوہرۃ ان غیر وصفین فعلی اشارۃ الشیخ لایجوز والصحیح یجوز کذا فی المستصفی[1] اھ وقد مر فی ۱۰۱ وکذا مر عن الحلیۃ اعتبار المفہوم فی ۱۱ ورد ہ بتصحیح المستصفی فی ۱۰۱ ثم ذکر کلام النہایۃ وفی فتح اللہ المعین یفہم من التقیید عدم جواز الاستعمال اذا تغیر وصفان ولیس کذلک اھ[2] واغرب فی الکفایۃ واذ ذکر ما مر ثم استدرک علیہ بما فی التتمۃ عن الفقیہ المیدانی من مسألۃ وقوع الاوراق فی الحوض المارۃ فی ۲۷ قال قال صاحب النہایۃ لما تغیر لون الماء بالاوراق لابد ان یتغیر طعمہ ایضا فکان وصفان زائلین فصار ھوافقا لما اشار الیہ الکتاب[3] اھ

اشار فی شرح الطحاوی الیہ (طحاوی کی شرح میں ایسا ہی اشارہ کیا ہے) کا اضافہ کیا ہے اھ اور سعدی آفندی نے اس کی تائید کی ہے۔ اور ان کے بعد والے دونوں نے یہ کہا کہ "ان قول احد الوصافہ" میں اشارہ ہے کہ اگر دو وصف بدل جائیں تو وضوء جائز نہ ہوگا۔ لیکن صحیح روایات اس کے خلاف ہیں امام کرخی سے ایسا ہی مروی ہے اھ کفایہ نے یہی اشارہ ذکر کرکے پھر نہایہ والا ماہرین سے منقول قول کا حوالہ بیان کیا۔ اتقانی نے قدوری والا اشارہ ذکر کرکے پھر کہا کہ ہمارے اصحاب کے ظاہر قول کے مطابق اس سے وضوء جائز ہے، کیا طحاوی کی شرح میں موجود قول نہیں دیکھا الخ؟ اھ اور جوہرہ میں ہے کہ اگر دو وصف تبدیل ہو جائیں تو وضوء ناجائز ہے جیسا کہ شیخ نے اشارہ کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وضوء جائز ہے، مستصفی میں ایسا ہے

اھ یہ بات ۱۰۱ میں گزر چکی ہے اور یوں ہی ۱۱ میں حلیہ کے حوالہ سے مفہوم کے اعتبار کے بارے میں گزرا، اور پھر اس کے رد میں مستصفی کی تصحیح کے حوالہ سے ۱۰۱ میں ذکر کرکے پھر نہایہ کے کلام کو ذکر کیا ہے فتح اللہ المعین میں ہے کہ ایک وصف کی قید سے دو وصف کی تبدیلی میں وضوء کا عدم جواز سمجھ آتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اھ کفایہ میں عجیب انداز سے مذکورہ بات کو بیان کرکے پھر فقیہ میدانی سے تتمہ میں منقولہ مسئلہ سے اس پر استدراک کیا اور وہ مسئلہ حوض میں پتے گرنے کے بارے میں ہے جو ۲۷ میں گزرا ہے، تو کفایہ نے کہا

---

[1] الجوہرۃ النیرہ — کتاب الطہارۃ — امدادیہ ملتان — ۱/۱۴
[2] فتح اللہ المعین — " — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۶۲
[3] الکفایۃ مع الفتح — الماء الذی یجوز بہ الوضو — نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۶۳
[4] ایضاً

کہ صاحبِ نہایہ نے یہ بیان کیا کہ جب پتّوں کی وجہ سے پانی کا رنگ تبدیل ہوگا تو لازمی طور پر اس کا ذائقہ بھی تبدیل ہوگا۔ تو دو وصف کی تبدیلی ہونے پر یہ کتاب کے موافق ہوجائے گا۔ (ت)

اقول وانت تعلم انہ لا یدفع ماعن الاساتذۃ و لذا لم تعتمدہ النھایۃ والبنایۃ مع ذکرھم جمیعا ان الماء اذا تغیر لونہ تغیر طعمہ ایضاً[1] اھ ھذہ عبارۃ الاخیرین۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے اساتذہ (ماہرین) سے منقول شدہ موقف کا رد نہیں ہوتا جس سے آپ آگاہ ہیں اس کے باوجود کہ یہ بات سب نے ذکر کی کہ جب رنگ بدلے گا تو ذائقہ بھی ضرور بدلے گا۔ نہایہ اور بنایہ نے اس کو قابلِ اعتماد نہ سمجھا اھ یہ آخری دونوں (کفایہ اور غایہ) کی عبارت تھی۔ (ت)

اقول والمراد فی صورۃ الاوراق کما افصح عنہ النھایۃ فلا یقال قد یتغیر لونہ بقلیل من اللبن والزعفران لا طعمہ وبالجملۃ کان الحق ان یستدرک بما عن الاساتذۃ علی ماعن الفقیہ کما فعلوا لا العکس کالکفایۃ وتبعہ مسکین فتعقب المفھوم بما نقل فی النھایۃ عن الاساتذۃ ثم عاد فقال لا یتوضؤ وان اجازہ الاساتذۃ[2] اھ ومثلہ تعقب ورجع فی مجمع الانھر ثم قال لکن یمکن التوجیہ بان نقل صاحب النھایۃ محمول علی الضرورۃ فلا ینافی القول بعدم الجواز عند عدم الضرورۃ کما فی التحفۃ[3] اھ

میں کہتا ہوں کہ پانی میں پتّے گرنے کی وہ صورت مراد ہے جس کو نہایہ نے ذکر کیا ہے لہٰذا اب یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ اگر پانی میں تھوڑا سا دُودھ یا زعفران ڈال دیا جائے تو پانی کا رنگ بدلنے کے باوجود اس کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا، تاہم حاصل یہ ہے کہ فقیہ میدانی پر اساتذہ سے منقول قول سے استدراک کرنا چاہیے تھا، جیسا کہ دیگر حضرات نے کیا ہے کفایہ کی طرح اس کا عکس نہیں کرنا چاہیے تھا، اور مسکین نے کفایہ کی پیروی میں مفہوم کا اعتبار کرتے ہوئے، نہایہ میں ماہرین کے نقل کردہ قول پر تعاقب کیا اور پھر دوبارہ کہا کہ (دو وصف تبدیل ہوجانے پر) پانی سے وضوء جائز نہیں ہے اگرچہ اساتذہ سے اجازت منقول ہے اھ اسی

---

[1] البنایۃ	الماء الذی یجوز بہ الوضوء	ملک سنز فیصل آباد	۱۸۹/۱

[2] شرح لملا مسکین مع فتح المعین	الماء الذی یجوز بہ الوضوء	سعید کمپنی کراچی	۶۲/۱

[3] مجمع الانھر	تجوز الطھارۃ بالماء المطلق	مطبعۃ عامرہ مصر	۲۷/۱

طرح کا تعاقب و رجوع مجمع الانہر میں کیا اور پھر کہا، لیکن یہ توجیہ ممکن ہے کہ صاحبِ نہایہ کی نقل کردہ ماہرین کی رائے ضرورت کے لیے ہو اور یہ بغیر ضرورت وضو نا جائز ہونے، والے تحفہ میں مذکور موقف کے خلاف نہیں ہے اھ (ت)

اقول تبع فیہ الحلیۃ وقد علمت ما ردہ فی ۷۷ **وفریق** یاباہ **اقول** اخذ الاولون لفظۃ احد وبعض بشرط لا وھؤلاء لابشرط فشمل الکل شمول الجزئیۃ للکلیۃ وتقدم فی ۱۰۱ عن الزاھدی[1] فی شرح القدوری قول المصنف احد اوصافہ لا یفید التقیید الخ وقد نقلہ فی الحلیۃ ثم قال لکن الظاھر انہ یرید من حیث الواقع والا فلا شک ان مفھوم المخالفۃ یفید تقیید الجواز بذلک کما ذکرنا وعلی ھذا الفرع الذی سیأتی فی الحمص والباقلاء اذا نقع فی الماء وتغیرت الاوصاف الثلثۃ اھ والفرع المشار الیہ قول المنیۃ وکذا الحمصۃ والباقلاء اذا نقع وان تغیر لونہ وطعمہ وریحہ[1] اھ وفی جامع الرموز ما فی الھدایۃ من ذکر احد الاوصاف لیس للتقیید کما فی الزاھدی والیہ اشیر فی المضمرات[2] اھ وقال العلامۃ احمد بن یونس الشلبی علی قول الکنز احد اوصافہ

میں کہتا ہوں مجمع الانہر نے اس بات میں حلیہ کی پیروی کی ہے اور آپ ۷۷ میں اس کا رد معلوم کر چکے ہیں۔ دوسرے فریق، نے مفہوم مخالف کا انکار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے فریق نے (ایک وصف یا بعض اوصاف کی تبدیل کے بارے میں) لفظ "ایک" اور "بعض" کو بشرط لاغیر لیا ہے اور اس دوسرے فریق نے لابشرط غیر، لیا ہے پس اس دوسری صورت میں تمام اوصاف شامل ہوں گے جیسا کہ جزئی کُل میں شامل ہوتی ہے اور ۱۰۱ میں زاہدی کے حوالہ سے شرح قدوری میں گزرا مصنف کا یہ قول کہ ایک وصف کا ذکر تقیید کا فائدہ نہیں دیتا الخ اور اس کو حلیہ میں نقل کیا پھر کہا کہ یہ عدم تقیید واقع کے لحاظ سے ہوگی ورنہ لفظوں کا مفہوم مخالف تو اسی ایک وصف کی تبدیلی سے جواز ثابت کرتا ہے جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے اور اسی حقیقت پر اس تفریع کا بیان مبنی ہے جو آئندہ چنوں اور باقلی کے بارے میں ہے کہ ان کو جب پانی میں ڈال کر تر کیا جس سے پانی کے تینوں اوصاف تبدیل ہو جائیں اھ اور جس تفریع کی طرف اشارہ کیا وہ منیہ کا قول اور اسی طرح چنے اور

---

[1] منیۃ المصلی — فصل فی المیاہ — مکتبہ عزیزیہ کشمیری بازار لاہور — ص ۱۸

[2] جامع الرموز — کتاب الطہارت — مطبعۃ اسلامیہ گنبد ایران — ۱/۴۷

او جميع اوصافه اذا بقي على اصل خلقته[1]
اھ وكتب بعده لفظة اھ وكذا يبين المنقول
عنه والظاهر من السياق انه الشيخ يحيٰى عــہ
وقال العلامة مولى خسرو في الدرر وتحت
عبارة كثير من المشائخ هكذا غير احد
اوصافه طاهر فتوهم بعض شراح الهداية
ان لفظ الاحد احتراز عما فوقه وليس كذلك
لما في الينابيع لونقع الحمص او الباقلاء
فتغير لونه وطعمه وريحه يجوز به الوضوء
وقال في النهاية المنقول عن الاساتذة
فنقل ما مر ثم قال واشار في شرح الطحاوي[2]
اليه اھ واقره الشرنبلالي وعبد الحليم
والمولى حسن العجيمي وايد الخادمي بقوله
والقول ان ما في الهداية غير رواية النهاية
كما توهم بعيد[3] اھ وقال على قوله وليس
كذلك وقد يجاب انه (يريد التقييد باحد
الاوصاف) فيما يخالف الماء في الاوصاف
الثلثة فان المخالط للماء اذا لم يوافقه

باقلی جب ان کو پانی میں ڈال کر تر کیا جائے اگرچہ اس
کا رنگ، ذائقہ اور بُو بدل جائے، ہے اھ اور
جامع الرموز میں ہے کہ ہدایہ میں ایک وصف کا ذکر
مقید کرنے کے لیے نہیں جیسا کہ زاہدی میں ہے اور
مضمرات میں اسی طرف اشارہ ہے اھ کنز کے قول
احد اوصافه او جميع اوصافه (ایک وصف یا
تمام اوصاف کی تبدیلی) پر علامہ احمد بن یونس شلبی
نے یہ کہا کہ بشرطیکہ پانی اپنی خلقت پر باقی رہے،
اور یہ کہہ کر انھوں نے اھ کہا لیکن انہوں نے یہ
واضح نہیں کیا کہ یہ کس کی عبارت نقل کی ہے، اور
سیاق سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلام شیخ یحیٰی
کا ہے۔ درر میں علامہ مُلا خسرو نے کہا کہ بہت سے
مشائخ کی عبارت یوں ہے غیّر احد اوصافه
طاهر (پاک چیز ایک وصف کو تبدیل کر دے)
تو اس سے ہدایہ کے بعض شارحین کو وہم ہوا کہ لفظ
احد (ایک) سے زائد کی نفی مقصود ہے حالانکہ ایسا
نہیں ہے کیونکہ ینابیع میں ہے کہ اگر چنے یا باقلا پانی
میں تر ہو کر اس کے رنگ اور ذائقہ اور بُو کو تبدیل

عــہ لعل يحيٰى هذا هو الشيخ يحيٰى القوجحصاري صاحب الايضاح شرح الكنز والله تعالٰى اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

شاید اس یحیٰی سے مراد شیخ یحیٰی القوجحصاری صاحب ایضاح شرح کنز ہوں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] شلبیہ علی التبیین — کتاب الطہارۃ — الامیریہ بولاق مصر — ۱/۱۹
[2] درر غرر — " — دار سعادۃ مصر — ۱/۲۱
[3] خادمی شرح درر — " — " — ص ۲۰

فیھا فان غیر اثنین او الثلاث لایجوز الوضوء بہ والا جاز[1] اھ **قلت** ھذا ھو جواب الامام الزیلعی کما یأتی ثم ردہ الخادمی بقولہ لکن لایخفی ان ھذا لیس من ھذا القبیل بل من قبیل الغلبۃ[2] کما یأتی اھ یرید ان ما حمل علیہ قولھم وان غیر احد اوصافہ وھو اختلاط مایخالف الماء فی الاوصاف الثلثۃ لیس من قبیل ما فیہ الکلام ھنا وھو خلط الجامد لان العبرۃ بالاوصاف عند اھل الضابطۃ انما ھی فی المائعات کما سیأتی فھو من قبیل ما غلب علیہ غیرہ وھو المذکور فی الغرر اٰخر الکلام اما ھنا فالعبرۃ بالرقۃ فکیف یحمل ھذا علی ذاک۔

کردیں تو بھی اس سے وضوء جائز ہے اور نہایہ میں کہا کہ اساتذہ سے منقول ہے اور ان کے گزشتہ قول کو نقل کرکے کہا کہ طحاوی کی شرح میں اس طرف اشارہ ہے اھ شرنبلالی، عبدالحلیم اور مولی ملاحسن عجمی نے اس کو ثابت کیا اور خادمی نے اس کی تائید کرتے ہوئے یُوں کہا کہ یہ کہنا کہ ہدایہ کا بیان نہایہ کی روایت کے خلاف ہے، یہ وہم بعید ہے اھ خادمی نے ملاخسرو کے قول مذکور ولیس کذلک کے بارے میں کہا کہ اس کا جواب یُوں ہوسکتا ہے کہ ایک وصف کی قید وہاں زائد اوصاف کی نفی کریگی جہاں پانی میں ملنے والی چیز تینوں اوصاف میں پانی کے مخالف ہو کیونکہ تمام اوصاف میں مخالف چیز اگر پانی کے دو یا تینوں اوصاف کو تبدیل کردے تو اس پانی سے وضو جائز نہ ہوگا ورنہ جائز ہوگا۔ میں نے یہاں کہا کہ یہی امام زیلعی کا جواب ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا اھ پھر خادمی نے خود اس کا رد کرتے ہوئے کہا زیربحث کلام اوصاف میں پانی کے مخالف چیز کے بارے میں نہیں ہے، خادمی کی مراد یہ ہے کہ ان غیر احد اوصافہ یہ قول، پانی میں ملنے والی اس چیز کے بارے میں ہے جو تینوں اوصاف میں پانی کے مخالف ہو، اس قبیلہ سے نہیں جس میں یہاں کلام ہے کیونکہ یہ تو جامد چیز کے بارے میں بحث ہے جبکہ ضابطہ والوں نے اوصاف کا اعتبار صرف بہنے والی چیزوں کے بارے میں کیا ہے جو آئندہ آئیگا، جبکہ یہ غیر کے غلبہ والی بات ہے جو غرر نے اپنے کلام کے آخر میں ذکر کیا ہے، لیکن وہاں جامد میں تو رقت کا اعتبار ہے۔ پس اِس کو اُس پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

اقول لکن تخصیص الکلام[عہ] بالجامد

میں کہتا ہوں، لیکن اوصاف کی تبدیلی کے

عہ: ای حکم الجواز مع تغیر فی الاوصاف ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یعنی اوصاف کی تبدیلی کے باوجود وضوء کے جواز کا حکم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] خادمی شرح درر کتاب الطہارۃ درسعادۃ مصر ۱/۲۱

[2] ایضاً

انما حدث بعد الضابطة وکلام کل من قبل الزیلعی مطلق فالحاصل حملہ[عہ] علی مائع مخالف فی الاوصاف الثلثۃ فالاعتراض ساقط عن الزیلعی وبالجملۃ ھما مسلکان لاھل الضابطۃ الاول حمل احد علی التقیید وحمل الحکم علی مائع یخالف فی الثلثۃ وھو مسلک الزیلعی والثانی جعل التقیید اتفاقیا وحمل الحکم علی الجامد وھو مسلک الدرر ومن تبعھا کالتنویر ونور الایضاح وکلاھما صحیح موافق للضابطۃ فلا ایراد وانما نشأ من خلط المسلکین۔

باوجود وضو کے جواز کو جامد چیز سے خاص کرنا ضابطہ مذکورہ کے بعد کی بات ہے، حالانکہ امام زیلعی سے پہلے تمام حضرات کا کلام مطلق ہے، حاصل یہ کہ امام زیلعی نے اس مطلق کو تینوں اوصاف میں مخالف بہنے والی چیز پر محمول کیا، یوں امام زیلعی پر سے اعتراض ساقط ہوگیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہلِ ضابطہ کے دو مسلک ہیں، اول یہ کہ ایک وصف کے ذکر کو قید بنا کر اس کو بہنے والی ایسی چیز کا حکم قرار دیا جو تینوں اوصاف میں پانی کے مخالف ہو، یہ امام زیلعی کا مسلک ہے اور دوسرا یہ کہ وصفِ واحد کے ذکر کو اتفاقی قید بنایا اور اس کو جامد کا حکم قرار دیا یہ دُرر اور اس کے موافق حضرات جیسے تنویر، نورالایضاح کا مسلک ہے اور یہ دونوں مسلک درست ہیں اور ضابطہ کے موافق ہیں لہذا کوئی اعتراض نہیں، صرف دونوں مسلکوں کے خلط سے اشتباہ پیدا ہوا۔ (ت)

اقول نعم اذا طوینا الکشح عن الضابطۃ الحادثۃ وقصرنا النظر علی نصوص المذھب والمذاھب المنقولۃ عن ائمۃ المذھب فھما مسلکان متخالفان لان جعل احد قید احترازیا یقضی باعتبار الغلبۃ بالاوصاف وھو مذھب محمد وجعلہ اتفاقیا یطرحہ وھو مذھب ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما وھذا ھو الاولٰی والاحری لوجوہ تتلی۔

میں کہتا ہوں، ہاں اگر ہم نئے ضابطہ سے صرفِ نظر کریں اور مذہب کے ائمہ کرام سے منقول انکی نصوص کا ہی لحاظ کریں تو پھر یہ دونوں مسلک مختلف ہیں کہ واحد وصف کے ذکر کو احترازی قید قرار دے کر اوصاف کے لحاظ سے غلبہ کا فیصلہ کیا جائے تو یہ امام محمد کا مسلک ہوگا اور اس ایک وصف کو اتفاقی قرار دے کر غلبہ میں اوصاف کے اعتبار کو ساقط قرار دیا جائے تو یہ امام ابو یوسف کا مذہب ہوگا یہی زیادہ بہتر اور مناسب ہے حسبِ ذیل وجوہ کی بنا پر۔

عہ ای حمل الزیلعی ذلک المطلق ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یعنی امام زیلعی نے اس مطلق کو تینوں اوصاف میں پانی کے مخالف بہنے والی چیز پر محمول کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

فاقول اوّلا قد علمت ان مذهب ابی یوسف هو الصحیح المعتمد ومهما قدرنا ان نحمل النصوص علی الصحیح لانعدوہ۔

میں کہتا ہوں اوّل یہ کہ آپ کو معلوم ہے کہ امام ابو یوسف کا مذہب ہی قابلِ اعتماد اور صحیح ہے اور جب تک ممکن ہوگا ہم نصوص کو صحیح مذہب پر محمول کرینگے اور آگے نہیں پڑھیں گے۔

وثانیا النصوص مطلقة تشمل الجامد والمائع واعلی اللّٰہ درجات الامامین برھان الدین الفرغانی وحافظ الدین النسفی اذ زادا فی الامثلة الماء الذی خالطه اللبن فاتیا بالتنصیص علی التعمیم وبطلان التخصیص ومحمد انما یقول باعتبار الاوصاف فی المائعات کما یأتی تحقیقه ان شاء اللّٰہ تعالٰی فجعله للاحتراز یجعل النصوص خارجة عن المذھبین والمتون ماشیة علی مالا وجود له فی المذھب وانما کان وضعھا لنقل المذھب۔

دوم یہ کہ اس بارے میں نصوص میں اطلاق ہے جو جامد اور بہنے والی دونوں کو شامل ہے اس تعمیم پر امام برہان الدین فرغانی اور امام حافظ الدین نسفی (اللہ تعالٰی ان دونوں اماموں کے درجات کو بلند فرمائے) نے نص کرتے ہوئے اس مسئلہ کی مثالوں میں ایسے پانی کو جس میں دُودھ ملا ہو' کا اضافہ فرمایا جس سے تخصیص کا احتمال باطل ہوگیا' اور امام محمد بہنے والی چیزوں میں اوصاف کا اعتبار کرتے ہیں جیسا کہ آئندہ اس کی تحقیق آئے گی ان شاء اللہ تعالٰی، پس اب ایک وصف کے ذکر کو قیدِ احترازی بنانے کے لیے تمام نصوص کو دونوں مذکور مذاہب سے خارج کرنا ہے اور متون باوجودیکہ وہ مذہب کی ترجمانی کے لیے وضع ہیں ان کو ایسے امور میں رواں کرتے ہیں جن کا مذہب میں وجود ہی نہیں ہے۔

وثالثا معلوم ان دلالة المفھوم غیر قطعیة ورب قیود تجیئ فی الکتب لا لمحترز لھا فحمل النصوص علی ھذا اولی ام جعل القید للاحتراز ثم القیام بالاعتراض۔

اور سوم' یہ کہ واضح طور پر معلوم ہے کہ مفہوم کی دلالت قطعی نہیں ہوتی کیونکہ کتب میں بہت سی قیود غیر احترازی آتی ہیں تو اب نصوص کو اس معنٰی پر محمول کرنا بہتر ہے یا قید کو احترازی بنا کر پھر اعتراض کا سامنا کیا جائے؟

ورابعا لاشک ان کل کل معه بعضه وما غیر الاوصاف فقد غیر احدھا

چہارم' یہ کہ اس میں شک نہیں کہ ہر کُل کے ساتھ اس کا بعض بھی ہوتا ہے تو جب اوصاف کو

واعتبار الواحد[1] علی صفۃ الانفراد غیر لازم وماله من اطراد الاترٰی الٰی ما فی الخیریۃ لایستفاد من لفظ واحدۃ وصف التوحید[2] فقد نصوا علی انه لو کان تحته اربع نسوۃ وله عبید فقال ان طلقت واحدۃ منھن فعبد من عبیدہ حر و ثنتین فعبدان اوثلثا فثلثۃ او اربعا فاربعۃ فطلقھن معا اومفرقا ای مرتبا فی الکل والبعض عتق عشرۃ من عبیدہ واحد بطلاق الاولٰی واثنان بطلاق الثانیۃ وثلثۃ بطلاق الثالثۃ واربعۃ بطلاق الرابعۃ مجموع ذٰلک عشرۃ فلو اشترط وصف التوحید فی لفظ الواحدۃ لما وقع العتق علی الواحد فی صورۃ طلاقھن معا لانه حینئذ لم یطلق واحدۃ حال کونھا منفردۃ بل طلقھا فی جملۃ نسائه الاربع[1] اھ

کوئی چیز تبدیل کرے گی تو ان میں سے ایک وصف کو بھی تبدیل کرے گی جبکہ ایک کو انفرادی صفت پر رکھنا لازم نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی ضابطہ ہے، کیا آپ نے فتاوٰی خیریہ کے اس مضمون پر غور نہیں کیا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ "واحدۃ" کے لفظ سے وحدت کا وصف حاصل نہیں ہوتا (اسی لیے فقہاء کرام) نے اس بات پر نص کی ہے کہ اگر کسی شخص کی چار بیویاں ہوں اور اس کے دس غلام ہوں اور وہ یہ کہے اگر میں ایک بیوی کو طلاق دُوں تو ایک غلام آزاد، اگر دو کو طلاق دُوں تو دو غلام آزاد، اگر تین کو طلاق دوں تو تین غلام آزاد، اگر چار کو طلاق دوں تو چار غلام آزاد، اس کے بعد اس نے چاروں بیویوں کو ایک ساتھ یا متفرق طور پر طلاق دے دی تو اس کے دس غلام آزاد ہوجائیں گے، پہلی کے ساتھ ایک، دوسری کے ساتھ دو اور تیسری کے ساتھ تین اور چوتھی طلاق کے ساتھ چار غلام آزاد ہوں گے یوں کل دس عدد غلام آزاد ہوں گے (اس مسئلہ سے واضح ہوا) کہ اگر "واحدۃ" میں توحید کے وصف کا اعتبار شرط ہوتا تو سب بیویوں کو ایک ساتھ طلاق دینے کی صورت میں ایک غلام کو آزادی والی صورت نہ بنتی کیونکہ ایک غلام کی آزادی ایک بیوی کی طلاق سے مشروط تھی جبکہ ایک ساتھ طلاق دینے میں ایک بیوی کو علیحدہ طلاق نہیں ہوئی بلکہ چاروں بیویوں کو ایک ساتھ طلاق میں ایک طلاق ہے اھ (ت)

اقول والانصاف عندی ان الحکم بالمفہوم فی امثال المحال مختلف

میں کہتا ہوں، میرے نزدیک انصاف یہ ہے کہ احوال کے اختلاف کی بنا پر ہر محل میں

---

[1] فتاوٰی خیریہ قبیل باب الایلاء بیروت ۱/۵۷

باختلاف الاحوال فان علم ان الافراد لامدخل
فی الحکم لایسبق الذھن الی المفھوم کقول
رجل لبنیه اکرموا من یکرم احدکم لایفھم
منه احد ان لاتکرموا من اکرم کلکم وکذلک
قول حنفی من قرأ احدی اٰیات القراٰن
صحت صلاته وقول شافعی من مسح احدی
شعرات رأسه صح وضوؤه ومن ھذا
الباب الصورة المذکورة فی الخیریة فانا
نری الحکم یزداد بالازدیاد فلا توقف له
علی الانفراد ومن ذلک قوله عزوجل وان
احد من المشرکین استجارک واتیتم
احدٰھن قنطارا او جاء احد منکم من الغائط
فانه لاینفھم منه عدم الحکم عند التعدد
حتی عند اصحاب المفاھیم بل لوکان مثله
فی کلام الناس لم یدل علی المفھوم قطعا
للعلم بان الانفراد لادخل له فی الحکم وان
علم ان له مدخلا فیه ثبت المفھوم کقوله
لاتکرموا من یکرم احدکم فمن المعلوم ان
الحکم للاقتصار علی اکرام واحد فمن
اکرمھم جمیعا لایدخل تحت النھی واذا
قیل من طلق ثنتین فله ان یراجع فھم
منه ان من طلق ثلثا لارجعة له ولم
یفھم منه ان من طلق واحدة لارجعة
له فاجتمع فیه الانفھام وعدمه فاذا کان
الامر یتلف ھکذا او یبتنی علی العلم بالعلة

مفہوم کا حکم مختلف ہوتا ہے کیونکہ اگر یقین کر لیا جائے
کہ انفرادی وصف کا حکم میں کوئی دخل نہیں ہوتا تو پھر
جب کوئی شخص اپنے بیٹوں کو یہ کہے کہ جو تم میں سے
ایک کی عزت کرے تم اس کی عزت کرو، تو اس
کلام سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جو تم سب کی عزت کرے
تم اس کی عزت نہ کرو (حالانکہ اس بات سے یہ مفہوم
نہیں سمجھتا) اسی طرح کسی حنفی کا یہ قول کہ جس نے قرآن
کی آیات میں سے ایک آیت پڑھی اس کی نماز درست
ہے۔ اور کسی شافعی کا یہ قول کہ جس نے اپنے سر کے
بالوں میں سے ایک بال کا مسح کر لیا اس کا وضو درست
ہے۔ ان میں زیادہ آیات پڑھنے میں نماز کی اور زیادہ
بالوں کے مسح سے وضوء کی عدمِ صحت نہیں سمجھی جاتی،
فتاوی خیریہ کی مذکورہ صورت اسی باب سے ہے کیونکہ
زیادہ کرنے پر حکم بھی زیادہ ہو جاتا ہے اسی طرح حکم
ایک پر موقوف نہیں ہوگا۔ اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا
یہ قول ہے کہ اگر مشرکین میں ایک مشرک پناہ طلب کرنے اور
یہ قول کہ عورتوں میں سے ایک کو وافر دو، اور یہ قول
بھی کہ تم میں سے کوئی ایک بیت الخلاء سے فارغ ہو،
کیونکہ ان اقوال میں عدد زیادہ ہونے پر عدمِ حکم کا
فہم نہیں ہوتا حتی کہ وہ لوگ جو عبارات میں مفہوم اخذ
کرنے کے قائل ہیں وہ بھی زیادہ سے حکم کی نفی نہیں کرتے
بلکہ عوام الناس کے کلام میں بھی اگر ایک کا عدد ذکر ہو
تو اس سے مفہوم مخالف نہیں لیا جاتا کیونکہ انفراد کا
حکم میں دخل نہیں ہے۔ اور اگر انفراد کا حکم میں دخل
ہو تو پھر مفہوم مخالف ثابت ہو جاتا ہے، جیسے کوئی

من خارج لم یصح الحکم باحد الطرفین من مجرد الکلام فههنا ان علم ان للتوحد و البعضیة مدخلا فی جواز الوضوء ثبت المفهوم وان علم عدمه انعدم فالحکم بکونه قیدا احترازیا متوقف علی اثبات اعتبار التغیر بالاوصاف و لم یثبت بل ثبت خلافه فلا مفهوم و بالجملة هو[1] احتمال قام البرهان علی بطلانه فلا یعتبر۔

یہ کہے تم میں سے ایک کی عزت کرنے والے کی عزت نہ کرو، اس جملہ سے واضح ہے کہ یہاں عزت نہ کرنے کا حکم صرف ایک کی عزت سے متعلق ہے اور اگر وہ سب کی عزت کرے تو عزت کرنے میں ممانعت نہ ہوگی اور اگر کسی نے یہ کہا کہ جو شخص دو طلاقیں دے گا تو اس کو رجوع کا حق ہوگا، اس سے تین طلاقیں دینے والے کے لیے رجعت کا حق ثابت نہیں ہوتا جبکہ ایک طلاق دینے والے کے لیے رجعت کا حق ثابت ہوتا ہے اس طرح دو طلاقوں کے حکم میں مفہوم کا فہم اور عدمِ فہم دونوں پائے جاتے ہیں پس اگر معاملہ واضح نہ ہوا اور حکم کا فیصلہ کسی خارجی علت کے علم پر موقوف ہو تو کسی پہلو پر حکم نفسِ کلام سے حاصل نہ ہوگا لہذا (یہاں پانی میں ملنے والی چیز سے وصف واحد کے ذکر میں) وضوء کے جواز میں واحد یا بعض کا دخل ثابت ہو تو مفہوم مخالف ثابت ہوگا اور اگر واحد یا بعض کے عدمِ دخل کا علم ہو تو پھر مفہوم ثابت نہ ہوگا، اس لیے یہاں واحد کا قید احترازی ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ اوصاف سے تغیر کا اعتبار کیا جائے، جو کہ یہ بات ثابت نہیں بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے لہذا مفہوم بھی ثابت نہ ہوگا، خلاصہ یہ کہ اس احتمال کے بطلان پر دلیل قائم ہے لہذا یہ احتمال معتبر نہ ہوگا۔ (ت)

وخامسا[2] تمثیلھم بماء المد والماء الذی خالطہ الصابون من اجلی قرینة علی عدم ارادتھم المفھوم فان ماء السیل یکون متغیر اللون والطعم معا بل ربما یکون متغیر الثلثة وکذلك الماء اذا خالطہ الصابون لایقتصر علی تغییر وصف واحد فقط والزعفران ربما یتغیر بہ وصفان والثلثة واقتصارہ علی واحد نادر فی المعتاد وقد ارسلوہ ارسالا وجعلوہ لما یغیر احد الاوصاف مثالا وھذا وان کان فیہ مجال مقال فماء المد والصابون

پنجم، یہ کہ ان فقہاء کرام کا "احد الاوصاف" کے ذکر کے بعد اس کے مثال میں سیلاب کے پانی اور صابون والے پانی کا ذکر کرنا اس بات پر واضح قرینہ ہے کہ یہاں مفہوم مراد نہیں ہے کیونکہ سیلاب کا پانی رنگ اور ذائقہ دونوں میں بلکہ تینوں اوصاف میں متغیر ہوتا ہے اور یوں ہی جب پانی میں صابون ملتا ہے تو بھی صرف ایک وصف تبدیل نہیں ہوتا اور زعفران سے دو وصف بلکہ تینوں وصف متغیر ہو جاتے ہیں صرف ایک صفت کا متغیر ہونا عادةً نادر ہے۔ تو فقہاء کرام نے پابند کیے بغیر "احد الاوصاف" کو بطور مثال ذکر کیا ہے اگرچہ یہاں بحث کی گنجائش ہو سکتی تھی لیکن سیلاب اور

کافیان فی الاستدلال فی قطع الامر و زوال اللبس وقیل الحمد للہ رب العلمین ۔

صابون کے ذکر سے استدلال کافی ہے یوں معاملہ واضح ہوگیا اور اشتباہ ختم ہوگیا ، الحمد للہ رب العلمین۔ (ت)

یہ ہے ضوابط متون کا بیان ضوابط پیشین نے مذہب امام ابو یوسف کا اثبات کیا اور اس ضابطہ نے مذہب امام ثالث کی نفی اور اطلاق نے واضح کیا کہ پانی میں کوئی شے جامد ملے خواہ مائع مطلق تغیر اوصاف غیر مانع اور دو امام اجل صاحب ہدایہ و صاحب کافی نے پانی میں دودھ ملنے کی مثال زائد فرما کر اس اطلاق کو پورا مسجل فرما دیا اور مذہب امام ابو یوسف کہ اُس قدر تصحیحات کثیرہ سے مشید تھا اطباق متون سے اور مؤکد ہوگیا اور بحمد اللہ یہی ہے وہ کہ مائے مطلق کی تعریف رضوی نے افادہ کیا و للہ الحمد علی الدوام فی وعلی نبیہ و آلہ الصلوۃ والسلام فی علی مر اللیالی و الایام ۔

ضابطہ ۶ قول امام محمد رضی اللہ عنہ جسے امام اسبیجابی و امام ملک العلماء نے اختیار کیا ،

وفی خصوص مسألۃ الاوراق فی الحوض مشی علیہ فی شرح الوقایۃ والمنیۃ ایضا مخالفۃ لنفسہا فیما مر عنہا فی الضابطۃ الخامسۃ ونقلہا الذخیرۃ والتتمۃ عن الامام احمد المیدانی و للحلیۃ میل الیہ فی المسألۃ علی تصریحاتہا بخلافہ فی غیرہا وفیہا زعم چلپی فی ذخیرۃ العقبی انہ الاصح کما تقدم کل ذلک فی ۷۷ و ۹۷ و ۱۰۱ وغیرہا و ذکر الامام ملک العلماء فی النبیذ المطبوخ ان الاقرب الی الصواب عدم جواز الوضوء لغلبۃ التمر طعما و لونا کما یأتی فہذا ما وجدت من ترجیحاتہ فی صور خاصۃ ولم ار التصحیح الصریح لمطلق ھذا ھذا القول الا ما وقع فی الجوہرۃ ان الشیخ یرید الامام القدوری اختار قول محمد حیث قال فغیر احد اوصافہ

اور خاص طور پر حوض میں پتے گرنے کے مسئلہ میں امام محمد کے قول کو شرح وقایہ میں اختیار کیا اور منیہ نے بھی پانچویں ضابطہ میں مذکور اپنے قول کے خلاف اس کو اپنایا ، امام احمد میدانی سے ذخیرہ اور تتمہ نے اس مسئلہ کو نقل کیا ہے حلیہ نے اس مسئلہ کی تصریحات پر امام محمد کے قول کو ترجیح دی جبکہ دوسرے مسائل میں انہوں نے اس کے خلاف کیا ہے اور چلپی نے ذخیرۃ العقبی میں امام محمد کے قول کو اس مسئلہ میں اصح کہا ہے جیسا کہ یہ تمام اقوال ۷۷ ، ۹۷ ، ۱۰۱ وغیرہ میں گزر چکے ہیں ، امام ملک العلماء نے پکائے ہوئے نبیذ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اقرب الی الصواب یہ ہے اس سے وضوء جائز نہیں کیونکہ اس میں پانی پر کھجور کا رنگ اور ذائقہ کے لحاظ سے غلبہ ہے جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا ۔ امام محمد کے قول کے بارے میں میں نے یہ ترجیحات چند خاص صورتوں میں پائی ہیں اور اس قول کے اطلاق کے بارے میں صریح تصریح میں نے

اھ وقال قبلہ اشار الشیخ الی ان المعتبر بالاوصاف والاصح ان المعتبر بالاجزاء اھ[1]

نہیں دیکھی ماسوائے اس کے کہ میں نے جوہرہ میں پایا جس میں انہوں نے شیخ قدوری کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے امام محمد کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے کہا "فغیر احد اوصافہ" اھ حالانکہ اس سے قبل جوہرہ نے کہا کہ شیخ نے اشارہ دیا ہے کہ اوصاف کا اعتبار ہے حالانکہ اصح یہ ہے کہ اوصاف کی بجائے اجزاء کا اعتبار ہے اھ (ت)

اقول یبتنی علی جعل احد للتقیید وقد علمت مافیہ (میں کہتا ہوں کہ جوہرہ کا "احد اوصافہ" کے ذریعہ امام محمد کے قول کی ترجیح سمجھنا لفظ "احد" کو قید بنانے پر موقوف ہے حالانکہ اس میں بحث تم معلوم کرچکے ہو۔ ت) اب یہاں بعض ابحاث ہیں۔

بحث اول تنقیح مذہب۔

اقول اس قول کی نقل میں عبارات مختلف آئیں اور اشہر یہ ہے کہ پانی میں اگر کوئی بہتی ہوئی چیز ملے تو امام محمد اولاً رنگ کا اعتبار فرماتے ہیں، اگر اُس کا رنگ پانی پر غالب آجائے قابلِ وضو نہیں ورنہ ہے، اور جس کا رنگ پانی کے خلاف نہ ہو اس میں مزے کا لحاظ فرماتے ہیں اس کا مزہ غالب ہو تو وضو ناجائز ورنہ جائز، اور جس کا مزہ بھی مخالف نہ ہو اس میں اجزاء پر نظر فرماتے ہیں اگر برابر یا زیادہ مقدار پر پانی میں مل جائے تو وضو صحیح نہیں ورنہ صحیح۔

فاولاً تقدم فی ۱۰۰ عن الحلیۃ عن الذخیرۃ والتتمۃ محمد اعتبر غلبۃ المخلوط لکن فی بعضہا اشار الی الغلبۃ من حیث اللون وفی بعضہا الی سلب الرقۃ[2] اھ ونقل فی الفتح عن بعضہم ان

اولاً ۱۰۰ میں حلیہ کا قول ذخیرہ اور تتمہ کے حوالہ سے گزرا ہے کہ امام محمد پانی میں مخلوط چیز کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں لیکن بعض صورتوں میں وہ رنگ کے لحاظ سے اور بعض میں رقت سلب ہونے کے لحاظ سے غلبہ قرار دیتے ہیں اھ اور فتح القدیر میں

عہ **اقول** وھذا ایضاً من دلائل انہم لم یریدوا التقیید والا لکان اختیاراً لقول محمد وھذا نص الھدایۃ عبر باحد الاوصاف وصحح قول ابی یوسف ۱۲ منہ غفرلہ (م)

میں کہتا ہوں یہ بھی اس بات پر ایک دلیل ہے کہ فقہائے نے تقیید مراد نہیں لی، ورنہ امام محمد کے قول کو ترجیح ہوجائے گی اور ہدایہ کی نص یہ ہے "احد الاوصاف" سے تعبیر کرکے امام یوسف کے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ت)

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ ابحاث الماء مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۴

[2] حلیہ

محمد ایعتبرہ باللون وابایوسف بالاجزاء قال وفی المحیط عکسہ والاول اثبت فان صاحب الاجناس نقل قول محمد نصا بمعناہ ثم نقل کالحلیۃ عن الاجناس قال محمد فی الماء الذی یطبخ فیہ الریحان والاشنان اذا لم یتغیر لونہ حتی یحمر بالاشنان او یسود بالریحان وکان الغالب علیہ الماء فلاباس بالوضوء بہ فمحمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبۃ الاجزاء[1] اھ ومر فی بحث غلبۃ الاجزاء عن مجمع الانھر انہ قول ابی یوسف ومحمد اعتبر اللون فی الصحیح عنہ[2] اھ وفی الجوھرۃ النیرۃ عن الفتاوی الظھیریۃ محمد اعتبر اللون وابو یوسف الاجزاء[3] اھ وفی جامع الرموز اعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء کما قال ابو یوسف وفی روایۃ عن محمد واشھر قول محمد ان المعتبر اللون کما فی حاشیۃ الھدایۃ[4] اھ فھؤلاء وآخرون اقتصروا علی اللون۔

بعض سے منقول ہے کہ امام محمد غلبہ میں رنگ کا اور امام ابو یوسف اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور محیط میں اس کا عکس بتایا ہے جبکہ اول زیادہ قوی ہے کیونکہ صاحب الاجناس نے امام محمد کے قول کو نصاً نقل کیا ہے پھر اس کو حلیہ نے اجناس سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس پانی میں ریحان (گل بابونہ) اور اشنان بوٹی پکائے گئے ہوں تو جب تک اشنان کی وجہ سے پانی سُرخ اور ریحان کی وجہ سے سیاہ ہو کر متغیر نہیں ہوتا اس وقت تک پانی غالب رہے گا لہذا اس سے وضو جائز ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد پانی کے رنگ کا اور امام ابو یوسف اجزاء کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں اھ اور مجمع الانہر کی غلبہ کی بحث میں گزرا کہ اجزاء کا غلبہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور امام محمد رنگ کا اعتبار کرتے ہیں ان سے صحیح طور یہی مروی ہے اھ جوہرہ نیرہ میں فتاوٰی ظہیریہ سے منقول ہے کہ امام محمد رنگ اور امام ابو یوسف اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں اھ اور جامع الرموز میں ہے کہ غلبہ میں اجزاء کا اعتبار ہوگا جیسا کہ امام یوسف کا قول ہے اور ایک روایت میں یہ قول امام محمد کا ہے لیکن مشہور قول امام محمد کا یہ ہے کہ وہ رنگ کا اعتبار کرتے ہیں جیسا کہ ہدایہ کے حاشیہ میں ہے اھ پس ان مذکور حضرات اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے امام محمد کے

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء و مالا یجوز مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵
[2] مجمع الانہر فصل تجوز الطہارۃ بالماء المطلق مطبعہ عامرہ مصر ۱/۲۸
[3] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الطہارت مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۲
[4] جامع الرموز " مکتبہ کریمیہ گنبد قاموس ایران ۱/۴۶

قول میں صرف رنگ کا ذکر کیا ہے۔ (ت)

وثانیا فی الحلیة عن المحیط الرضوی العبرة عند محمد لغلبة الاجزاء دون اللون او الطعم وعند ابی یوسف للون او الطعم فان لم یوجد کل منھما فغلبة الاجزاء[1] اھ قال وعزاہ فی المحیط الی النوادر اھ وھذا وان کان فیه عکس النسبة وقد ثبت ان الاول اثبت فالنظر ھھنا الی تردیدہ بین اللون والطعم ثم تعقیبھما علی الاجزاء۔

ثانیاً، حلیہ میں محیط رضوی سے منقول ہے کہ امام محمد کے ہاں اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہے رنگ اور ذائقہ کا اعتبار نہیں اور امام ابو یوسف کے ہاں رنگ یا ذائقہ کا اعتبار ہے اگر دونوں نہ ہوں تو پھر وُہ اجزاء کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں اھ اور کہا کہ اس کو محیط میں نوادر اقوال میں شمار کیا ہے اھ اس بیان میں اگرچہ غلبہ کے معیار کی نسبت برعکس ہے جبکہ پہلے مذکورہ نسبت زیادہ قوی ہے تاہم اس بیان میں رنگ اور ذائقہ کی تردید اور پھر ان دونوں کے بعد اجزاء کا اعتبار مذکور ہے۔ (ت)

وثالثا مر فی البحث المذکور عن العنایة محمد یعتبر الغلبة باللون ثم الطعم ثم الاجزاء اھ وفی التبیین ذکر الاسبیجابی ان الغلبة تعتبر اولا من حیث اللون ثم الطعم ثم الاجزاء[2] اھ ونقل فی الشلبیة عن یحیی عن الامام الاسبیجابی بلفظ ان الماء ان اختلط به طاھر فان غیر لونه فالعبرة للون مثل اللبن والخل والزعفران یختلط بالماء وان لم یغیر لونه بل طعمه فالعبرة للطعم مثل ماء البطیخ والاشجار والثمار والانبذة وان لم یغیر لونه و

ثالثاً، عنایہ سے منقول ہو کر گزشتہ بحث میں گزرا کہ امام محمد غلبہ میں رنگ پھر ذائقہ اور پھر اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں اھ اور تبیین میں ہے کہ امام اسبیجابی نے ذکر کیا ہے کہ پہلے رنگ کے غلبہ پھر ذائقہ اور پھر اجزاء کا اعتبار کیا جائے گا اھ اور شلبیہ میں یحیٰی کے ذریعہ امام اسبیجابی سے منقول ہے کہ اگر پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے تو اس سے اگر رنگ متغیر ہوا تو رنگ کا اعتبار ہوگا جیسا کہ دودھ، سرکہ اور زعفران ہو۔ اور اگر اس سے رنگ نہ بدلے بلکہ ذائقہ بدلا ہو تو پھر ذائقہ کا اعتبار کیا جائیگا، جیسا کہ تربوز کا پانی یا درختوں

---

[1] حلیہ

[2] العنایة — الماء الذی یجوز بہ الوضوء — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/ ۶۴

طعمه فالعبرۃ للاجزاء فان غلب اجزاؤہ علی اجزاء الماء لایجوز الوضوء به کالماء المعتصر من الثمر والاشجار کالماء المتقاطر من الکرم بقطعه[1] اھ ومثله فی خزانۃ المفتین ص ۳ بقوله اذا اختلط شیئ بالماء تعتبر الغلبۃ من حیث اللون ثم الطعم ثم الاجزاء ثم ذکر معناہ سواء بسواء غیر انه قال فی الشق الاخیر العبرۃ فیه لکثرۃ الاجزاء ان کان اجزاء الماء اکثر یجوز والا لا[2] اھ ومثله فی جامع الرموز عن الزاھدی وغیرہ وبدایته الطاھر ان خالف الماء لونا کاللبن والعصیر والخل وماء الزعفران فالعبرۃ للون[3] الخ فذکر ماء الزعفران مکان الزعفران ومثله فی البنایۃ عن شرح القدوری زاد الفقهاء بلفظ ماء الزعفران وکذلك فی الحلیۃ وقد عزاہ ایضا للزیلعی عن الاسبیجابی۔

پھلوں اور نبیذوں کا پانی ہو۔ اور اگر رنگ اور ذائقہ تبدیل نہ ہو تو پھر اجزاء کا اعتبار ہوگا جب پانی کے اجزاء پر ملنے والی چیز کے اجزاء غالب ہو جائیں تو وضوء جائز نہ ہوگا جیسا کہ پھلوں کا جُوس ہو، اور اگر رنگ، ذائقہ اور اجزاء کا غلبہ نہ ہو تو پھر وضو جائز ہوگا جیسا کہ انگور کا پودا کاٹنے پر اس سے ٹپکنے والا پانی ہو اھ اور ایسا ہی خزانۃ المفتین میں ہے صرف شروع میں انہوں نے کہا کہ جب پانی میں کوئی چیز ملے تو اعتبار رنگ، ذائقہ پھر اجزاء کا ہوگا پھر اس کا معنیٰ ذکر کیا سواء لبسواء، سوائے اس کے کہ آخری شق میں کہا کہ اعتبار کثرت اجزاء کا ہے اگر پانی کے اجزاء غالب ہوں تو وضوء جائز ہوگا، ورنہ نہیں اھ اسی کی مثل جامع الرموز کی عبادت ہے جو یوں شروع ہوتی ہے کہ اگر ایسی پاک چیز ہو جو رنگ میں پانی کے مخالف ہو جیسے دودھ، سرکہ، جوس اور زعفران کا پانی وغیرہ تو اس میں رنگ کا اعتبار ہے الخ انہوں نے زعفران کی بجائے زعفران کے پانی کو ذکر کیا ہے۔ بنایہ میں بھی شرح قدوری زاد الفقہاء سے ایسے ہی منقول ہے کہ زعفران کے ساتھ پانی کا لفظ بڑھایا ہے۔ اور یوں ہی حلیہ میں ہے اور اس کو زیلعی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اسبیجابی سے نقل کیا ہے۔ (ت)

اقول لکن عبارۃ الزیلعی عنه ما قد سمعت وقال القهستانی اٰخر نقله الماء

میں کہتا ہوں کہ زیلعی کی امام اسبیجابی سے نقل کردہ عبارت آپ سن چکے ہیں، قہستانی نے گزشتہ

---

[1] شلبیۃ علی التبیین کتاب الطہارۃ الامیریہ مصر ۱/۲۰
[2] خزانۃ المفتین فصل فی المیاہ مسائل السؤر قلمی نسخہ ۱/۹
[3] جامع الرموز کتاب الطہارۃ اسلامیہ گنبد ایران ۱/۴۶

فالاعتبار اولا للون ثم الطعم ثم الاجزاء[1] اھ وفی البرجندی ذکر فی الھدایۃ انہ یعتبر فی الغلبۃ اولا للون ثم الطعم ثم الاجزاء فان خالف لونہ لون الماء کاللبن والزعفران الخ[2]

نقل شدہ عبارت کے آخر میں فرمایا لہذا پہلے رنگ پھر ذائقہ اور اس کے بعد اجزاء کا اعتبار ہوگا اھ اور برجندی میں ہے کہ ہدایہ میں مذکور ہے کہ غلبہ میں پہلے رنگ پھر ذائقہ اور پھر اجزاء کا اعتبار کیا جائیگا، پس اگر اس کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہو، جیسے دودھ اور زعفران الخ (ت)

اقول ولیس فی الھدایۃ فلعلہ من تصحیفات الناسخ فھؤلاء رتبوا بین الکل واطلقوا الطاھر غیر مقید بہ بالمائع وقد مثل الاسبیجابی والسمعانی والبرجندی بالزعفران لکن ابدلہ الحلبی والعینی والزاھدی وزاد الفقہاء وغیرھم بماء الزعفران۔

میں کہتا ہوں ــــــــ ہدایہ میں یہ مذکور نہیں، ہوسکتا ہے کہ لکھنے والے کی طرف سے زیادتی ہو، ان تمام حضرات نے تمام امور میں ترتیب کو تو ذکر کیا ہے لیکن پانی میں ملنے والی پاک چیز کو بہنے والی قید سے مطلق رکھا اور اس سے مقید نہ کیا، اور اسبیجابی اور سمعانی اور برجندی نے اس پاک چیز کی مثال زعفران کو ذکر کیا لیکن حلبی، عینی، زاہدی، زاد الفقہاء وغیرہم نے مثال کو زعفران کے پانی سے مقید کیا۔ (ت)

ورابعا قال الامام ملک العلماء فی البدائع الماء المطلق اذا خالطہ شیئ من المائعات الطاھرۃ کاللبن والخل ونقیع الزبیب ونحو ذلک علی وجہ زال عنہ اسم الماء بان صار مغلوبا بہ فھو بمعنی الماء المقید ثم ینظر ان کان الذی خالطہ مما یخالف لونہ لون الماء کاللبن وماء العصفر والزعفران ونحو ذلک تعتبر الغلبۃ فی اللون وان کان لایخالف

رابعاً، امام ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا کہ مطلق پانی میں جب کوئی بہنے والی پاک چیز مل جائے جیسے دودھ، سرکہ اور خشک انگور سے بنا ہوا شربت اور ان جیسی دوسری اشیاء جن کی وجہ سے پانی کا نام بدل جائے اور پانی مغلوب ہوجائے تو اس صورت میں وہ پانی مطلق نہ رہے گا بلکہ مقید ہوجائیگا پھر اس کے بعد معلوم کیا جائے گا کہ جو چیز پانی میں ملی ہے اگر اس کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہو تو غلبہ میں رنگ کا اعتبار کیا جائے گا،

---

[1] جامع الرموز کتاب الطہارت اسلامیہ گنبد ایران ۱/۴۶
[2] نقایۃ برجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

الماء فی اللون و یخالفہ فی الطعم کعصیر
العنب الابیض و خلہ تعتبر الغلبۃ فی
الطعم و انکان لا یخالفہ فیھما تعتبر الغلبۃ
فی الاجزاء فان استویا فی الاجزاء لم یذکر
ھذا فی ظاھر الروایۃ وقالوا حکمہ حکم
الماء المغلوب احتیاطا ھذا اذا لم یکن الذی
خالطہ مما یقصد منہ زیادۃ نظافۃ فان
کان مما یقصد منہ ذلک و یطبخ بہ او
یخالط بہ کماء الصابون والاشنان یجوز
التوضی بہ و ان تغیر لون الماء او طعمہ او
ریحہ لان اسم الماء باق و ازداد معناہ وھو
التطھیر وکذلک جرت السنۃ فی غسل المیت
بالماء المغلی بالسدر والحرض فیجوز الوضوء
بہ الا اذا صار غلیظا کالسویق المخلوط
لانہ حینئذ یزول عنہ اسم الماء و معناہ
ایضا و لو تغیر الماء المطلق بالطین او بالتراب
او بالجص او بالنورۃ او بوقوع الاوراق او
الثمار فیہ او طول المکث یجوز التوضؤ بہ
لانہ لم یزل عنہ اسم الماء و بقی معناہ
ایضا مع ما فیہ من الضرورۃ الظاھرۃ
لتعذر صون الماء عن ذلک و قیاس ما ذکرنا
انہ لا یجوز الوضوء بنبیذ التمر لتغیر
اسم الماء و صیرورتہ مغلوبا بطعم التمر
فکان فی معنی الماء المقید و بالقیاس
اخذ ابو یوسف الا ان ابا حنیفۃ ترک القیاس

جیسے دودھ، عصفر اور زعفران کا پانی اور اگر وہ رنگ
میں مخالف نہ ہو اگر وہ ذائقہ میں مخالف ہو تو غلبہ
میں ذائقہ کا اعتبار کیا جائے گا جیسے سفید انگور کا
جوس اور اس کا سرکہ ہو، اور اگر وہ چیز ان دونوں
وصفوں میں مخالف نہ ہو تو پھر اجزاء کے لحاظ سے
غلبہ کا اعتبار ہوگا، اور اگر دونوں کے اجزاء برابر
ہوں تو اس صورت کو ظاہر روایت میں ذکر نہیں
کیا گیا جبکہ فقہاء نے کہا ہے کہ اس صورت کا حکم بھی
مغلوب والا ہوگا اس میں احتیاط ہے - یہ تفصیل
اس صورت میں ہے جبکہ پانی میں ملنے والی چیز سے
زیادہ نظافت مقصود نہ ہو، اور اگر اس سے نظافت
مقصود ہو اور اسی مقصد کیلئے اسکو پانی میں پکایا گیا ہو یا ملایا گیا ہو
جیسے صابون اور اشنان کا پانی تو اس صورت میں اس سے وضو
جائز ہوگا اگرچہ اس صورت میں پانی کا رنگ، بو
اور ذائقہ بھی تبدیل ہو جائے کیونکہ ابھی اس کو پانی
کہیں گے اور پانی کی معنوی حیثیت یعنی تطہیر میں اضافہ
ہوا ہے اسی لیے میت کو غسل دینے میں بیری کے
پتوں سے پکا ہوا پانی اور اشنان والا پانی استعمال
کرنے کا طریقہ مروج ہے لہٰذا اس سے وضو جائز
ہوگا، ہاں اگر اس صورت میں پانی زیادہ گاڑھا
ہو کر ستوؤں کی طرح ہو جائے تو اس سے وضو
جائز نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کو پانی نہیں
کہا جاتا اور نہ ہی اس میں پانی کی معنوی حیثیت
باقی رہی ہے، اور اگر پانی میں گارا، غبار، چونا،
نورہ، پتے گرنے یا پھل گرنے یا دیر تک پانی پڑے
رہنے کی وجہ سے مطلق پانی میں تغیر واقع ہوا تو اس

بالنص (ثم افاض فی بحث النص الی ان
قال) ثم لابد من معرفة نبیذ التمر
الذی فیه الخلاف وهو ان یلقی شئ من التمر
فی الماء فتخرج حلاوته الی الماء فما دام
حلوا رقیقا او قارصا یتوضؤ به عند
ابی حنیفة وان کان غلیظا کالرب لا یجوز
بلا خلاف وکذا اذا کان نیا فان کان مطبوخا
ادنی طبخة فما دام حلوا او قارصا فهو
علی الاختلاف وان غلا واشتد وقذف
بالزبد ذکر القدوری فی شرحه لمختصر
الکرخی الاختلاف فیه بین الکرخی و
ابی طاهر الدباس علی قول الکرخی یجوز
وعلی قول ابی طاهر لا یجوز وجه قول الکرخی
ان اسم النبیذ کما یقع علی النئ منه یقع
علی المطبوخ فیدخل تحت النص ولان الماء
المطلق اذا اختلط به المائعات الطاهرة
یجوز التوضؤ به بلا خلاف بین اصحابنا اذا
کان الماء غالبا وههنا اجزاء الماء غالبة علی
اجزاء التمر فیجوز التوضؤ به وجه قول
ابی طاهر ان الجواز عرف بالحدیث والحدیث
ورد فی النئ واما قوله ان المائع الطاهر
اذا اختلط بالماء لا یمنع التوضؤ به فنعم
اذا لم یغلب علی الماء اصلا فاما اذا غلب
علیه بوجه من الوجوه فلا وههنا
غلب علیه من حیث الطعم واللون

سے وضوء جائز ہے کیونکہ ابھی پانی کا نام تبدیل
نہیں ہوا اور اس کی معنوی حیثیت بھی باقی ہے،
نیز اس میں ظاہری ضرورت بھی ہے کیونکہ عام طور پر پانی کو
مذکورہ چیزوں سے محفوظ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی
قاعدہ کی بنا پر نبیذ تمر سے وضو ناجائز ہے کیونکہ اس
پر پانی کا نام نہیں بولا جاتا اور وہ کھجور کے ذائقہ سے مغلوب
ہو چکا ہے لہذا وہ مقید پانی ہے اس کے بارے میں
امام یوسف نے قیاس پر عمل کیا ہے لیکن امام ابوحنیفہ
اس بارے نص کے پائے جانے کی وجہ سے قیاس کو
ترک فرمایا ہے (اس کے بعد ملک العلماء نے نص کے
بارے بحث فرمائی) اور اس کے بعد کہا پھر جس نبیذ
تمر میں اختلاف ہے اس کی معرفت ضروری ہے اور
وہ یہ ہے کہ پانی پر کچھ کھجوریں ڈال دی جائیں تو کھجوروں
کی مٹھاس پانی میں منتقل ہو جائے پس جب تک وہ
پانی پتلا میٹھا یا ترش رہے تو اس سے امام ابوحنیفہ
کے نزدیک وضو جائز ہے اور اگر وہ نبیذ غلیظ ہو کر
چاس (راب) کی طرح ہو جائے تو اس سے بالاتفاق
وضو ناجائز ہے یہ مذکورہ صورت کچے نبیذ کے لیے
ہے اور اگر اس کو کچھ قدرے پکا لیا جائے تو اس کی
رقت مٹھاس یا ترشی کے ساتھ باقی ہے تو اس
میں بھی وہی اختلاف ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک
وضو جائز ہے اور اگر وہ نبیذ کچا یا پکا ہونے کی صورت
میں ابل جائے اور جھاگ چھوڑ دے جس کی وجہ سے
اس میں شدت پیدا ہو جائے تو امام کرخی کی کتاب
مختصر کی شرح میں قدوری نے ذکر کیا ہے کہ اس
صورت میں امام کرخی اور ابوطاہر الدباس کا اختلاف ہے

وان لو يغلب من حيث الاجزاء فلا يجوز التوضؤ به وهذا اقرب القولين الى الصواب[1] اھ کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی وانما سقناه وان تقدم اکثرہ مفرقا للتنبیہ علی فوائد ستعرفہا ان شاء اللہ تعالٰی وقال فی رسائل الارکان الماء المطلق اذا خالطہ مائع وغلب علیہ لایجوز التوضی بہ والا یجوز وتعرف الغلبۃ بان ینظر ان کان المائع مخالفا فی اللون کاللبن وماء الزعفران وماء العصفر یعتبر الغلبۃ فی اللون وان کان موافقا لہ فی اللون ومخالفا فی الطعم کماء الورد وعصیر العنب الابیض تعتبر الغلبۃ فی الطعم وان کان لا یخالفہ اصلا کالماء[عہ] تعتبر الغلبۃ بالکثرۃ کذا فی فتح القدیر نقلا عن بعض شروح الکنز[2] اھ۔

امام کرخی اس سے وضو جائز کہتے ہیں اور ابو طاہر کے قول پر نا جائز ہے۔ امام کرخی کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبیذ کا نام کچے اور پکے دونوں پر بولا جاتا ہے لہٰذا یہ دونوں صورتیں نص (حدیث) کے حکم میں داخل ہیں، کیونکہ جب مطلق پانی میں کوئی پاک چیز بہنے والی مل جائے تو ہمارے اصحاب کے ہاں بلا اختلاف اس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ پانی غالب رہے، تو یہاں چونکہ کھجور کے اجزاء پر پانی کے اجزاء غالب ہیں لہٰذا اس سے وضو جائز ہوگا۔ اور ابو طاہر کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبیذ سے وضو کا جواز صرف حدیث سے ثابت ہے اور وہ حدیث کچے نبیذ کے بارے میں وارد ہوئی ہے امام کرخی کے اس قول کہ پانی میں بہنے والی پاک چیز کے ملنے سے وضو ناجائز نہیں ہوتا الخ، کا جواب یہ ہے کہ ہاں یہ درست ہے لیکن اس صورت میں جبکہ کسی طرح بھی پانی پر غلبہ نہ پائے اور اگر ملنے والی چیز نے کسی طرح پانی پر غلبہ پالیا تو پھر وضو جائز نہیں ہے جبکہ یہاں مذکورہ صورت میں کھجور نے رنگ اور ذائقہ کے اعتبار سے پانی پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اگرچہ اجزاء کے لحاظ سے اس کا غلبہ نہیں ہوا، اس لیے اس سے وضو ناجائز ہوگا، اور یہ ابو طاہر کا قول زیادہ درست ہے اھ امام ملک العلماء رحمہ اللہ تعالٰی کے اس کلام کو ہم نے پورا کر دیا ہے یہ بتانے کے لیے کہ اس میں بہت فوائد ہیں جو آپ کو آئندہ معلوم ہوں گے، اگرچہ متفرق طور پر ان کا اکثر کلام

[عہ] لعلہ کالماء المستعمل فسقط من قلم الناسخ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

کالماء (جیسے پانی) ہوسکتا ہے یہ لفظ کالماء المستعمل (جیسے مستعمل پانی) ہو، جس کو کاتب کی قلم نے پورا نہ لکھا ہو ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع — الماء المقید — مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۵، ۱۶

[2] رسائل الارکان — فصل فی المیاہ — مطبع علوی فرنگی محل — ص ۲۲

پہلے ذکر ہو چکا ہے، اور رسائل الارکان میں فرمایا ہے کہ مطلق پانی میں جب کوئی بہنے والی چیز مل کر غالب ہو جائے تو وضو ناجائز ہے ورنہ وضو جائز ہے ورنہ وضو جائز ہے اور غلبہ کی پہچان یہ ہے کہ پانی میں ملنے والی مائع چیز اگر رنگ میں پانی کے مخالف ہو تو رنگ کو غلبہ کا معیار قرار دیا جائے گا، جیسے دودھ، زعفران اور عصفر کا پانی اور اگر وہ رنگ میں موافق اور ذائقہ میں مخالف ہو تو غلبہ میں ذائقہ کا اعتبار کیا جائے گا، جیسے عرق گلاب، سفید انگور کا جوس اور اگر ان دونوں وصفوں میں پانی کے مخالف نہ ہو جیسے پانی تو پھر غلبہ میں کثرت کا اعتبار ہوگا، کنز کی بعض شروح سے فتح القدیر میں یوں بیان کیا گیا ہے اھ (ت)

اقول وھو سبق قلم فلا اثر منہ فی الفتح فنی ھذا التنصیص علی التخصیص بالمائع۔

میں کہتا ہوں کہ فتح القدیر میں اس عبارت کا کوئی نشان نہیں ہے یہ کاتب کے قلم کی غلطی ہے، تاہم رسائل الارکان کی اس عبارت میں پانی میں ملنے والی چیز کے بارے میں مائع ہونے کی نص ہے جس سے یہ مذکور حکم خاص ہے۔ (ت)

خامسا تراھم جمیعا لم یذکروا الرائحۃ بل نصوص[عہ] النوادر[۱] والامام الاسبیجابی[۲] والامام ملک العلماء[۳] والمحیط[۴] الرضوی و زاد[۵] الفقہاء والامام[۶] الزیلعی وخزانۃ[۷] المفتین والعنایۃ[۸] والبنایۃ[۹] والزاھدی[۱۰] والبرجندی[۱۱] والقھستانی[۱۲] ویحیٰی[۱۳] وابن[۱۴] الشلبی وغیرھم ناطقۃ بنفی اعتبارھا حیث احالوا الامر بعد اللون والطعم علی الاجزاء لاجرم ان قال بحر العلوم فی رسائل الارکان لم ار اعتبار الغلبۃ بالریح فی کتاب[۱] اھ۔

خامساً، آپ دیکھ رہے ہیں کہ فقہاء میں سے کسی نے بھی غلبہ میں بُو والے وصف کو ذکر نہیں کیا بلکہ درج ذیل کتب النوادر[۱]، الامام الاسبیجابی[۲]، الامام ملک العلماء[۳]، المحیط[۴] الرضوی، زاد[۵] الفقہاء، الامام[۶] الزیلعی، خزانۃ[۷] المفتین، العنایۃ[۸]، البنایۃ[۹]، الزاھدی[۱۰]، البرجندی[۱۱]، القہستانی[۱۲]، یحیٰی[۱۳] اور ابن[۱۴] شلبی وغیرہم کی نصوص بُو کے اعتبار کی نفی پر ناطق ہیں جہاں انہوں نے رنگ اور ذائقہ کے بعد ذائقہ کی بجائے اجزاء کے غلبہ کو ذکر کیا ہے اسی لیے مجبوراً بحر العلوم کو رسائل الارکان میں کہنا پڑا کہ میں نے کسی کتاب میں غلبہ کے لیے بُو کا اعتبار نہیں دیکھا اھ (ت)

عہ الاضافۃ للعھد ای التی تقدمت ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

نصوص کی کتب مذکورہ کی طرف اضافت عہدی ہے یعنی گزشتہ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[۱] رسائل الارکان فصل فی المیاہ یوسف فرنگی محلی لکھنؤ ص ۴۲

اقول بلی قال الامام فقیہ النفس فی الخانیۃ عن ابی یوسف تعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء لامن حیث اللون ھو الصحیح وعلی قول محمد اعتبر الغلبۃ بتغیر الطعم واللون والریح[1] اھ وقد نقلہ عنہما فی النہایۃ والبنایۃ والحلیۃ والشلبیۃ وقال فی الحلیۃ بعد نقلہ فزاد فی قول محمد الطعم والریح[2] اھ وتقدم فی ۲۱ قول الخانیۃ ایضا لوطبخ ریحا بالباقلاء یوجد منہ لایجوز[3]۔

میں کہتا ہوں کہ ہاں امام فقیہ النفس نے خانیہ میں کہا ہے کہ امام یوسف کے نزدیک غلبہ میں رنگ کی بجائے اجزاء کا اعتبار ہے اور یہی صحیح ہے، اور امام محمد کے قول پر غلبہ میں رنگ، ذائقہ اور بُو کے متغیر ہونے کا اعتبار کیا جائے گا اھ خانیہ کی اس عبارت کو نہایہ، بنایہ، حلیہ اور شلبیہ میں نقل کیا گیا ہے اور حلیہ میں اس کو نقل کرنے کے بعد زائد یہ کہا کہ امام محمد کے قول میں ذائقہ اور بُو کا اعتبار ہے اھ اور نمبر ۲۱ میں خانیہ کا بھی قول گزرا ہے کہ اگر پانی میں باقلاء پکایا جائے اور اس کی بُو پانی میں پائی جائے تو اس سے وضوء جائز نہیں ہے۔ (ت)

وسادسا اغرب جدا فی الجوھرۃ فزعم بعد تصحیح قول ابی یوسف ومحمد اعتبار الاوصاف ان غیر الثلثۃ لایجوز وان غیر واحد اجاز وان غیر اثنین لایجوز والشیخ ای القدوری اختار قول محمد حیث قال فغیر احد اوصافہ[3] اھ ھکذا جاء الاختلاف والمسؤل من اللہ تعالی التنقیح التطبیق اوالترجیح۔

سادساً، جوہرہ میں غریب ترین بات ہے انہوں نے امام یوسف کے قول کو صحیح قرار دینے کے بعد خیال ظاہر کیا کہ امام محمد اوصاف کا اعتبار کرتے ہیں کہ اگر تینوں وصف تبدیل ہوجائیں تو وضوء جائز نہیں ہے، اور اگر ایک وصف تبدیل ہوجائے تو وضو جائز ہے، اور اگر دو وصف تبدیل ہوجائیں تو وضو جائز نہیں ہے۔ اور شیخ قدوری نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے جہاں انہوں نے یہ کہا کہ ایک وصف متغیر ہوجائے اھ ان مذکورہ بالا عبارات میں پانی پر غلبہ کے معیار میں اختلاف واقع ہوا ہے اور اب اللہ تعالٰی سے تنقیح میں تطبیق یا ترجیح کا سوال ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فیما لایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[2] حلیہ

[3] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الطہارۃ مطبع امدادیہ ملتان ۱/۱۴

فاقول وباللہ التوفیق ماذکر فی الجوھرۃ مخالف لاجماع الرواۃ عن اٰخرھم الثلثۃ عشر المذکورین فی الخامس والتسعۃ السابقین الاجناس[۱۴] والذخیرۃ[۱۵] والتتمۃ[۱۶] والظھیریۃ[۱۷] والمحیط[۱۸] والفتح[۱۹] والحلیۃ[۲۰] ومجمع الانھر[۲۱] حتی الجوھرۃ[۲۲] نفسھا فانھم اجمعوا ان مجرد الغلبۃ باللون تقید السماء عند محمد وھذا یقول ان غیر واحد اجاز واظن واللہ تعالٰی اعلم انہ کان فی بالہ ان محمدا یعتبر الاوصاف ثم رأی الامام ابا الحسن قید باحد فاخذ مفھومہ فدل علی عبرۃ الاوصاف فظن انہ اختار قول محمد وقد نص ان تغیر واحد لایضر فحسب ان ھذا المفھوم من منطوقہ والمفھوم ھو مذھب محمد ولیس کذلک ولا ھو مقصود القدوری کما علمت ثم قد علمت ان الجمھور قد نفوا الاعتبار بالرائحۃ فذکرھا فی الخانیۃ لایکون من زیادۃ ثقۃ بل مخالفۃ ثقۃ لسائر الثقات فیکون شذوذا ینافی الصحۃ وستعلم بعون اللہ تعالٰی ان محمدا لم یعتبر الریح ثم اقتصار الاولین علی اللون لاینافی اعتبار غیرہ فان التنصیص علی شیئ لاینفی ماعداہ لاسیما واللون ھو الملحوظ اولا فان لم یکن فغیرہ وکذلک التردید فی اللون والطعم عدم تنصیص

پس میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں کہ جوہرہ میں جو مذکور ہے وہ تمام راویوں کے اجماع کے خلاف ہے تیرہ[۱۳] راوی جو پانچویں بحث (خامساً) میں مذکور ہیں اور ان سے پہلے نو یہ ہیں اجناس[۱۴]، ذخیرہ[۱۵]، تتمہ[۱۶]، ظہیریہ[۱۷]، محیط[۱۸]، فتح[۱۹]، حلیہ[۲۰]، مجمع الانہر[۲۱] حتی کہ خود جوہرہ[۲۲] ان سب نے یہ اجماع کیا ہے کہ امام محمد کے نزدیک صرف رنگ کے غلبہ سے پانی مقید ہوجاتا ہے اور یہ (جوہرہ) کہہ رہے ہیں کہ امام محمد کے نزدیک ایک وصف کی تبدیلی سے وضوء جائز ہے واللہ اعلم میرا گمان ہے کہ جوہرہ کے دل میں تھا کہ امام محمد اوصاف کا اعتبار کرتے ہیں۔ پھر اس نے امام ابوالحسن کو ایک وصف کو قید بناتے ہوئے دیکھا تو اس سے مفہوم اخذ کرتے ہوئے اوصاف کے اعتبار پر دلالت پائی تو جوہرہ نے گمان کیا کہ انہوں نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے اور ایک وصف کے بارے میں نص کردی کہ اس کی تبدیلی سے کوئی مضائقہ نہیں ہے یوں اس کو خیال ہوا کہ امام ابوالحسن قدوری کے منطوق سے جو مفہوم اخذ کیا ہے وہ امام محمد کا قول ہے جس کو انہوں نے ترجیح دی ہے حالانکہ معاملہ یوں نہیں ہے اور نہ ہی یہ قدوری کا مقصد ہے جیسا کہ آپ معلوم کرچکے ہیں۔ پھر اس بحث سے معلوم ہوگیا ہے کہ جمہور نے غلبہ میں بُو کی تبدیلی کے اعتبار کی نفی کی ہے خانیہ میں بُو کا ذکر کسی ثقہ شخص کی طرف سے زائد چیز کا اثبات نہیں ہے بلکہ یہ ایک ثقہ شخص کی طرف باقی تمام ثقہ لوگوں کی مخالفت ہے۔ لہذا یہ صحت کے منافی

على الترتيب بينهما لا تنصيص على عدم الترتيب فرواية الجم الغفير بالترتيب زيادة ثقات واجبة القبول بقي النظر في ان الحكم هل يشمل الجامد كما هو مقتضى اطلاق الامام الاسبيجابي وتمثيله بالزعفران ام يختص بالمائع كما هو نص الامام ملك العلماء. وارى لكل منهما مؤيدات اما الشمول **فاقول اولا** تقدم في صدر هذا البحث عن الفتح والحلية عن الاجناس عن نص محمد اعتبار الالوان في طبيخ الريحان والاشنان وما هما الا من الجامدات **وثانيا** مر في ١٢٢ عن الحلية والفتح عن التجنيس ان اعتبار الجرجاني في الزاج والعفص صلوح النقش تفريع على اعتبار الغلبة بالاجزاء فافهم ان على اعتبارها بالاوصاف تقييد بمجرد التلون وان لم يصلح النقش **وثالثا** خص البدائع بالمائع ثم ذكر ان قياسه عدم الجواز بنبيذ التمر لغلبة طعمه فاعتبره في الجامد **ورابعا** كذلك اجاب من قبل ابي طاهر في مطبوخه واحتج بغلبة اللون والطعم وقد عبّر ههنا ايضا في كلامي الكرخي والدباس بالمائع مع ان الكلام في الجامد۔

ایک شذوذ ہے عنقریب آپ کو بعون اللہ یہ معلوم ہوجائے گا کہ امام محمد نے بُو کا اعتبار کیوں نہیں کیا، پھر یہ کہ پہلے حضرات کا صرف رنگ کو ذکر کرنا باقی اوصاف کی نفی نہیں ہے کیونکہ ایک چیز کا ذکر دوسری چیز کی نفی نہیں کرتا خصوصاً جبکہ اوصاف میں سے رنگ کا اعتبار پہلے کیا جاتا ہو کہ اگر رنگ تبدیل نہ ہو پھر دوسرے اوصاف کی تبدیلی کا لحاظ کیا جائے گا یوں ہی رنگ اور ذائقہ میں سے کسی ایک کا بیان اگرچہ یہ ترتیب پر نص نہیں ہے لیکن یہ عدمِ ترتیب پر بھی نص نہیں ہے اس لیے ان دونوں کی ترتیب جس کو ایک جمِ غفیر نے ذکر کیا ہے قبول کرنا ضروری ہے، رہی یہ بحث کہ (پانی میں ملنے والی چیز جس سے اوصاف تبدیل ہوتے ہیں) اس غلبہ کا حکم جامد چیز کو بھی شامل ہے جیسا کہ امام اسبیجابی کے اطلاق اور اس کی مثال میں زعفران کے ذکر سے ظاہر ہوتا ہے یا یہ حکم صرف مائع چیز کو ہی خاص ہے جیسا کہ امام ملک العلماء کی نص سے ظاہر ہے میری رائے میں دونوں احتمالات کی تائید میں دلائل ہیں، جامد اور مائع دونوں کا حکم میں شامل ہونا پس اس پر میں کہتا ہوں، اوّلاً، اس لیے کہ اس بحث کی ابتدا میں فتح اور حلیہ کی الاجناس سے نقل کردہ روایت گزر چکی ہے جس میں ریحان اور اشنان کے پکے ہوئے پانی میں ان کے رنگوں کے اعتبار کے بارے میں محمد کی نص کو بیان کیا گیا ہے حالانکہ وہ دونوں صرف جامد چیزیں ہیں۔ ثانیاً، اس لیے نمبر ۱۲۲ میں تجنیس کے حوالہ سے حلیہ اور فتح کی روایت گزر چکی ہے کہ جرجانی کا زاج اور عفص (گھاس) میں نقش کی صلاحیت کا اعتبار کرنا یہ اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کے اعتبار پر تفریع ہے، یہاں قابلِ فہم یہ بات ہے کہ ان میں اوصاف کے اعتبار کا

کا تعلق صرف رنگ دار ہونے پر ہے نقش کی صلاحیت کا اس میں دخل نہیں ہے۔ ثالثاً، اس لیے کہ بدائع نے اس حکم کو مائع چیز کے ساتھ خاص کرنے کے بعد ذکر کیا کہ اس قاعدہ کے مطابق نبیذِ تمر سے وضو جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس کے ذائقہ کا غلبہ ہوتا ہے جبکہ یہ ذائقہ والی چیز تمر (کھجور) ہے جو کہ جامد ہے۔ رابعاً، یوں ہی بدائع نے ابوطاہر کی طرف سے پکے ہوئے نبیذ کے بارے میں جواب دیا اور یہاں بھی انہوں نے رنگ اور ذائقہ کے لحاظ سے غلبہ کو دلیل بنایا ہے یہاں بھی امام کرخی اور دباس کے کلام میں اس کو مائع سے تعبیر کیا گیا ہے حالانکہ بات جامد میں ہو رہی ہے۔ (ت)

اقول ویظهر لی واللّٰہ تعالٰی اعلم ان تغیر الطعم او اللون انما یکون بالامتزاج ولا یمتزج الجامد بالمائع الا ان ینماع شیئ منہ فتسری الاجزاء فی الاجزاء الاتری ان السکر اذا خلط بالماء لا یبقی منہ ممتازا عنہ الا شیئ قلیل وکذلك الاصباغ ولو وضعت حجرا اسود احمر اخضر اصفر فی الماء لا یتلون الماء بلونہ فظهر ان الامتزاج لا یحصل فی مائع الا لمائع وان کان اصلہ جامدا فلعل ھذا ھو سر التعبیر بالمائع مع الکلام فی الجامد اتقنہ فانہ ان شاء اللّٰہ تعالٰی بحث نفیس۔

میں کہتا ہوں کہ جامد کو مائع سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ذائقہ اور رنگ کی تبدیلی امتزاج کے بعد پائی جاتی ہے جبکہ جامد چیز کا مائع (بہنے والی) چیز کے ساتھ امتزاج نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ جامد چیز میں بہاؤ پیدا نہ ہو جس کی وجہ سے ایک کے اجزاء دوسرے کے اجزاء میں گرتے ہیں، مثلاً شکر جب پانی میں ملائی جائے تو اس کا امتزاج ختم ہوجاتا ہے صرف کچھ معمولی اجزاء جدا رہتے ہیں، اسی طرح رنگ کا مادہ بھی پانی میں گھل جاتا ہے لیکن اگر آپ کالا، سرخ، سبز اور زرد پتھر پانی میں رکھ دیں تو اس کی رنگت میں پانی متاثر نہ ہوگا تو واضح ہوگیا کہ امتزاج کیلیے مائع کا مائع سے ملنا ضروری ہوتا ہے اگرچہ وہ اصلاً جامد ہی ہو، ہوسکتا ہے کہ جامد میں گفتگو کے دوران اس کو مائع سے تعبیر کرنے کی وجہ یہی راز ہو، اس کو یاد رکھیں یہ نفیس بحث ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

واما الخصوص **فاقول اولا** اجمعت الامۃ المرحومۃ واجماعها حجۃ معصومۃ علی جواز الوضوء بماء السیل مع العلم القطعی بتغیر لونہ بل ربما یتغیر الطعم و الریح ایضا فثبت ان مجرد تغیر الاوصاف

اور اوصاف کی تبدیلی میں صرف مائع چیز کو خاص کرنے کی وجہ، پس میں کہتا ہوں، اوّلاً اس لئے کہ اس اُمت کا اس بات پر اجماع ہے جبکہ یہ اجماعِ اُمت خطا سے محفوظ ہے کہ سیلابی پانی سے وضو جائز ہے حالانکہ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ

بالجامد لایفید التقیید بالاجماع و **ثانیا** هذا اجماع ائمتنا رضی الله تعالٰی عنهم ومنهم محمد ان التمر او الزبیب او التین مثلا اذا نقع فی الماء فانتقلت حلاوة منها الیه فحلا لم یبلغ الی ان یصیر نبیذا فانه لایتقید ویجوز الوضوء به اجماعا فمحمد لم یعتبر فیه الطعم وقال بالجواز مع الاعتراف بتغیره بل و تغیر اللون والریح ایضا فمن المعلوم المشهود ان اللون اسبق تغیرا بها من الطعم واذا تغیر یوجد لها ریح ایضا قطعا فقد تغیرت الاوصاف الثلثة بالجامد ولم یضر بالاجماع مالم یغلب اجزاء بالمعنی الثالث اعنی صیرورته شیئا اٰخر لمقصد اٰخر وهذا هو الفارق بین النبیذ والسیل فانه لم یصر شیئا اٰخر ولازال عنه اسم الماء وهذا هو مذهب ابی یوسف فعلم ان مذهبه مجمع علیه فی الجامد وانما الخلف فی المائع۔

اس کا رنگ بلکہ ذائقہ اور بُو بھی تبدیل ہوئے ہوتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ جامد چیز کے ملنے سے صرف اوصاف کی تبدیلی کی بنا پر پانی کو مقید قرار نہیں دیا جاسکتا بالاجماع۔ **ثانیاً** اس لیے کہ کھجور، خشک انگور (میوہ) اور خشک انجیر کو پانی میں ڈالنے پر ان کی مٹھاس پانی میں منتقل ہوجائے اور ابھی نبیذ کی حد تک یہ تبدیلی پیدا نہ ہو تو اس شربت سے وضوء کے جائز ہونے پر ہمارے تمام ائمہ کرام جن میں امام محمد بھی شامل ہیں کا اجماع ہے تو یہاں امام محمد نے تینوں اوصاف تبدیل ہوجانے کے باوجود ان کی تبدیلی کا لحاظ نہیں کیا اور وضوء کو جائز قرار دیا ہے اجماعی طور پر۔ پس امام محمد نے نبیذ میں طعم کا اعتبار نہیں کیا اور تغیر طعم کے باوجود جواز کا قول کیا ہے بلکہ تغیر لون اور ریح سے بھی جواز کا قول کیا ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ ان چیزوں کا رنگ ذائقہ سے جلد اثر انداز ہوتا ہے اور جب ذائقہ متغیر ہوگا تو بُو بھی پائی جائے گی، تو معلوم ہوا کہ جامد سے تینوں وصف تبدیل ہونے کے باوجود اس شربت سے بالاتفاق وضو جائز ہے بشرطیکہ غلبہ اجزاء کا تیسرا معنی نہ پایا جائے یعنی کسی دوسرے مقصد کے لیے نئی چیز بن جانا نہ پایا جائے۔ نبیذ اور سیلاب میں یہی فرق ہے پس سیلاب کی طرح اس شربت نے پانی کا نام تبدیل نہیں کیا اور نہ ہی کوئی دوسری چیز بنا ہے جبکہ جامد چیز کے بارے میں امام یوسف کے مذہب کے موافق سب کا اتفاق ہے اختلاف صرف مائع چیز میں ہے۔

اقول وبه خرج الجواب عن الشاهدین الاخیرین فان الکلام فیهما فی الانبذة فالمراد تغیر الطعم الی حد یزیل عنه اسم الماء ویجعله نبیذا

میں کہتا ہوں اس بحث سے زبیب اور تمر کے نبیذوں کے متعلق جواب معلوم ہوگیا کہ جب ان کا نبیذ بن جائے تو ذائقہ تبدیل ہوکر وہ اپنا نیا نام لے لیتا ہے جس کے مقید ہونے میں کوئی اختلاف

ولا نزاع فیہ۔

نہیں۔(ت)

وثالثا تقدم فی ۱۲۲ عن الخانیۃ التوضوء بماء الزعفران والزردج یجوز ان کان رقیقا والماء غالب فان غلبتہ الحمرۃ وصار متماسکا لایجوز[1] وعن الخلاصۃ توضأ بماء الزردج او العصفر او الصابون ان کان رقیقا یستبین الماء منہ یجوز وان غلبت الحمرۃ وصار نشاستج لا[2] اھ فافاد ان المدار الثخن لامجرد اللون فان کان غلبۃ اللون تحصل فی ھذہ الاشیاء قبل الثخن فقد صرحا بعدم الاجتزاء بھا مالم یثخن وان کانت لاتحصل الا اذا ثخن فقد بینا ان ذکر غلبۃ اللون لکونہا ھھنا دلیلا علی المناط وھو الثخن فکان وصار متماسکا او نشاستج عطف تفسیر۔

ثالثا، اس لیے کہ نمبر ۱۲۲ میں خانیہ کے حوالہ سے گزرا ہے کہ زعفران اور زردج کے پانی سے وضو جائز ہے بشرطیکہ یہ پانی رقیق ہو اور پانی کا غلبہ ہو، اور اگر یہ گاڑھا ہوجائے اور سرخی بھی غالب ہوجائے تو وضوء جائز نہیں ہوگا، اور خلاصہ کے حوالہ سے بھی گزرا کہ زردج، عصفر اور صابون والا پانی اگر پتلا ہو اور پانی اس میں غالب رہے تو وضوء جائز ہے اور اگر سرخی غالب ہوجائے اور یہ پانی گاڑھا ہو کر نشاستہ کی طرح لیپ ہوجائے تو وضوء ناجائز ہے اھ اس سے معلوم ہُوا کہ دارومدار گاڑھے وغلیظ ہونے پر ہے صرف رنگ کا اعتبار نہیں ہے لہذا ان چیزوں کے ملنے سے پانی کا رنگ اگر گاڑھا ہونے سے پہلے تبدیل ہو تو دونوں کی تصریح ہے کہ اس غلبہ کا اعتبار نہیں ہے اور اگر گاڑھا ہوجانے کے بعد رنگ تبدیل ہو تو یہ گاڑھا ہونے کی دلیل ہے جس کو ہم نے بیان کردیا ہے پس گویا کہ گاڑھا ہونے اور نشاستہ بننے کا ذکر بطور عطف تفسیری ہوگا۔(ت)

اقول وبہ تبین الجواب عن نص الاجناس فلم یکتف رحمہ اللہ تعالٰی بقولہ لم یتغیر لونہ حتی یحمر او یسود بل اضاف الیہ وکان الغالب علیہ الماء وھذا ما عبر بہ الخانیۃ والخلاصۃ اذ قالا بعد ذکر الحمرۃ وصار متماسکا بید ان المقام یحتاج

میں کہتا ہوں کہ اس سے الاجناس کی عبارت پر اس اعتراض کا جواب ظاہر ہوگیا کہ اس نے اپنے بیان میں صرف سرخ اور سیاہ رنگوں کے ذکر کو کافی نہ سمجھا بلکہ اس پر پانی کے غالب ہونے کا اضافہ بھی کیا، چنانچہ خانیہ اور خلاصہ نے سرخی کو ذکر کرنے کے بعد گاڑھا ہونے کو جس مقصد کے لیے ذکر کیا ہے

---

[1] خانیہ فیما لایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الماء المقید " ۱/۸

الی تلطیف القریحة و اعمال رؤیة قویة صحیحة و کلا بل الی التوفیق و من رب رفیق و فالنظر الظاهر یتسارع الی الفرق بین العبارة وعبارة الخانیة والخلاصة لانهما ذکرا شیئین غلبة الحمرة والتماسك فی عدم الجواز فافهما ان تغیر اللون لایکفی للمنع مالم یتماسك لابتناء الامر علی اجتماع الامرین و نقل الاجناس ذکر شیئین سلامة اللون و غلبة الماء فی جانب الجواز فافادان ایهما انتفی انتفی الجواز لعین الوجه اعنی بناء الجواز علی الاجتماع۔

وہی مقصد الاجناس کا ہے کہ مدارِ حکم کو ظاہر کیا جائے مگر یہ مقام سوچ کی باریکی اور قوی وصحیح فکر کو عمل میں لانے کا ہے نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کی توفیق کی طرف رجوع کرنے کا مقام ہے کہ یہاں ظاہر نظر میں الاجناس اور خانیہ وخلاصہ کی عبارتوں کا فرق واضح ہوجاتا ہے، کیونکہ خانیہ اور خلاصہ نے دو چیزوں کو عدمِ جواز کے بارے میں ذکر کیا ہے ایک سُرخی کا غلبہ اور دوسری چیز گاڑھاپن ہے انہوں نے اس سے یہ بتایا کہ صرف رنگ کی تبدیلی کافی نہیں ہے بلکہ گاڑھاپن بھی ضروری ہے کیونکہ وضوء کے ناجائز ہونے کا دارومدار ان دونوں چیزوں پر ہے، اور اجناس کی عبارت میں وضوء کے جواز کے لیے رنگت کا سالم رہنا اور پانی کا غالب رہنا دو چیزوں کو ذکر کیا ہے جس سے انہوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ اگر دونوں چیزوں میں سے ایک ختم ہوجائے تو وضوء کا جواز بھی ختم ہوجائیگا کیونکہ جواز کے حکم کا دارومدار دو چیزوں کے مجموعہ پر ہے۔ (ت)

اقول ودقیق النظر یوضح الامر فان هذا المعنی یوجب ان تغیر اللون ینفی الجواز وان کان الغالب هو الماء وهو خلاف الاجماع فان الغلبة هو القطب الذی تدور علیه رحی هذه الاحکام عند جمیع ائمتنا الاعلام اما سمعت قول الفتح ان اعتبار الغالب عدما عکس الثابت لغة وعرفا وشرعا[1] اھ واذ من المعلوم ضرورة ان غلبة الماء هی العلة الکافیة للجواز و

میں کہتا ہوں کہ یہاں دقیق نظر سے واضح ہوتا ہے کہ اگر دونوں چیزوں میں سے رنگ بدل جائے اور پانی کا غلبہ باقی رہے تو وضوء ناجائز ہو حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے کیونکہ غلبہ ہی وُہ چیز ہے جو ان مسائل میں احکام کا معیار ہے جو کہ تمام ائمہ کرام کو تسلیم ہے، کیا تم نے فتح کا قول نہیں سنا جس میں انہوں نے کہا کہ غلبہ کے عدم کا اعتبار شرعاً، عرفاً اور لغۃً ثابت چیز کا عکس ہے (یعنی غلبہ کا وجود ثابت کا وجود ہے اور غلبہ کا عدم، ثبوت کا عدم ہے) اھ

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

عدمها للمنع اذ ليس احد من الامة يجيز
الوضوء بالماء المغلوب سلمت اوصافه
اولا اما تقدم من حكاية شاذة عن
الامام الاوزاعي على كلام في ثبوتها عنه
رحمه الله تعالى فامتنع ان تكون غلبة
الحمرة علة برأسها منحازة عن الغلبة
او تمام العلة وحينئذ يدور الامر بين
وجهين اما ان تكون هي العلة وبها الغلبة
فيكون قوله وكان الغالب عليه الماء عطف
تفسير لعدم تغير اللون واما ان تكون
بمعزل عن العلية وانما ذكرت لانها ههنا
اٰية مغلوبية الماء ببلوغ سيل الامتزاج
زباه وذلك لان الاحمرار بالاشنان و
الاسوداد بالريحان لا يحصلان بنفس
الطبخ ايضا بل بالطبخ الكامل الا ترى انه
فرض المسألة في ماء يطبخان فيه ثم قال
اذا لم يتغير لونه وكان الغالب الماء فلا بأس
فافاد انهما يطرحان في الماء ويمكثان فيه
ويعمل فيهما النار الى ان يطبخا ولا يحصل
مع كل ذلك التغير المغير حتى امكن التقييد
بعدمه للجواز بل لابد له من مكث وعمل
اٰخر بعد ذلك حتى يحصل الطبخ الكامل
الموجب لكمال الامتزاج وحينئذ يصير
الماء مغلوبا بلا ريب فذكرت هذه الامارة
الظاهرة لكونها مرئية والمغلوبية في المطبوخ

کیونکہ یہ بات واضح طور پر معلوم ہے کہ جب پانی کا غلبہ
ہوگا تو اس سے وضو کا جواز ثابت ہوگا کیونکہ پانی کا
غلبہ اس جواز کی علت ہے۔ اور عدمِ غلبہ، عدمِ جواز
کی علت ہے یہی وجہ ہے کہ اُمت میں سے کسی نے
بھی پانی کے مغلوب ہونے پر وضو کو جائز نہیں کہا
خواہ پانی کے اوصاف باقی رہیں یا تبدیل ہو جائیں،
ماسوائے امام اوزاعی کے ایک قول کے جو کہ ان کی طرف
منسوب ہے اگر اس قول کا ثبوت ان سے مل جائے
تو ایک شاذ قول کی شاذ حکایت ہوگی، حالانکہ اس
قول کے ثبوت میں کلام ہے لہذا اجناس کی عبارت
میں سرخی (رنگ) کے غلبہ کو مستقل اور غلبہ سے علیحدہ
علت یا تمام علت قرار دینا غلط ہے، لہذا یہاں
دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اس سرخی کو ہی علت
قرار دیا جائے اور اسی کو غلبہ کہا جائے اس صورت میں
الاجناس کے قول "کان الغالب علیہ الماء" کو
عطف تفسیری قرار دے کر رنگ کے تبدیل نہ ہونے
کا بیان قرار دیا جائیگا، اور دوسری وجہ یہ
ہو سکتی ہے اس سرخی کو علیت سے الگ رکھا جائے
اور اس کے ذکر کو پانی کے مغلوب ہونے کی علامت
قرار دیا جائے کیونکہ یہ پانی میں ملنے کی انتہائی صورت
کی نشان دہی کرتی ہے کیونکہ اشنان کی وجہ سے
سرخی اور ریحان کی وجہ سے سیاہی پانی میں معمولی
پکانے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ کامل طور پر پکانے
سے حاصل ہوتی ہے آپ کو معلوم ہے کہ یہاں مسئلہ
کی یہ صورت فرض کی گئی ہے کہ اشنان اور ریحان

غیر مرئیۃ ما لم یرد کما تقدم ثم ذکر الحقیقۃ تنبیھا علی ماھو المناط الحقیقی فھذا محمل نفیس وانجح وھذا ھو عین مفاد الخانیۃ والخلاصۃ وللہ الحمد واذا جاء الاحتمال سقط الاستدلال بل ترجح ھذا بعبارتی الخانیۃ والخلاصۃ اذ الروایات یفسر بعضھا بعضا ثم کفی بالاجماعین شاھدی عدل۔

پانی میں پکائے گئے ہوں اس مسئلہ پر یہ کہا ہے کہ جب رنگ تبدیل نہ ہو اور پانی غالب ہو تو وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، تو اس بیان سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ ان دونوں چیزوں کو پانی میں ڈال کر رکھا جائیگا اور پھر آگ پر خوب پکانے کے بعد کامل امتزاج پیدا ہوجانے پر یقیناً پانی مغلوب ہو جائے گا اس موقعہ پر سرخی یا سیاہی کی علامت کو ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ نظر آتی ہے جبکہ دیکھنے کی حالت میں پانی کا مغلوب نظر نہیں آسکتا جب تک کہ وہ ٹھنڈا نہ ہو جائے ورنہ معمولی پکانے پر وہ تغیر پیدا نہیں ہوتا جو وضو کے لیے مانع ہو تاکہ اس کی نفی کی قید لگائی جائے اس سے الاجناس نے مکمل پکائے جانے کے ذکر پر حقیقت کو واضح کیا تاکہ حکم کی علت متعین ہو سکے، الاجناس کی عبارت کا یہ محمل نفیس ہے اور یہی خانیہ اور خلاصہ کی عبارت کا مفاد ہے وللہ الحمد، اور اس مذکور احتمال کی بنا پر استدلال ختم ہو جاتا ہے بلکہ خانیہ اور خلاصہ کی عبارتوں سے اس احتمال کو ترجیح مل گئی ہے کیونکہ بعض روایات سے بعض کو ترجیح و تفسیر مل جاتی ہے نیز دونوں اجماع سچے گواہ کافی ہیں۔ (ت)

فان قلت لعلھما فی غیر المطبوخ فلا یسعان اعتبار الاوصاف فیہ و نص الاجناس انما ھو فیہ۔

اگر آپ کا اعتراض ہو کہ (سیلاب کے پانی سے باوجودیکہ اس میں اوصاف متغیر ہیں اور نبیذ تمر سے وضو کے جواز پر) یہ دونوں اجماع پکے پانی کے بارے میں ہیں لہذا ان سے پکے ہوئے پانی میں اوصاف کے اعتبار کی نفی نہیں ہوگی، جبکہ الاجناس کی نص پکائے ہوئے پانی سے متعلق ہے۔ (ت)

اقول اولا نصہ مخصوص بما یحدث فیہ تغیرا لاوصاف بعد کمال الطبخ کما علمت ولا یقاس علیہ ما یتغیر قبل الطبخ وھو الکثیر الغالب اذ قبلہ لا فرق بینہ وبین النئی وقد انعقد الاجماع علی عدم اعتبارہ فیہ فیؤل الکلام الی ان

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں، اولاً، یہ کہ الاجناس کی نص اس صورت سے مخصوص ہے جس میں مکمل پکائے جانے کے بعد اوصاف کا تغیر پیدا ہو جیسا کہ آپ اوپر معلوم کر چکے ہیں، اس پر پکانے سے قبل کے تغیر کو قیاس نہیں کیا جا سکتا جبکہ پکانے سے قبل تغیر عام اور کثیر ہے۔ کیونکہ پکانے سے قبل تغیر اور

الاوصاف لاعبرة بها الافیما تغیر فیہ بعد الکمال الطبخ وھذا لایضرنا لما علمت ان الماء یصیر مغلوبا اذ ذاك فتحقق العلۃ سواء عبرتم بھا او بلازمھا من تغیر الاوصاف وثانیاً ای فرق بین النی والمطبوخ سوی ان الطبخ یوجب کمال الامتزاج کما نص علیہ اھل الضابطۃ قاطبۃ قال الامام الزیلعی التقیید اما بکمال الامتزاج او غلبۃ الممتزج فکمال الامتزاج اما بالطبخ[1] الخ وقال قبیل التیمم انہ بالطبخ کمل امتزاجہ وکمال الامتزاج یمنع اطلاق اسم الماء علیہ[2] اھ وقد قال قبل حدوث الضابطۃ ایضا الامام الجلیل النسفی فی الکافی ان بطلان الاطلاق بکمال الامتزاج وھو بطبخ الماء بخلط الطاھر[3] الخ ویأتی تمامہ ان شاء اللہ تعالٰی واذن نقول بموجبہ ولایکون دلیلا علی اعتبار مجرد تغیر الاوصاف کما لایخفی فانکشف الامر وللہ الحمد۔

بالکل کچے پانی کے تغیر میں کوئی فرق نہیں ہے حالانکہ بالکل کچے پانی کے بارے میں اجماع ہوچکا ہے کہ اس میں اوصاف کے تغیر کا اعتبار نہیں ہے، تو اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اوصاف کی تبدیلی وتغیر کا اعتبار صرف مکمل پکانے کے بعد ہوگا۔ یہ بات ہمارے لیے مضر نہیں ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ مکمل پکانے کے بعد پانی مغلوب ہوجاتا ہے جس کی بنا پر وضو کے عدمِ جواز کی علت پائی گئی ہے اس کو مغلوب کہہ کر تعبیر کرو یا اس کو مغلوبیت کے لازم یعنی اوصاف کی تبدیلی سے تعبیر کرو۔ ثانیاً، اس لیے کہ کچے اور پکے پانی میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ پکے ہوئے پانی میں پکانے کی وجہ سے امتزاج کامل ہوجاتا ہے جس کو تمام اہلِ ضابطہ نے ذکر کیا ہے۔ امام زیلعی نے کہا کہ پانی کو کمال امتزاج یا اس میں ملی ہوئی چیز کے غلبہ سے مقید قرار دیا جاتا ہے اور کامل امتزاج پکانے سے حاصل ہوتا ہے الخ اور انہوں نے اس بات کو تیمم کی بحث سے تھوڑا پہلے بیان کیا اور کہا کہ پکانے سے امتزاج کامل ہوتا ہے، اور اس کامل امتزاج کی وجہ سے اس کو مطلق پانی کہنا ممنوع ہوجاتا ہے اھ نیز ضابطہ کے بیان سے قبل جلیل القدر امام نسفی نے کافی میں فرمایا کہ پانی کا اطلاق کمال امتزاج سے ختم ہوجاتا ہے اور کمال امتزاج پانی میں پاک چیز کو ملاکر پکانے سے حاصل ہوتا ہے الخ یہ تمام بیان آئندہ آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ مصر ۱/۲۰

[2] " قبیل باب التیمم " ۱/۳۶

[3] کافی للنسفی

وہاں ہم اس کے موجبات کو بیان کریں گے جبکہ یہ بیان صرف اوصاف کے تغیر کے اعتبار پر دلیل نہ بن سکے گا جیسا کہ واضح ہے۔ پس معاملہ واضح ہوگیا وللہ الحمد۔ (ت)

بقی الشاهد الثانی من شواهد العموم

اقول لیس مفهومه ماذکر بل له مذهب آخر غیر مستتر وذلك ان الامام اباعبدالله الجرجانی لما اعتبر فی تقییده صلوحه للصبغ والنقش وماهو الا بتلون الماء وربما یحصل قبل الثخن کان لمتوهم ان یتوهم انه اعتبر الغلبة باللون فنبه الامام البرهان علی بطلانه وقال بل هو تفریع علی اعتبار غلبة الاجزاء لان غلبتها کما علمت علی ثلثة انحاء هذا هو النحو الثالث منها فذهبت الشواهد جمیعا۔

(پانی میں ملنے والی چیز کے غلبہ میں اوصاف کی تبدیلی کا معیار جامد اور مائع) دونوں کو شامل ہونے پر مذکورہ شواہد میں سے دوسرے شاہد کی بحث باقی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا وہ مفہوم نہیں جس کو ذکر کیا گیا ہے، بلکہ ان کا دوسرا مذہب ہے جو واضح ہے وہ یہ کہ امام ابوعبداللہ الجرجانی نے پانی کو مقید بنانے میں زاج اور عفص کے ملنے پر رنگ ریزی اور نقش ونگار کی صلاحیت کا ذکر کیا جو کہ پانی کے رنگدار ہونے کی وجہ سے ہوسکتی ہے جبکہ پانی کے گاڑھا ہونے سے قبل بھی اس پر رنگ نمایاں ہوجاتا ہے تو اس سے کسی کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ امام جرجانی نے غلبہ کے لیے صرف رنگ کو معیار قرار دیا ہے اس لیے امام برہان الدین نے اس وہم کو باطل قرار دینے کے لیے تنبیہ کرتے ہوئے امام برہان نے فرمایا کہ امام جرجانی کا یہ قول رنگ کے غلبہ کی بجائے اجزاء کے غلبہ پر تفریع ہے کیونکہ غلبہ تین قسم پر ہے اور یہ اجزاء کا غلبہ تیسری قسم ہے۔ یوں تمام شواہد کی بحث ختم ہوئی۔ (ت)

اما تمثیله بالزعفران فقد اشبعنا الکلام علیه فی ۱۲۲ الاٰن لم یبق الا اطلاق الامام الاسبیجابی **اقول** اولا لنا مندوحة عنه فیما تقرر فی مقره ان المطلق فی کلامهم یحمل علی المقید وان من عادتهم الاطلاق تعویلا علی معرفة الحذاق قالوا ویفعلونه کیلا یدعی علمهم من لم یزاحمهم بالرکب کل ذلك مذکور فی رد المحتار وغیره وثانیا هذا ان لم یجب التقیید فکیف و

امام اسبیجابی (کے اطلاق اور زعفران جو کہ جامد اور مائع دونوں کے شمول کی بنیاد ہے) میں سے زعفران کی مثال کے متعلق ہم سیر حاصل بحث کرچکے ہیں جو نمبر ۱۲۲ میں گزر چکی ہے اب صرف امام اسبیجابی کے اطلاق کی بحث باقی ہے۔ میں کہتا ہوں، اولاً، یہ کہ اس بارے میں وسیع گنجائش ہے جیسا کہ اپنے مقام میں ثابت شدہ بات ہے کہ فقہاء کے کلام میں مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے اور ان کی عادت ہے کہ وہ مقید کی جگہ مطلق کو ذکر کردیتے ہیں کیونکہ ان کو

1

قد وجب بشهادة الاجماعین و **ثالثا** انك ان تقول الجامد ایضا تعتبر فیه غلبة الاوصاف اذا ادت الی غلبة الاجزاء باحد المعانی الثلثة کما عرفت فی النبیذ والزاج والعفص والعصفر والزعفران وکثیر من نظائرها فمن هذا الوجه یصح الاطلاق وان کان نحو التغیر المعتبر فی الجامد مغایرا للمعتبر عندہ فی المائع **بل** قد یظن اتفاق النحوین من کلام البدائع المار فی ۳۰۴ حیث ناط الامر فی المائعات بزوال الاسم وذکر فی تفصیله غلبة اللون والطعم وزوال الاسم هو المعتبر فی الجامدات ایضا بل علیه مدار الباب کما مر مرارا وکان ینتج هذا ان لاخلف بین الامامین الصاحبین الا فی التعبیر۔

ماہرین کے علم وتجربہ پر اعتماد ہے کہ (وہ مطلق کو مقید سمجھیں گے) ماہرین فن نے کہا ہے کہ فقہاء کرام یہ اس لیے کرتے ہیں تاکہ ان کے علم میں کوئی نااہل شخص برابری کا دعوٰی نہ کرے، یہ سب کچھ ردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہے **ثانیا** امام اسبیجابی کے قول کو مقید کرنا ضروری ہے (کیونکہ سیلاب کے پانی سے وضو کے جواز پر اجماعِ اُمت اور نبیذِ تمر سے وضوء کے جواز پر علماء احناف) کا اجماع، یہ دونوں اجماع اس کے قول کی تقیید کو واجب کرچکے ہیں کہ اوصاف کے تغیر کا اعتبار صرف مائع چیز کے ملنے پر ہوگا جامد میں نہیں) **ثالثا** آپ جامد چیز کے بارے میں اوصاف کے غلبہ کا اعتبار کہہ سکتے ہیں جبکہ یہ جامد چیز پانی میں اجزاء کے تینوں معانی میں سے کسی معنی کے لحاظ سے غلبہ کا سبب بن جائے، جیسا کہ نبیذ، زاج، عفص، عصفر اور زعفران وغیرہ کے بارے میں آپ معلوم کرچکے ہیں اس لحاظ سے جامد اور مائع دونوں میں اوصاف کے غلبہ کا اطلاق درست ہوسکتا ہے اگرچہ جامد میں تغیر مائع میں تغیر سے مختلف ہے، بلکہ نمبر ۳۰۴ میں بدائع کی مذکور عبارت سے دونوں کے تغیر میں اتفاق کا گمان ہوتا ہے، وہاں انہوں نے بہنے والی چیزوں (مائعات) میں تغیر کا معیار پانی کے نام کی تبدیلی کو قرار دیا ہے جس کی تفصیل میں انہوں نے رنگ اور ذائقہ کے غلبہ کو بیان کیا ہے حالانکہ یہی نام کی تبدیلی جامد چیزوں میں بھی تغیر کا معیار ہے بلکہ اس میں تغیر کا دارومدار نام کی تبدیلی ہے جیسا کہ بار بار گزرچکا ہے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ صاحبین (امام یوسف وامام محمد) کے درمیان صرف تعبیر کا اختلاف ہے۔ (ت)

اقول وقد کان یعجبنی هذا لان المنقول عن نص محمد انما هی مسألة مطبوخ الاشنان والریحان وفیها کمال الامتزاج الموجب للغلبة بالاجزاء لکن

میں کہتا ہوں مجھے یہ بات پسند ہے کیونکہ امام محمد سے جو نص منقول ہے وہ اشنان اور ریحان کے پکائے ہوئے پانی سے متعلق ہے جبکہ اس مسئلہ میں پکانے کی وجہ سے ایسا کامل امتزاج حاصل

تعاور عباراتهم على نصب الخلاف بينهما
منعني عن ذلك وان عبره المحقق في الفتح
بقوله نقل بعضهم فيه خلافا بين الصاحبين
ان محمدا يعتبره باللون وابا يوسف بالاجزاء[1]
اه لكن التحقيق عندي ان زوال الاسم
المذكور ههنا في البدائع ليس بالمعنى المعتبر
في غير المائع كما سيأتيك بيانه ان شاء الله
تعالى وبالجملة قد استقر عرش التحقيق و
لله الحمد على كل ما نص عليه الامام
ملك العلماء في البدائع ان[1] خلاف محمد
انما هو في المائع وانه[2] لا يقتصر على اللون بل
يعتبر الطعم ايضا وانه[3] يرتب بينهما فيقدم
اللون ثم الطعم وانه[4] ينقل الحكم بعدهما
الى الاجزاء ولا يعتبر الريح ؛ هكذا ينبغي
التنقيح ؛ والحمد لله على تواتر الائه ؛
وافضل صلاته وسلامه على سيد انبيائه ؛
واله وصحبه وابنه واحبائه ؛ امين هذا
وزعم العلامة الحدادي في الجوهرة بعد
ما صحح قول ابي يوسف ما نصه ومحمد اعتبر
الاوصاف ان غير الثلثة لا يجوز وان غير واحدا
جاز وان غير اثنين لا يجوز قال والتوفيق
بينهما انه ان كان مائعا جنسه جنس الماء كماء
الدباء فالعبرة للاجزاء كما قال ابو يوسف
وان كان جنسه غير جنس الماء كاللبن فالعبرة
للاوصاف كما قال محمد قال والشيخ يعني

ہو جاتا ہے جو اجزاء کے اعتبار سے غلبہ کا موجب
بنتا ہے، لیکن فقہاء کرام کی عبارات کا ظاہر مفہوم
میرے لیے مانع ہے۔ کہ میں صاحبین کے اختلاف
کو صرف تعبیری اختلاف کہوں اگرچہ اس کو فتح القدیر
میں محقق صاحب نے تعبیر کر دیا یوں کہہ کر کہ بعض نے
اس میں صاحبین کا اختلاف نقل کیا ہے کہ امام محمد
رنگ کا اور امام یوسف اجزاء کے غلبہ کا اعتبار
کرتے ہیں اھ لیکن میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ بدائع
میں اس مقام پر پانی سے زوالِ اسم کا جو ذکر کیا ہے
وہ اس معنی میں زوالِ اسم نہیں جس معنی میں غیر مائع
میں معتبر ہے جس کا آئندہ بیان آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ الحمدللہ، مکمل تحقیق وہ ہے جس کو امام
ملک العلماء نے بدائع میں ذکر کیا ہے کہ امام محمد کا
اختلاف صرف مائع چیز کے بارے میں ہے[1] اور[2] یہ کہ وہ اس
میں صرف رنگ نہیں بلکہ ذائقہ کا بھی اعتبار کرتے ہیں اور
ان[3] دونوں میں ترتیب کے قائل ہیں پہلے رنگ کا اور
پھر اس کے بعد ذائقہ کا اعتبار کرتے ہیں اور[4] اگر یہ دونوں
نہ پائے جائیں تو پھر وہ غلبہ میں اجزاء کی طرف حکم کو
منتقل کرتے ہیں اور بو کا اعتبار نہیں کرتے، یہی تنقیح
مناسب ہے انعامات کے ہجوم پر اللہ تعالٰی کی حمد
ہے اور صلوٰۃ وسلام تمام انبیاء کے سردار پر اور ان کی
آل و اصحاب پر، آمین۔ اس کو محفوظ کر۔ جوہرہ
میں امام ابو یوسف کے قول کو صحیح قرار دینے کے بعد علامہ
حدادی نے خیال ظاہر کیا اور کہا کہ امام محمد نے تینوں
اوصاف کی تبدیلی پر وضو کو ناجائز قرار دیا، اور اگر

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

الامام القدوری اختار قول محمد حیث قال فغیر احد اوصافہ[1] اھ

ایک وصف تبدیل اور متغیر ہو جائے تو وضو کو جائز اور دو اوصاف کی تبدیلی پر ناجائز کہا ہے، اور امام حدادی نے کہا کہ امام یوسف اور امام محمد کے اقوال میں موافقت یوں ہوگی، اگر پانی میں ملنے والی چیز مائع ہو جو پانی کی ہم جنس ہو جیسے کدو کا جوس، تو اس صورت میں غلبہ کے لیے اجزاء کا اعتبار ہوگا جیسا کہ امام ابو یوسف نے کہا ہے۔ اگر وہ پانی میں ملنے والا مائع ایسا ہو جو پانی کا ہم جنس نہ ہو جیسے دُودھ۔ تو اس صورت میں غلبہ کے لیے اوصاف کا اعتبار ہوگا، جیسے کہ امام محمد کا مسلک ہے۔ اور اس پر علامہ حدادی نے کہا شیخ قدوری نے امام محمد کے قول کو ترجیح دیتے ہُوئے یُوں کہا "وہ ایک وصف کو تبدیل کرے اھ (ت)

اقول هذا لیس بتوفیق بل تلفیق ثم النصوص متظافرة عن محمد انه یعتبر اللون ثم الطعم لا انه لا یعتبر الوصف الواحد وکون ماء البطیخ من جنس الماء غیر معقول ولا مقبول ومن نظر الفروع المارة علم انه لا یوافق القولین وما اتت به النصوص علی المذهبین ثم هو خلاف الاجماع فی ماء المد فقد اطبقوا انه ما دام علی رقته یجوز الوضوء به مع انه ربما یغیر وصفین بل الثلاث وما هو الا الاختلاط ما لیس من جنس الماء من تراب ورمل وغثاء وکذا اجماعهم علی جواز الوضوء بما نقع فیه تمر وان حلا ولا شك ان تغیر اللون یسبقه ما لم یصر نبیذا فلم یعتبروا فیه الاوصاف بل الاجزاء بالمعنی الثالث واللّٰه تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں یہ تو موافقت نہ ہُوئی بلکہ ایک نئی بات ہُوئی، کیونکہ تمام نصوص میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ امام محمد پہلے رنگ اور پھر ذائقہ کی تبدیلی کا اعتبار کرتے ہیں نہ کہ وہ ایک وصف کی تبدیلی کا اعتبار نہیں کرتے، نیز کدو کے جوس کو پانی کا ہم جنس بتانا غیر معقول اور غیر مقبول ہے، اور جس کو گزشتہ فروعات کا علم ہے وہ جانتا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال میں موافقت نہیں ہے، پھر علامہ حدادی کا یہ بیان سیلابی پانی میں اجماع کے بھی خلاف ہے کہ اس سے وضو جائز ہے جب تک رقت باقی رہے حالانکہ دو بلکہ تینوں اوصاف اس میں تبدیل ہوتے ہیں باوجودیکہ یہ تبدیلی پانی کے ہم جنس کی وجہ سے نہیں بلکہ مٹی، ریت اور تنکے ملنے کی وجہ سے ہوتی ہے، اسی طرح ان کا یہ بیان کھجور ڈالنے سے میٹھے پانی میں اس اجماع کے بھی خلاف ہے جس میں اس سے

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الطہارۃ مطبع امدادیہ ملتان ۱/۱۴

وضوء کو جائز قرار دیا گیا ہے جب تک یہ کھجور کا میٹھا پانی نبیذ نہ بن جائے حالانکہ اس میں شک نہیں کہ مٹھاس سے پہلے وہاں رنگ بھی تبدیل ہوتا ہے اوصاف کی تبدیلی کے باوجود یہاں اس کا اعتبار نہ کرتے ہوئے وضوء جائز ہے بلکہ یہاں اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کا تیسرا معنی پائے جانے کے باوجود اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

بحث دوم اس قول کی توجیہ احکام

اقول وباللہ التوفیق کتب معللہ کو غالباً ہر خلافیہ میں خصوصاً وہ خلاف کہ امام وصاحبین یا باہم صاحبین میں ہو دلائل فریقین بیان کرنے کا التزام ہوتا ہے اگرچہ خلافیات مشایخ میں ایسا اعتنا نہ کریں مگر اس خلافیہ میں دلیل قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کسی کتاب میں نظر فقیر غفر لہ المولی القدیر سے اصلاً نہ گزری حتی کہ بدائع میں جس نے اس پر مشی فرمائی سوا اس لفظ کے کہ مجمع الانہر میں اعتبار رنگ پر لکھا لان اللون مشاھد (کیونکہ رنگ نظر آتا ہے۔ ت) حالانکہ اس قول کے چار جزء ہیں ہر جزء طالب توجیہ ہے یہ دو حرفی جملہ ایک جزء کے لیے بھی وافی نہیں۔

فاولا ماکل مشاھد معتبرا فالدلیل اعم من المدعی۔

پس اوّلاً یہ کہ ہر مشاہدہ کی جانے والی چیز معتبر نہیں ہوتی (لہذا مجمع الانہر کا رنگ کے اعتبار میں رنگ کو مشاہدہ والا قرار دے کر دلیل بنانا درست نہیں) کیونکہ یہ دلیل عام ہے اور دعوٰی خاص ہے۔ (ت)

وثانیا ماکل معتبر مشاھدا فالدلیل اخص من المدعی وبالجملۃ لایلزم من کونہ مشاھدا اعتبارہ ولامن عدم مشاھدۃ اٰخر عدم اعتبارہ۔

ثانیاً یہ کہ ہر معتبر چیز قابلِ مشاہدہ نہیں ہوتی پس یوں دلیل، دعوٰی سے خاص ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ قابلِ مشاہدہ ہونے کو معتبر ہونا لازم نہیں اور یوں ہی دُوسری چیز کے قابلِ مشاہدہ ہونے کو غیر معتبر ہونا لازم نہیں ہے۔ (ت)

وثالثا ان خصت المشاھدۃ بالرؤیۃ خرج الطعم وقد اعتبرہ محمد وان اُرید بھا الحس دخلت الریح ولم یعتبرھا۔

اور ثالثاً، یہ کہ اگر مشاہدہ کو دیکھنے سے مختص کیا جائے تو ذائقہ کا اعتبار نہ رہے گا حالانکہ امام محمد رضی اللہ عنہ ذائقہ کا اعتبار بھی کرتے ہیں اور اگر مشاہدہ سے مراد حس ہو تو پھر بُو کا اعتبار بھی کرنا ہوگا حالانکہ وہ بُو کا اعتبار نہیں کرتے۔ (ت)

واَنا اقول وبربی ثم بنبیہ استعین جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ و

اور میں کہتا ہوں، اللہ تعالٰی اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین کی امداد سے، کہ

صحیحہ اجمعین کان محمدا یقول رضی الله تعالٰی عنه ان رفع الحدث منوط شرعا باستعمال الماء المطلق و مطلقه هو الذی یتبادر الی الافهام باطلاق لفظ الماء ولاشك انها حقیقة معروفة مشهورة معلومة لكل احد لاتلتبس ولایحتاج احد فی ادراکها الی استجلاب العلم من خارج باخبار غیره ان هذا ماء فلایراد بمطلقه الا ماشأنه هذا ولا شك ان الماء اذا صار علی لون مائع أخر یرتاب الناظر فیه ولایقطع انه ماء الا اذا اخبره من یعرفه من بدء امره والّلون اول مدرك فان لم یغلب اخذه فی فمه للمضمضة فوجده علی طعم مائع اخر یأخذه من الارتیاب ماکان یأخذ فی متغیر اللون بالنظر فخرجا عن الماء المطلق اما الریح فربما تکتسب بالمجاورة من دون خلط شیئ فما صح لونه وطعمه لایرتاب المستعمل فی کونه ماء بمجرد تغیر فی ریحه فان کان فیه امتزاج غیره مساویا اوغالبا لا یقف علیه المستعمل الا بالاخبار من خارج و حینئذ یعرف انه لیس بماء فالمائیة لم یتوقف ادراکها علی الخارج بل عدمها و معلوم ان هذا الارتیاب والالتباس انما یکون بالمائع فالماء مهما اخذ لون جامد او طعمه لایلتبس به و انما یتوقف فیه انسلاب

امام محمد رضی اللہ عنہ گویا یوں فرماتے ہیں کہ رفع حدث کیلئے شرعاً مطلق پانی کا استعمال ضروری ہے، اور مطلق پانی وہ ہے جو پانی کا لفظ بولنے پر ذہن میں آئے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو مشہور و معروف اور ہر ایک کو معلوم ہے اس کو جاننے کے لیے کسی کو غیر سے سمجھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی کہ وہ یہ بتائے کہ پانی یہ ہے۔ لہٰذا مطلق پانی سے مراد یہی عام فہم حقیقت ہے۔ لہٰذا جب کسی دوسری بہنے والی چیز کا رنگ پانی میں ظاہر ہوتا ہے تو دیکھنے والے کو ضرور تردّد ہوتا ہے کہ کیا یہ پانی ہے یا کیا ہے تو جب کوئی دوسرا باخبر شخص بتائے تو اس کا تردّد دُور ہوتا ہے ورنہ نہیں، پانی میں سب سے پہلے رنگ کا علم ہوتا ہے اور اگر رنگ پانی پر غالب نہ ہو تو پھر جب کُلّی کرنے کے لیے پانی منہ میں ڈالا جائے تو اس وقت دوسری مائع چیز کا ذائقہ محسوس ہونے لگتا ہے پھر اس کو تردّد ہوتا ہے جو کہ دیکھنے پر رنگت کی تبدیلی سے نہ ہوا تھا، پس یہ رنگ کی وجہ سے تردّد اور ذائقہ کی وجہ سے تردّد والا پانی، مطلق پانی سے خارج ہوگا، جہاں تک بُو کا تعلق ہے تو وہ قُرب وجوار میں پڑی ہوئی چیز کی خوشبو کا اثر ہوسکتا ہے ضروری نہیں کہ پانی میں مخلوط کسی چیز کی وجہ سے بُو آرہی ہو، رنگ اور ذائقہ اگر درست ہو تو استعمال کرنے والے کو کوئی تردّد پیدا نہیں ہوتا کہ یہ خالص پانی ہے، پس اگر پانی میں ریح کے بغیر کسی دوسری شَے کی ملاوٹ ہو برابر یا غالب طور پر ہو تو استعمال کرنے والے کو تردد ہوگا مگر جب اسے کوئی خارج سے خبر دے

اسم الماء علی تھیؤہ لمقصد اٰخر فمن ھٰھنا حصل الفرق بین الجامد والمائع وظھر مذھب محمد باجزائہ الاربعۃ۔

تو اس وقت وہ جانے گا یہ پانی نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ نفس پانی کا ادراک کسی خارجی امداد کے بغیر ہوتا ہے اور یہ بات بھی واضح کہ پانی میں تردد پیدا کرنے میں کسی مائع چیز کا دخل ہوتا ہے اس کے برخلاف کسی جامد چیز کے ملنے سے پانی کے رنگ یا ذائقہ کی تبدیلی کی وجہ سے استعمال کرنے والے کو اس وقت تک تردد نہیں ہوتا جب تک کسی دوسرے مقصد کے لیے تیاری سے پانی کے نام کو تبدیل نہ قرار دیا جائے۔ اس بات سے پانی میں جامد چیز اور مائع کے ملنے کا فرق واضح ہوجاتا ہے، اور یوں امام محمد کے مذہب کے چاروں اجزاء واضح ہوئے۔ (ت)

وبعبارۃ اخری اجمعنا ان ماصار شیئا اٰخر لمقصد اٰخر لا تجوز بہ الطھارۃ وان لم تزل رقتہ ولا بلغ الممازج الماء قدرا فاذن لیس الا لتغیر فی اوصافہ اذ لو سلمت مع بقاء الطبع وغلبۃ القدر استحال ان یسلب عنہ اسم الماء من دون موجب فعلم ان التغیر فی الاوصاف ھٰھنا مقدم علی زوال الطبع ومغلوبیۃ القدر ثم ثم شیاٰن زوال اسم الماء وتجدد اسم اٰخر وھذا یتوقف علی تھیؤہ لمقصد اٰخر والمنع منوط بالاول وان لم یوجد الاٰخر لان الشرع المطھر انما امر بالماء فاذا انسلب عنہ اسم الماء خرج المامور بہ وان لم یدخل فی مقصد اٰخر غیر ان الجامد یتبع فیہ الاول الاٰخر فلا ینسلب اسم الماء بہ مالم یتھیأ لمقصد اٰخر کما تری فی السیل وماء القی فیہ قلیل سکر او نقع فیہ حمص او تمر بخلاف المائع فانہ

اور امام محمد کے مسلک کی ایک دوسرے انداز سے تقریر، یہ ہے کہ ہم سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ پانی میں مخلوط چیز کے سبب کوئی اور مقصد مطلوب ہو اور کوئی اور چیز بن گئی ہو تو اگرچہ اس صورت میں پانی کی رقت باقی ہو اور پانی کی مقدار بھی ملی ہوئی چیز سے زیادہ ہو تو پھر بھی اس سے وضو جائز نہیں ہے اس کی وجہ صرف پانی کے اوصاف کی تبدیلی ہوسکتی ہے کیونکہ پانی کی رقت باقی اور اس کی مقدار غالب ہونے پر اوصاف میں بھی تبدیلی نہ ہو تو اس کو پانی نہ کہنا اور اس کو کوئی دوسرا نام دینا محال ہوگا۔ اس حقیقت کے اعتراف پر یہ امر واضح ہوگیا کہ اس صورت میں پانی کی طبع کے زوال (رقت کے ختم ہونے) اور پانی کی مقدار کے مغلوب ہونے سے قبل اس کے اوصاف کی تبدیلی ہوگی۔ پھر یہاں دو اور چیزیں ہیں ایک پانی کے اطلاق کا نہ ہونا، دوسرا نئے نام سے موسوم ہونا، پانی کو نئے نام سے تب موسوم کیا جاتا ہے جب اس کو کسی دوسرے مقصد کے لیے تیار کیا گیا ہو، لیکن طہارت کی ممانعت کا تعلق

اذ اغلب علی اوصاف الماء اشتبه السماء به فلم یبق مما یتبادر الیه الفهم باطلاق لفظ الماء فقد زال الاسم وان لم یتجدد له اسم اٰخر لان بالاستیاب والالتباس لاھذا الاسم یبقی ولا غیرہ یثبت وھذا ھو المعنی عندی بزوال الاسم المذکور ھنا فی کلام الامام ملک العلماء الماشی علی قول محمد بخلاف المعتبر فی الجامد فانه الذی یعقبه حدوث اسم اٰخر کما تقدم تحقیقه وباللّٰه التوفیق وله الحمد۔

پہلی صورت یعنی پانی کے اطلاق کے زوال سے ہے اگرچہ وہاں دوسرا نام نہ بھی دیا گیا ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے طہارت کے لیے پانی کے استعمال کا حکم دیا ہے اور جس چیز پر پانی کا نام اور اطلاق نہ رہا تو وہ مامور بہ (پانی) سے خارج ہوگی خواہ کسی دوسرے مقصد کے لیے ہو یا نہ ہو اور اس کو نئے نام سے موسوم کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو، لیکن جامد چیز کے مخلوط ہونے پر یہ ضروری ہے کہ پہلی صورت (پانی کے اطلاق کی نفی) کے بعد دوسری صورت (نئے مقصد کے لیے تیاری کی وجہ سے نیا نام) کو ضرور لاحق ہوگی، جیسا کہ آپ سیلابی پانی، معمولی اور قلیل شکر والا پانی، جس پانی میں چنے ڈالے ہوں یا جس پانی میں کھجور ڈال دی گئی ہو، کو دیکھ سکتے ہیں (کہ ان صورتوں میں نہ صرف یہ کہ پانی کا اطلاق باقی ہے بلکہ نئے مقصد کے لیے نیا نام بھی نہیں دیا گیا، لہٰذا اس سے وضو جائز ہے) اس کے برخلاف وہ پانی جس میں کوئی مائع چیز ملائی گئی ہو تو اگر پانی کے اوصاف اس سے تبدیل ہوجائیں تو اس کو پانی کہنے اور اس پر پانی کا اطلاق کرنے میں تردد پیدا ہوتا ہے اور اس کا پانی ہونا ذہن میں نہیں آتا، تو نام اور اطلاق پانی کے لیے نہ رہا، لیکن نیا نام بھی اس کو نہ دیا گیا، کیونکہ تردد کی وجہ سے پہلا نام ختم ہوگیا اور نیا نام ثابت نہ ہوسکا، میرے نزدیک امام ملک العلماء کے کلام میں زوال اسم ماء سے یہی مراد ہے جہاں انہوں نے امام محمد کے قول کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ جامد چیز میں اس کے برخلاف طہارت ممنوع ہوگی جبکہ اس کو نیا نام دیا گیا ہو جیسا کہ پہلے تحقیق ہوچکی ہے، اللہ تعالٰی سے توفیق اور اسی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

وبه انکشف مایتراأی وروده من ان ھذا یوجب اعتبار الاوصاف فی الجامدات ایضا وان لم یحصل التھیؤ لمقصد اٰخر ولا نعنی القلیل حتی تقولوا ان القلیل مغلوب والمغلوب ھدر اجماعا بل الحد الذی یعتبر فیا یجعله شیئاً

اس تحقیق سے اس اعتراض کی حقیقت بھی منکشف ہوگئی جس میں یہ کہا گیا تھا کہ مائع کی طرح جامد میں بھی اوصاف کی تبدیلی کا اعتبار کیا جاتا ہے اگرچہ جامد کو پانی میں ملا کر کسی دوسرے مقصد کیلئے تیار نہ کیا گیا ہو، یہ شبہہ اس لیے ختم ہو جاتا ہے کہ بالاجماع ہم جامد کی وہ قلیل مقدار مراد نہیں لے رہے

اذا صار لمقصود آخر فاذا بلغ التغير ذلك الحد لولا ينسلب اسم الماء وان لم يتجدد اسم آخر لعدم التهيؤ المذكور وذلك كماء الزردج فانه يطرح ولا يصبغ به فلا يصير لمقصود آخر بخلاف ماء الزعفران لكن اذا كان ماء الزردج بحيث يصلح للصبغ لو كان يصبغ به فقد تغير واى فرق بين المائين اذا بلغا هذا الحد في تغير الماء وكون هذا يقصد للصبغ لا ذاك شيئ آخر وارء التغير فالماء مغلوب فيهما على السواء وعليه تدور رحى المنع وعليك بتلطيف القريحة فان الانسلاب بالتجدد او الارتياب لا غير۔

جو صرف مغلوب ہوکر کالعدم ہو جائے بلکہ پانی میں شامل ہونے والے جامد کی اتنی مقدار مراد ہے جو کسی دوسرے مقصد کے لیے پانی کو دوسری چیز بنانے کے لیے معتبر ہوسکے تو جب جامد کی وجہ سے پانی میں اس حد تک تغیر پیدا ہو جائے تو لازمی طور پر وہاں پانی کا نام سلب ہو جائے گا خواہ نئے مقصد کے لیے نیا نام اس کو نہ بھی دیا گیا ہو، اس کی مثال زردج (زردہ) والا پانی ہو سکتا ہے کہ جب پانی میں اتنا زردہ ڈالا جائے جس سے کسی چیز کو رنگ نہ دیا جا سکے تو اس صورت میں وہاں دوسرا مقصد تو حاصل نہیں مگر اس کو پانی نہیں کہا جاتا، اس کے برخلاف زعفران والا پانی ہے لیکن جب زردہ کی اتنی مقدار ہو جس سے کسی چیز کو رنگا جا سکتا ہو، تو یہ بھی ایک تغیر ہے جو دوسرے مقصد کے لیے تیار کیا گیا ہے، مگر دونوں صورتوں میں اس حد کا تغیر ہے کہ وہاں پانی کا نام سلب ہو جاتا ہے فرق صرف یہ ہے پہلے میں نئے مقصد کے لیے نیا نام نہیں ہے جبکہ دوسری صورت میں نئے مقصد کے لیے نیا نام ہے، جب دونوں صورتوں میں پانی مغلوب ہو کر اپنا نام کھو بیٹھا ہے تو ان دونوں صورتوں میں اس سے وضو ناجائز ہوگا کیونکہ وضو کے منع ہونے کے لیے پانی کا مغلوب ہو جانا ہی معیار رہے۔ آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ پانی سے اس کے نام کو سلب کرنے والے دو سبب ہیں ایک نئے مقصد کے لیے تیار ہونا اور دوسرا اس کے پانی ہونے میں تردد پایا جانا۔ (ت)

وبه ظهر الجواب عن قولهم الماء فی البحث الاول من ابحاث غلبة الغیر عن العنایة و مجمع الانهر ان الغلبة بالاجزاء غلبة حقیقیة اذ وجود المرکب باجزائه فکان اعتباره اولی بخلاف الغلبة باللون فانها راجعة الی الوصف

گزشتہ تحقیق سے علماء کے اس قول کا بھی جواب واضح ہو گیا جس کو انہوں نے غیر چیز کے غلبہ کی پہلی بحث میں عنایہ اور مجمع الانہر سے نقل کیا ہے کہ حقیقی غلبہ اجزاء کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ مرکب چیز کا وجود اجزاء کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا اجزاء کے غلبہ کا اعتبار اولی ہے بخلاف رنگ والے غلبہ کا

کیف وقد اجمعنا ونص الحدیث علی اعتبار الغلبۃ بالاوصاف فی کثیر یخالطہ نجس وفی الدم[1] ان خرج من الفم تعتبر الغلبۃ بینہ وبین الریق من حیث اللون فانکان احمر نقض الوضوء وان اصفر لاکما فی التبیین والبحر وغیرھما وفی الدم[2] خرج من اسنانہ فابتلعہ ان غلب علی الریق افطر ویعرف بوجدان طعمہ وعلیہ الاکثر وبہ جزم فی البزازیۃ واستحسنہ الکمال وشیخ الاسلام الغزی کما فی الدر[ع] وھذا التوزیع علی وفق مسلکی فاعتبر فی الوضوء اللون تقدیما لہ وفی الصوم الطعم لتعذر ادراک اللون وقلت خاصۃ انت ایہا الامام الثانی فی لبن[3] امرأۃ خلط بدواء انہ ان

اعتبار اولٰی ہے بخلاف رنگ والے غلبہ کے کیونکہ وہ وصف کی طرف راجع ہے۔ اس کا جواب اس لیے واضح ہے کہ بہت سی نجس چیزیں جب پانی میں ملتی ہیں تو وہاں اوصاف کے غلبہ کے اعتبار سے حدیث کی نص اور ہمارا اجماع بھی ہے، اس کی مثالیں حسبِ ذیل ہیں، جب[1] منہ سے خون نکلے تو وہاں رنگ کے اعتبار سے غلبہ ہوتا ہے کہ اگر تھوک میں سُرخی ہو تو خون غالب ہوگا اور اگر سُرخی کی بجائے صرف زردی ہو تو تھوک غالب ہوتا ہے جس پر وضو ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا حکم نافذ ہوتا ہے، جیسا کہ تبیین، بحر وغیرہما میں ہے، اور جب[2] دانتوں سے خون نکلے اور روزہ دار اس کو حلق میں اتار لے تو اگر خون کا ذائقہ ہوا تو خون کو غالب قرار دے کر روزہ کے فساد کا حکم ہوگا اور اگر خون کا ذائقہ نہ پایا تو روزہ فاسد نہ ہوگا،

[ع] عبارۃ وجیز الکردری لاشیئ اذا خرج الدم من بین اسنانہ والبزاق غالب فابتلعہ ولم یجد طعمہ وان غلب الدم اوتساویا فسد[1] اھ ونظم الدرر ان غلب الدم اوتساویا فسد الالا اذا وجد طعمہ بزازیۃ[2] الخ اقول فالثنیا باعتبار الغلبۃ بالاجزاء والحکم باعتبار الغلبۃ بالوصف فان المغلوب لاحکم لہ ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

وجیز الکردری کی عبارت یوں ہے "جب دانتوں سے خون نکلے اور اس پر تھوک غالب رہے تو کوئی حرج نہیں جبکہ نگلنے میں خون کا ذائقہ نہ پائے، اور اگر تھوک پر خون غالب ہو یا برابر ہو تو وضو فاسد ہوگا اھ اور درمختار کی عبارت یوں ہے، "اگر خون غالب ہو یا دونوں مساوی ہوں تو وضو فاسد ہوگا ورنہ نہیں الّا یہ کہ خون کا ذائقہ پائے بزازیہ الخ میں کہتا ہوں کہ درمختار کی عبارت میں حکم میں وصف کے لحاظ سے غلبہ کو بیان کیا گیا ہے اور استثناء میں اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ مغلوب چیز کے لحاظ سے حکم نہیں ہوتا۔ (ت)

[1] فتاوٰی بزازیۃ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیۃ، کتاب الصوم ۴/ ۹۸ [2] درمختار باب مایفسد الصوم مطبع دہلی ۱/ ۱۴۹

غیر طعمه ولونه معا لم یتعلق به تحریم الرضاع والاحرم قال فی التبیین فی المنتقی فسر الغلبة فی روایة ابن سماعة عن ابی یوسف فقال اذا جعل فی لبن المرأة دواء فغیر لونه ولم یغیر طعمه او علی العکس فاوجر به صبی حرم وان غیر اللون والطعم ولم یوجد فیه طعم اللبن وذهب لونه لم یحرم وفسر الغلبة فی روایة الولید عن محمد فقال اذا لم یغیره الدواء من ان یکون لبنا تثبت به الحرمة اھ[1]

یہی اکثر علماء کا موقف ہے اور اسی پر بزازیہ نے جزم کیا ہے کمال اور شیخ الاسلام الغزی نے اس کو پسند کیا ہے، جیساکہ دُرمختار میں ہے، اور مذکور تقسیم وترتیب میرے ضابطہ کے مطابق ہے کہ وضوء کے بارے میں رنگ کا اعتبار پہلے ہوگا اور روزہ کے بارے میں ذائقہ کا اعتبار ہوگا، کیونکہ روزہ کی صورت میں رنگ کا ادراک مشکل ہوتا ہے۔ اور میں خاص طور پر امام ثانی (امام یوسف) کے بارے میں کہتا ہوں کہ انہوں نے عورت کے دودھ کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر وہ دوائی میں مل جائے اور دوائی کی وجہ سے اُس دودھ کا رنگ اور ذائقہ تبدیل ہوجائے تو اس سے بچنے کے لیے رضاعت والی حرمت ثابت نہ ہوگی ورنہ حرمت ثابت ہوجائے گی۔ تبیین میں کہا ہے کہ منتقی میں امام یوسف سے مروی غلبہ کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ جب عورت کے دودھ میں دوائی ڈالی جائے جس سے دودھ کے رنگ اور ذائقہ میں سے ایک چیز بدل جائے اور دوسری تبدیل نہ ہو تو پھر کسی بچّہ نے اسکو پی لیا تو حرمت ثابت ہوگی اور اگر دوائی کی وجہ سے دودھ کا رنگ اور ذائقہ دونوں تبدیل ہوجائیں اور ذائقہ اور رنگ باقی نہ رہے تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اور امام محمد سے غلبہ کی تفسیر کو ولید نے یوں بیان کیا ہے کہ جب دواء نے دودھ کی حیثیت کو باقی رکھا تو اس سے حرمت ثابت ہوگی اھ (ت)

فان قلت لم عدل محمد ھھنا عن الاوصاف الی الاجزاء **قلت** لان الحکم فی الطھارۃ علی الماء فلزم المطلق وھھنا علی الرضاع والمص من الثدی غیر لازم بالاجماع فبقی وصول اللبن الی الجوف فما دام اللبن لبنا صدق الوصول ھذا ماظھر لی

اگر آپ کا یہ اعتراض ہو کہ امام محمد نے یہاں غلبہ کے اعتبار میں اوصاف کی بجائے اجزا کی طرف کیوں عدول کیا ہے؟ تو اس کے جواب کے لیے میں کہتا ہوں کہ طہارت کے معاملہ میں حکم کا تعلق پانی سے ہوتا ہے جس کو مطلق رکھنا ضروری ہے اور یہاں حکم کا تعلق رضاع سے ہے جس میں پستان سے چوسنا لازم نہیں ہے

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الرضاع مطبع الامیریہ مصر ۲/ ۱۸۵

فی تقریر مذھب محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔ بلکہ بالاجماع یہاں دودھ کا حلق سے اندر اترنا معتبر ہے توجب تک دُودھ کی حیثیت باقی ہے اس وقت تک حلق میں وصول کا لحاظ باقی رہے گا، امام محمد کے مذہب کی تقریر میں یہ میری رائے ہے۔ (ت)

اقول وکان ابا یوسف یقول رضی اللہ تعالٰی عنہ الارتیاب والالتباس لعارض لایغیر الذات لایخرج الشیئ عن حقیقتہ المتبادر الیھا الافہام عند سماع اسمہ کزید جاء متنکرا فلم یعرفہ الناس ولا معنی لزوال الاسم مع بقاء الحقیقۃ اجزاء ومقصودا کما قدمنا تحقیقہ ولربما یحصل الالتباس بخلط جامد فانہ لایغیر الا اذا انماع فاذا اتحد عملہ وعمل مائع کان اللبس علی حد سواء فانک ان القیت فی الماء عصفرا فاصفر وصار کماء الزردج لاتفرق بینہ وبین ماء القی فیہ ماء الزردج وقد اجمعنا علی اھدار مالم یتھیأ لمقصد اٰخر والنجس لایؤثر فی تغییر ذات الماء کما مرمنا تحقیقہ ان الماء النجس والمستعمل من الماء المطلق وانما یسلبہ وصف الطہارۃ فجاز البناء فیہ علی الاوصاف التی لاتتغیر بتغیرھا الذات بخلاف ماھنا فانہ مھما تبقی الذات سالمۃ یبقی داخلا تحت المطلق المامور بہ والمعتبر فی الوضوء سیلان تجس بقوتہ ولا نظر بعد ذلک الی امتزاجہ مع

میں کہتا ہوں، امام یوسف گویا یُوں فرماتے ہیں کہ عارضہ کی بنا پر کسی چیز میں تردّد واشتباہ اس چیز کی ذات کو اپنی حقیقت سے خارج نہیں کرسکتا حقیقت اس کی وہی ہے جو اس کے نام سننے پر فہم میں آئے، جیسا کہ زید اپنی حالت تبدیل کرکے آئے تو لوگ اس کو نہیں پہچانیں گے (اس کے باوجود وہ زید ہے) شیئ کا نام اُس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک شَے کی حقیقت اجزاء اور مقصود کے اعتبار سے باقی ہو جیسے کہ ہم نے پہلے تحقیق کردی ہے، یوں تو جامد چیز ملنے سے بھی اشتباہ پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ جامد چیز پانی میں پگھل کر اور گھُل کر ہی اس میں تبدیلی پیدا کرتی ہے، لہذا جب مائع اور جامد دونوں کا عمل قدرے مساوی ہے تو دونوں سے اشتباہ و تردّد کی صورت بھی برابر ہے یقیناً آپ جب پانی میں عصفر ڈالیں گے تو پانی اسی طرح زرد ہوگا جس طرح زردہ والا پانی زرد ہوتا ہے آپ رنگ کی تبدیلی میں دونوں کا فرق واضح نہیں کرپائیں گے جبکہ ہم زردہ کے پانی کے معمولی رنگ کو کالعدم قرار دے چکے ہیں نجاست پانی کی ذات کو تبدیل کرنے میں مؤثر نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے ہماری تحقیق گزرچکی ہے کہ ناپاک پانی اور مستعمل پانی مطلق پانی ہوتے ہیں صرف ان کا وصفِ طہارت منتفی ہوتا ہے لہذا نجاست کے

طاهر اقل منه قدرا او اكثر فاحمرار البزاق يدل على ان الدم كثير خارج بقوته واصفراره على انه قليل استتبعه البصاق قال الامام الزيلعي الدم ان خرج من نفس الفم تعتبر الغلبة بينه وبين الريق وان تساويا انتقض الوضوء لان البصاق سائل بقوة نفسه فكذا مساويه بخلاف المغلوب لانه سائل بقوة الغالب ويعتبر ذلك من حيث اللون[1] الخ ثم قال لو قاء دما ان نزل من الراس نقض قل او كثر باجماع اصحابنا وان صعد من الجوف فالمختار ان كان علقا يعتبر ملء الفم لانه ليس بدم وانما هو سوداء احترقت وان كان مائعا نقض وان قل لانه من قرحة في الجوف وقد وصل الى ما يلحقه حكم التطهير[2] اه ثم قال تحت قول الكنز لا بلغما او دما غلب عليه البصاق ما نصه هذا اذا خرج من نفس الفم وان خرج من الجوف فقد ذكرنا تفاصيله[3] اه اى ان كان علقا اعتبر ملء الفم والا نقض وان قل قال العلامة الشامي في منحة الخالق الخارج من الجوف لا يخالطه البزاق الا بعد وصوله الى الفم لان

حکم کی بنیاد ایسے اوصاف پر ہوسکتی ہے جن کی تبدیلی سے پانی کی ذات تبدیل نہ ہو لیکن پانی میں پاک چیز ملنے کی وجہ سے تغیر کا حکم اس کے خلاف ہے کیونکہ یہاں اوصاف کی تبدیلی سے مطلق پانی کی ذات قابلِ استعمال ہونے میں سالم رہتی ہے۔ اور وضوء کے فساد میں بدن سے نجاست کا اپنی قوت سے بہنا معتبر ہوتا ہے اس کے بعد اس نجاست کا پاک چیز سے امتزاج قلیل مقدار میں ہو یا کثیر مقدار میں اسکا کوئی لحاظ نہیں ہوگا تو تھوک کی سرخی سے منہ سے نکلنے والے خون کی کثرت اور قوت سے خارج کی دلیل ہوگی اور تھوک کی زردی خون کے قلیل اور مغلوب ہونے کی دلیل ہوگی۔ امام زیلعی نے فرمایا ہے کہ منہ سے نکلنے والے خون میں غلبہ کا اعتبار ہوگا اور خون اور تھوک مساوی ہوں تو بھی وضو فاسد ہوگا کیونکہ اس صورت میں تھوک اور خون مساوی قوت سے خارج ہوئے ہیں، مغلوب کا معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ وہ غالب کے تابع ہوتا ہے اور غلبہ کا اعتبار رنگ سے کیا جائے گا الخ۔ پھر انھوں نے اس کے بعد فرمایا اگر خون کی قے آئے تو معلوم کیا جائے کہ یہ خون سر سے اترا ہے یا پیٹ سے ابھرا ہے اگر سر سے نازل ہوا ہو تو اس سے وضوء فاسد ہوجائیگا خواہ وہ خون قلیل ہو یا کثیر ہو اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے

---

[1] تبیین الحقائق نواقض الوضوء مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/ ۸

[2] ایضاً ۱/ ۹

[3] ایضاً ۱/ ۹

البزاق محله الفم لا الجوف وبهذا ظهر الفرق بين الخارج من الفم والخارج من الجوف فان الخارج من الفم انما كان سيلانه بسبب البزاق وجعل غلبته على البزاق دليل سيلانه بنفسه بخلاف الخارج من الجوف فانه لا يصل الى الفم الا اذا كان سائلا بنفسه فالفرق بينهما واضح[1] اھ والمناط فی الصوم دخول شیئ من الخارج فی الجوف الا ما تعذّر التحرز عنه ولذا اعفی عن بلة تبقی بعد المضمضة وعن قلیل اثر یبقی فی الفم من المأکول وما وجد طعمه غیر قلیل کما حققه فی الفتح قال لنا ان القلیل تابع لاسنانه بمنزلة ریقه فلا یفسد کالریق وانما اعتبرتابعا لانه لا یمکن الامتناع عن بقاء اثر ما من المأکل حوالی الاسنان وان قل ثم یجری مع الریق التابع من محله الی الحلق فامتنع تعلیق الافطار بعینه فیعلق بالکثیر ومن المشایخ من جعل الفاصل کون ذلک مما یحتاج فی ابتلاعه الی الاستعانة بالریق اولا الاول قلیل والثانی کثیر وھو حسن لان المانع من الافطار بعد تحقق الوصول

اور اگر وہ پیٹ کا خون بستہ ہو تو پھر منہ بھر کر قے ہونے پر وضوء فاسد ہوگا یہی مختار مسلک ہے کیونکہ حقیقت میں وُہ خون نہیں ہے بلکہ وہ سوداکا جلا ہوا مادہ ہے اور اگر وُہ پیٹ سے اُبھرا ہوا خون رقیق ہو تو پھر قلیل قے سے بھی وضوء فاسد ہوجائے گا کیونکہ وہ پیٹ میں کسی زخم کا خون ہے جو ایسے مرحلہ میں پہنچ گیا یعنی خارج ہو کر ایسی جگہ پہنچ گیا جس جگہ کو پاک رکھنے کا حکم ہے اھ اس کے بعد انہوں نے کنز کے اس قول لا بلغما او دما غلب علیہ البصاق (یعنی جب بلغم کی یا ایسے خون کی قے ہو جس پر تھوک غالب ہو تو وضوء فاسد نہ ہوگا) کے تحت کہا: حکم جب ہے کہ وُہ خون منہ کا ہو اور اور اگر وہ پیٹ کا ہو تو پھر اس کی تفصیل ہم بیان کرچکے ہیں اھ یعنی یہی کہ اگر خون بستہ ہو تو منہ بھر قے ہونے پر وضوء فاسد ہوگا ورنہ نہیں اور اگر خون رقیق ہو تو پھر قلیل قے سے بھی وضوء فاسد ہوگا علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں فرمایا کہ پیٹ سے آنے والے خون میں تھوک کی ملاوٹ منہ میں ہوتی ہے کیونکہ تھوک کا مقام منہ ہے پیٹ نہیں، اس سے منہ سے نکلنے والے خون اور پیٹ سے آنے والے خون کا فرق واضح ہوگیا کیونکہ منہ سے نکلنے والے خون کا سبب تھوک ہے اور تھوک پر اس کا غلبہ اس کے خود بہہ نکلنے کی دلیل ہے لیکن پیٹ سے

---

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ البحرالرائق نواقض الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۶

كونه لا يسهل الاحتراز عنه و ذلك
فيما يجري بنفسه مع الريق الى الجوف
لا ما يتعمد في ادخاله لانه غير مضطر فيه[1]
وفي الكافي في السمسمة ان مضغها لا يفسد
الا ان يجد طعمه في حلقه وهذا حسن
جدا فليكن الاصل في كل قليل مضغه[2] فتبين
ان اعتبار اللون والطعم في الوضوء والصوم
ليس من جهة اعتبار الغلبة بالاوصاف
بل لان بهما ههنا تحقق المناط وكذا نصوا
في خمر قبلت ان كان الماء قليلا او مساويا
يحد اذا وصل الى جوفه وان غلب الماء
لا الا ان يسكر كما في البزازية[3] فاعتبروا
الغلبة بالاجزاء والا فالخبيثة تغلب
ضعفها بل اضعافها من الماء في الاوصاف
اما مسألة **الرضاع** فالمعتمد فيها ايضا
اعتبار الاجزاء باحد المعاني الثلثة كما
هو قول محمد دون الاوصاف كما بينته
فيما علقته على رد المحتار على ان المناط
ههنا شرب ما يغذي و ينبت اللحم و
ينشز العظم فظن الامام الثاني ان الدواء
اذا ذهب لونه وطعمه كسر قوته كالمخلوط

آنے والے خون کا معاملہ اس کے خلاف ہے کیونکہ
اس کا منہ تک آنا خود بہہ نکلنے کی دلیل ہے اس لیے
کہ وہ بہہ کر یہاں پہنچا، یوں فرق واضح ہوا اور
روزہ فاسد ہونے کا معیار یہ ہے کہ خارج سے
کسی ایسی چیز کا پیٹ میں داخل ہونا جس سے
بچاؤ مشکل ہو تو وہ معاف ہے اسی وجہ سے کُلی
کرنے کے بعد منہ میں باقی رہنے والی تری روزہ دار
کو معاف ہے اور کوئی چیز کھانے کے بعد اگر اس کا
قلیل اثر منہ میں باقی رہ جائے تو وہ بھی معاف ہے
اور اگر کوئی ذائقہ والی چیز ہو تو وہ قلیل نہ ہوگی اس
سے روزہ فاسد ہوگا۔ اس کی تحقیق فتح القدیر
میں ہے، انہوں نے فرمایا ہماری دلیل یہ کہ
قلیل چیز دانتوں کے تابع ہو کر تھوک کی طرح
ہو جائے گی لہذا اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا
اس کو دانتوں کے تابع اس لیے قرار دیا ہے کہ
کھائی ہوئی چیز کے اس اثر سے جو دانتوں کے
اردگرد باقی رہتا ہے بچنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ
لعاب کے ساتھ مل کر حلق میں منتقل ہوجاتا ہے
اس لیے روزہ کے فساد کا تعلق اس قلیل اثر سے
نہ ہوگا بلکہ کثیر اثر سے ہوگا، روزہ کے لیے مفسد اور
غیر مفسد اثر کے بارے میں مشایخ میں سے بعض نے

---

[1] فتح القدیر باب ما یوجب القضاء والکفارۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۵۸
[2] " " " " " ۲/۲۵۹
[3] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیۃ الفتاوی الہندیۃ کتاب الاشربہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۲۵

بالطعام واللہ تعالٰی اعلم فانکشف الحجاب ؛ ومن ھو الصواب ؛ والحمد للہ الکریم الوھاب ؛ وصلی اللہ تعالٰی علی السید الاواب ؛ واٰلہ وصحبہ خیر اٰل واصحاب ؛ الٰی یوم الحساب ؛ اٰمین ۔

یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ اثر ایسا ہو جس کو حلق سے اتارنے کے لیے لعاب کی مدد ضروری ہو تو وُہ قلیل اور غیر مفسد ہے اور اگر لعاب کے بغیر اس کو حلق سے اتارا جا سکے تو کثیر اور مفسد ہے، یہ فرق خوب ہے کیونکہ حلق تک وصول کے باوجود روزے کا فاسد نہ ہونا اس بنا پر ہے کہ اس سے بچنا مشکل ہے کیونکہ لعاب سے مل کر خود بخود وہ اثر حلق سے بغیر قصد اتر جاتا ہے اور جو اثر قصداً اتارنا پڑا وہ معاف نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی مجبوری نہیں ہے ،

اور کافی میں ہے کہ اگر تل کا دانہ چبایا تو روزہ فاسد نہ ہوگا لیکن اگر اس کا ذائقہ حلق میں پایا جائے تو فاسد ہوگا ۔ یہ فرق بہت خوب ہے اھ اس بحث سے یہ واضح ہُوا کہ روزہ اور وضوء کے فساد میں رنگ اور ذائقہ کا اعتبار غلبہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے کہ ان دونوں وصفوں کی وجہ ان کے فساد کا معیار پایا جاتا ہے ؛ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے شراب کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ شراب میں پانی قلیل یا مساوی ہو تو پینے والے کو حد لگے گی بشرطیکہ یہ شراب اس کے حلق سے نیچے اتر گئی ہو ، اور اس میں پانی کثیر اور زیادہ تھا تو حد نافذ نہ ہوگی بشرطیکہ نشہ نہ ہوا ہو، اس کو بزازیہ میں ذکر کیا ہے ، یہاں فقہاء نے اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار کیا ہے ، ورنہ خبیث شراب تو اپنے سے کئی گنا زیادہ پانی میں مل کر بھی اوصاف میں غالب رہتی ہے لیکن رضاع کے مسئلہ میں بھی اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے خواہ وہ غلبہ اپنے تین معانی میں سے کسی معنیٰ میں پایا جائے ، یہاں اوصاف کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار نہیں ہے یہ امام محمد کا قول ہے جیسا کہ میں نے اس کو ردالمحتار کی تعلیقات میں ذکر کیا ہے اس کے علاوہ یہاں رضاع میں حکم کا معیار ، غذا ، گوشت پیدا کرنا اور ہڈی بنانے والی چیز کو پینا ہے تو دوسرے امام (امام ابو یوسف) نے یہ گمان فرمایا کہ جب دوا عورت کے دُودھ میں مل کر اس کے رنگ اور ذائقہ کو ختم کر دے گی تو وہ دودھ کی قوت کو بھی ختم کر دے گی جیسے طعام میں مل کر دُودھ کی قوت ختم ہو جاتی ہے واللہ تعالٰی اعلم ، حجاب اُٹھ گیا ، درستی کھل گئی ، الحمدللہ والصلٰوۃ علٰی رسول اللہ وآلہٖ وصحبہ اجمعین ، آمین ۔ (ت)

فصل رابع ضوابط کلیہ ۔ الحمدللہ ہمارے بیانات سابقہ نے واضح کر دیا کہ دونوں مذہب امامین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما دو ضابطۂ کلیہ ہیں ،

اوّل ضابطۂ یوسفیہ کہ جب پانی کا سیلان زائل ہو جائے یا رقت نہ رہے اگرچہ بے کسی چیز کے ملنے یا اُس میں اس کا غیر کہ مقدار میں برابر یا پانی سے زائد ہو مل جائے یا دوسری شے سے مل کر

ایک مرکب جداگانہ مقصد آخر کے لیے ہو جائے اگرچہ وہ دوسری شے پانی سے مقدار میں کتنی ہی کم ہو ان صورتوں میں پانی مقید ہو گیا اور قابلِ وضو نہ رہا ورنہ مطلقاً مائے مطلق ہے اگرچہ رنگ مزہ بُو سب بدل جائیں اور یہی صحیح و معتمد اور یہی مفادِ متونِ مستند ہے ۔

دوم ضابطۂ شیبانیہ کہ اگر سیلان یا رقت نہ رہے تو مقید ہے اگرچہ بے خلط چیزے ہو اور کسی چیز کے خلط سے مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر ہو جائے تو مقید ہے اگرچہ مخلوط جامد ہو اور اگر یہ صورتیں نہیں اور مخلوط شے جامد ہے تو مطلقاً مائے مطلق ہے اگرچہ اوصاف بدل جائیں اور اگر مخلوط شے مائع ہے تو اولاً رنگ دیکھیں گے اگر پانی پر اُس کا رنگ اس درجہ غالب آیا کہ ناظر کو اُس کے پانی ہونے میں اشتباہ پڑے مائع دیگر کا شبہ گزرے تو مقید ہو گیا اور اگر رنگ اتنا نہ بدلا تو مزے پر نظر ہو گی اگر مزہ اُسی حدِ التباس تک بدل گیا تو مقید ہے اور اگر رنگ و مزہ اس حد تک نہ بدلے تو بُو کا لحاظ نہیں صرف یہ دیکھیں گے کہ وُہ دوسرا مائع اگر مقدار میں پانی سے زائد یا برابر ہے مقید ہو گیا ورنہ مطلق ہے ۔

سوم ضابطۂ برجندیہ کہ پاک چیز جو پانی میں ملے اگر جنس ارض سے ہے جیسے مٹی ہرتال چونہ یا اُس سے زیادت نظافت مقصود ہوتی ہے جیسے صابون وغیرہ اگرچہ پکنے میں ملے ان دونوں صورتوں میں جب تک پانی اپنی رقت پر باقی ہے وضو جائز ہے ورنہ نہیں اور اگر نہ جنس زمین سے ہے نہ اُس سے زیادت نظافت مقصود تو اُس کا خلط اگر پکنے میں ہوا اور اُس سے پانی میں کچھ بھی تغیر آیا وضو جائز نہیں اگرچہ رقت باقی رہے مگر ظہیریہ نے اس میں بھی اعتبار رقت کیا اور اگر خلط بلا طبخ ہوا تو اس صورت میں امام محمد مطلقاً اعتبار رنگ فرماتے ہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر وہ بہتی ہوئی چیز ہے تو کثرت اجزا کا اعتبار ہے اگر پانی زیادہ ہے وضو جائز ورنہ نہیں اور غیر مائع میں وہی اعتبار رقت ہونا چاہئے کہ پانی اپنی رقت پر رہے تو وضو ناجائز ورنہ جائز ۔

قال رحمہ اللّٰہ تعالٰی تفصیلہ ان الطاھر المخالط اما من جنس الارض کالتراب والزرنیخ والنورۃ او من غیر جنس الارض وھو اما ان لم یختلط بہ بالطبخ او اختلط بہ بالطبخ وحینئذ اما ان یقصد بہ النظافۃ کالاشنان اولا فھذہ اربعۃ اقسام وحکم الاقسام الثلثۃ الاول

(علامہ برجندی) رحمہ اللہ تعالٰی نے کہا کہ پانی میں پاک چیز ملنے کی تفصیل یوں ہے کہ وہ مٹی ہڑتال چونا جیسی جنس زمین سے ہو گی یا غیر جنس زمین سے، پھر خواہ وُہ پانی میں پکانے سے نہ ملے یا پکانے سے مل گئی اور ملانے سے مقصود طہارت میں مبالغہ ہے جیسے اشنان یا نہیں تو یہ کل چار صورتیں ہوئیں، پہلی تین صورتوں میں تو یہ حکم ہے کہ اگر پانی غالب ہو تو وضو

انه ان غلب الماء جاز التوضی، وان غلب ذلک المخالط لا، ومعنی غلبة المخالط فی الاول والثالث ان تزول الرقة وفی الثانی ان یغلب لون المخالط علی لون الماء عند محمد وفی الاجزاء علی الاجزاء عند ابی یوسف رحمهما اللہ تعالی واذا اعتبر غلبة الاجزاء ففی غیر المائعات ینبغی ان یکون بحیث یخرج الماء عن الرقة وفی روایة عن ابی یوسف فی هذا القسم ان کان مما لا یقصد به النظافة کالصابون فهو غیر طهور مطلقا سواء غلبت الاجزاء اولا هذا هو المفهوم من الفتاوی الظهیریة وشروح الهدایة، وذکر فی الهدایة انه یعتبر فی الغلبة اولا اللون ثم الطعم ثم الاجزاء، واما حکم القسم الرابع فاشار الیه بقوله (او غیره طبخا وهو مما لا یقصد به النظافة) واطلاق التغیر وجعله قسیما للاخراج عن طبع الماء مما یتبادر منه ان مطلق التغیر بالطبخ مانع سواء اخرجه عن طبع الماء او لا وهذا هو المفهوم من الهدایة ویؤیده ما فی الخزانة وفتاوی قاضی خان انه اذا طبخ فیما الباقلی وریح الباقلی یوجد منه لا یجوز به التوضی هذا وقد ذکر فی الفتاوی الظهیریة انه اذا طبخ الحمص

جائز ہوگا ورنہ وضو جائز نہ ہوگا، پہلی اور تیسری صورت میں ملنے والی شے کا غلبہ تب ہوگا جب پانی کا پتلا پن جاتا رہے اور دوسری صورت میں امام محمد کے ہاں جب ملنے والی شے کا رنگ پانی پر غالب آجائے غلبہ ہوگا، اور امام ابو یوسف کے ہاں جب اس کے اجزاء غالب ہو جائیں تو غلبہ ہوگا، چونکہ امام ابو یوسف غلبہ بالاجزاء کے قائل ہیں بنا بریں غیر مائع اشیاء کا غلبہ پانی کے پتلے پن کے زوال سے ہونا چاہیے۔ امام ابو یوسف سے ایک اور روایت بھی ہے کہ اگر ملنے والی شے سے طہارت میں مبالغہ مقصود نہ ہو مثلاً صابن، تو پانی وضو کے قابل مطلق نہ رہے گا چاہے اجزاء کا غلبہ ہو یا نہ ہو فتاوی ظہیریہ اور شرح ہدایہ کا مفہوم یہی ہے، اور ہدایہ میں یہ مذکور ہے کہ اولاً رنگ پھر ذائقہ پھر اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہوگا۔ رہا چوتھی صورت کا حکم جس کی طرف برجندی نے "یا غیر جنس الارض پکانے سے ملے جس سے مبالغہ طہارت مقصود نہ ہو" کے الفاظ سے اشارہ کیا ہے۔ تغیر کو مطلق رکھنے اور پانی کے طبعی حالت سے اخراج کے مقابل ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری شے کے پانی میں پکنے سے آنے والی تبدیلی وضو سے مانع ہے چاہے پانی کو طبعی حالت سے نکالے یا نہ نکالے، یہ ہدایہ سے مفہوم ہے، جبکہ خزانہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ جب پانی میں لوبیا پکایا جائے اور اس کی بو محسوس ہونے لگے تو اس سے

او ابا قلی فی الماء وصار بحیث اذا برد ثخن لایجوز بہ التوضی وان لم یثخن ورقۃ الماء باقیۃ جاز[1] اھ وسقناہ تماما وان تقدم اٰخرہ لجمع کلامہ فی محل واحد۔

وضوء جائز نہ ہوگا، فتاوٰی ظہیریہ میں ہے کہ چنے یا لوبیا پانی میں ابالے گئے اور رِسَکن ہونے پر پانی گاڑھا ہوگیا تو وضوء جائز نہ ہوگا، اور اگر پتلا پن برقرار رہا تو جائز ہوگا۔ یہاں تمام عبارات کو محض یکجا کرنے کی خاطر ذکر کردیا گیا ورنہ اس کا آخری حصہ تو پہلے بھی ذکر ہوچکا ہے۔ (ت)

اقول اس کا خلاصہ یہ کہ امام ابویوسف کے نزدیک مطلقاً رقت آب پر مدار ہے مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ کوئی بہتی چیز بغیر طبخ پانی میں ملے کہ اس میں کثرت اجزاء پر لحاظ ہے دوسرے یہ کہ جس چیز سے زیادت نظافت نہ مطلوب ہو طبخ میں ملے اس میں مطلق تغیر مانع ہے اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً اوصاف کا اعتبار ہے مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ ملنے والی چیز جنس زمین سے ہو دوسری یہ کہ اُس سے زیادت نظافت مطلوب ہو ان دونوں میں رقت پر نظر ہے، ہماری تحقیقات وتنقیحات مذکورہ اور ائمہ کے نصوص و تصریحات مسطورہ پر نظر کرنے والا جانے گا جن جن وجوہ سے اس میں کلام ہے مثلاً

اوّل[1] مذہب امام ابویوسف میں مقصد آخر کے لیے شَے دیگر ہوجانے کا ذکر باقی رہ گیا اس میں رقت وکثرت اجزا کسی کا لحاظ نہیں۔

فان قلت الیس قال باعتبار الاجزاء علی قولہ وقد تقدم لك ان معناھا الثالث التھیؤ لمقصد اٰخر۔

اعتراض: کیا برجندی نے باعتبار الاجزاء کے الفاظ قد تقدم لك ان معناھا الثالث التھیؤ لمقصد اٰخر کے تحت نہیں کہے؟

اقول لکن کلامہ بمعزل عنہ الاتری انہ خصھا فی الجامدات بانسلاب الرقۃ۔

جواب: برجندی کی کلام کا مقصد ہرگز وہ نہیں جو بیان کیا جارہا ہے کیونکہ اس نے اس صورت کو جامدات کے ملنے پر پانی کی رقت ختم ہوجانے کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے۔ (ت)

ثانی[2] یونہی مذہب امام محمد میں اس کا ذکر نہ آیا حالانکہ وہ مجمع علیہ ہے جیسا کہ مسائل نبیذ و زعفران وغیرہا میں گزرا۔

ثالث[3] نمبر ۲۱۷ و بحث دوم ابحاث طبخ میں ۳۱ کتابوں سے تصریح وتحقیق گزری کہ طبخ میں بھی رقت ہی مدار ہے مجرد تغیر وصف کافی نہیں۔

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی ابحاث الماء من کتاب الطہارۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

رابع وہیں گزرا کہ منطف وغیر منطف میں کیا فرق ہے۔

خامس نیز یہ کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی سے مذہب منقول میں دونوں کا ایک حکم ہے۔

السادس انما الغلبۃ قطب الرحی فلا تختص بھا الاقسام الاولی۔

چھٹا اعتراض: پہلی اقسام غلبہ کے ساتھ مختص نہیں ہیں حالانکہ غلبہ ہی اس مسئلہ کا مدار ہے۔

السابع محمد لا یقتصر علی اللون۔

ساتواں اعتراض: امام محمد محض رنگ پر اکتفا نہیں کرتے۔

الثامن مجرد الخلط بلا تغییر مالا یمنع اجماعا فلا بد من تقیید اطلاق ماذکر روایۃ عن الثانی فی القسم الثانی۔

آٹھواں اعتراض: محض ملاوٹ بغیر پانی کی تبدیلی کے جو بالاجماع وضوء سے مانع نہیں ہے لہذا قسم ثانی میں امام ابویوسف کی مطلق روایت کو مقید بنانا ضروری ہے۔

التاسع قدمنا مافی استشھادہ باطلاق التغیر وجعلہ قسیما لزوال الطبع قبیل ٢١٨۔

نواں اعتراض: ہم نے نمبر ٢١٨ سے تھوڑا پہلے وہ اعتراض ذکر کیا ہے جو بحوالہ امام ابویوسف پانی میں تبدیلی کو مطلق رکھنے اور حالت طبعی سے نکلنے کا مقابل بنانے پر ہوتا ہے۔

العاشر حققنا مفھوم الھدایۃ فی ثانی ابحاث الطبخ وان ما فھم منہ من الاجتزاء بمجرد تغیر الوصف الذی استشھد علیہ بعبارۃ الخزانۃ والخانیۃ غیر مراد۔

دسواں اعتراض: ہدایہ کے مفہوم کی تحقیق پکانے کی مباحث میں سے بحث ثانی میں ہم بیان کرچکے ہیں اور یہ بھی کہ اس سے جو سمجھا جارہا ہے کہ صرف اس وصف کے تغیر پر اکتفا کیا جائیگا جس پر خزانہ اور خانیہ کی عبارت شاہد ہے یہ مراد نہیں ہے۔

الحادی عشر ذکرنا معنی کلام الخانیۃ فی ٢١٧ وانہ لا یؤید مایرید۔

گیارھواں اعتراض: ہم خانیہ کے کلام کا صحیح مفہوم ٢١٧ میں واضح کرچکے ہیں جو برجندی کے خیال کا مؤید نہیں ہے۔

الثانی عشر ذکرنا فی ثانی ابحاث الطبخ مافی الاستناد بھا بثلثۃ وجوہ۔

بارھواں اعتراض: خانیہ کی عبارت کو سند بنانے پر ہم پکانے کی بحث ثانی میں تین وجوہ سے اعتراض کرچکے ہیں۔ (ت)

چہارم ضابطۂ زیلعیہ عبارت امام زیلعی ۲۰۷ میں گزری اور ان کا خلاصۂ ارشاد کہ جو[1] پانی درختوں سبزیوں نے پی لیا منظفات[2] مثل صابون وغیرہ کے سوا اور کوئی چیز اس میں پکانے سے نہایت گھال میل ہوگیا یا[3] اور طرح دوسری چیز مل کر اس پر غالب آگئی اس سے وضو نا جائز ہے ورنہ جائز ۔ یہ تین اسباب تقیید ہیں اور ان میں سبب سوم یعنی بلا طبخ و تشرب غلبۂ غیر کی یہ تفصیل کہ جامد[1] شے ملی تو پانی رقیق نہ رہے اور[2] بہتی چیز اگر رنگ، مزہ، بو تینوں وصف میں پانی کے مخالف ہے تو دو وصف بدل دے اور[3] دو یا ایک میں مخالف ہے تو ایک ہی بدلنا کافی ہے اور کسی[4] میں مخالف نہیں تو کثرت مقدار کا اعتبار ہے اگر پانی مقدار میں زاید ہے وضو جائز ہے ورنہ نہیں۔

اقول و باللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری التحقیق (اللہ تعالٰی کی توفیق سے میں کہتا ہوں اسی کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ت) یہ فقیر حقیر غفرلہ الغفور القدیر اکابر کے حضور زبان کھولنے کی کیا لیاقت رکھتا ہے مگر بحمد المولٰی سبحٰنہ و تعالٰی جب دامن ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم ہاتھ میں ہو تو دل قوی ہوتا ہے ۔ بیان امام فخر زیلعی رحمہ اللہ تعالٰی کے دو حصے ہیں ۔

پہلا ضابطۂ تقیید یعنی پانی کس کس سبب سے مقید ہو کر آب مطلق لائق وضو نہیں رہتا یہاں لفظوں میں تھا کہ تشرب[1] نبات یا کمال امتزاج بطبخ غیر منظف یا غلبۂ غیر و بس اس میں صرف تین وجہ سے کلام ہے۔

اوّل یہ کلام نفیس و صحیح و رجیح و نجیح تھا اگر کلام آتی میں غلبۂ غیر کو زوال رقت و غلبہ اوصاف و کثرت مقدار سے خاص کرتے کہ زوال اسم و تبدل مقصود کو بھی شامل رہتا کما قدمنا فی مبحث غلبۃ الغیر ۔

اقول بلکہ اب صرف غلبۂ غیر پر قناعت بس تھی کہ تشرب نبات و امتزاج بالطبخ کو بھی شامل مگر اس تخصیص سے تقیید کا یہ اجماعی سبب اعنی تبدل مقصود باقی رہ گیا اور بس کہنا صحیح نہ ہوا اس کی تحقیق و تنقیح مستطاب اور کلام بحر و ابو السعود سے جواب ۲۰۷ میں گزرا و باللہ التوفیق یہ اعتراض اصل میں بحر کا ہے ۔

دوم تشرب نبات سے قاطر کرم کو کہ آپ ٹپکتا ہے خارج فرمانا اگرچہ ایک جماعت اکابر نے مانا تحقیق اس کے خلاف ہے اس کا بیان ۲۰۵ میں گزرا یہ اعتراض امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں کیا

فقال فی اثناء نقل الضابطۃ حین بلغ ھذا المحل ما نصہ لکن عرفت ما فی ھذا الحکم من الخلاف وما فی ھذا التعلیل	ضابطہ نقل کرتے ہوئے امام امیر الحاج نے یہاں پہنچ کر اپنے لفظوں میں یوں کہا لیکن اس حکم میں اختلاف اور بیان علت میں جو معنوی تعارض ہے اس سے

من المعارضة فی المعنی کما قدمناہ اٰنفا من الکافی عن المحیط وذکرنا ان الظاھر انہ الاوجہ اھ[1]

تم باخبر ہو چکے ہو، جیسا کہ ہم نے کچھ ہی پہلے کافی سے بحوالہ محیط نقل کیا اور یہ بھی بتایا ہے کہ درحقیقت مضبوط بات بھی یہی ہے (ت)

اقول اولاً بلکہ اس کے پانی ہی ہونے میں کلام ہے اس کا بیان حاشیہ ۲۰۷ میں گزرا۔

سوم اقول ثانیاً مطبوخ منظف کا حکم باقی رہ گیا

فانہ اخرجہ من الطبخ بالقید ومن الغلبۃ بقولہ وغلبۃ الممتزج بالاختلاط من غیر طبخ ولا بتشرب نبات[2]

کیونکہ اس کو طبخ اور غلبہ کی صورتوں سے خارج کردیا ہے۔ طبخ سے (غیر منظفات کی) قید لگا کر، اور غلبہ سے یہ کہہ کر نکال دیا کہ پانی میں ملنے والی چیز کا بغیر پکانے اور بغیر سبزوں کے چُوسنے کے غلبہ ہو۔ (ت)

دوسرا ضابطہ غلبہ بے تشرب و بے طبخ وہ یہاں سے آغاز ہوا کہ اگر جامد شے ملی الی آخرہ۔

اقول اول میں جو کچھ فرمایا منقول تھا یہ دوم ہی امام ممدوح کا ایجاد و اجتہاد ہے جسے امام محقق علی الاطلاق پھر علامہ شرنبلالی پھر علامہ شامی نے بلفظ اقتحام تعبیر فرمایا کہ اقتحم عہ شارح الکنز رحمہ اللہ تعالٰی التوفیق بین کلام الاصحاب باعطاء ضابط فی ذلک[3] (شارح کنز علیہ الرحمۃ نے فقہاء کے مختلف اقوال کو موافق بنانے کے لیے ضابطہ دے کر اس میں سینہ زوری سے کام لیا ہے ت) اور یہی معترک ایرادات و مجمع ہرگونہ مخالفات ہے۔

از انجملہ **چہارم** کہ ان چیزوں کا ہے جو کہ پانی کو مقید کریں نہ کہ پانی ہی نہ رکھیں اور سلب رقت ہو کر پانی ہی نہ رہے گا تو سبب سوم کی چاروں صورتوں سے پہلی حذف ہونی چاہیے یہ اعتراض امام ابن الہمام

عہ ھذہ عبارۃ المحقق حیث اطلق ومثلہ للشامی ولفظ الشرنبلالی فی الغنیۃ کما قال الزیلعی المقتحم لھذا الضابط ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

یہ عبارت محقق مطلق (صاحب فتح القدیر) کی ہے اور شامی نے بھی یہی الفاظ کہے ہیں البتہ شرنبلالی نے غنیہ میں یُوں کہا کہ جیسے زیلعی نے کہا کہ جو اس ضابطہ کا اختراع کنندہ ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] حلیہ

[2] تبیین الحقائق | کتاب الطہارۃ | مطبعہ امیریہ بولاق مصر | ۱/۲۰

[3] فتح القدیر | الماء الذی یجوز بہ الوضوء | نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۶۵

کا ہے،

حیث قال بعد نقل الضابطۃ والوجہ ان یخرج من الاقسام ما خالط جامدا فسلب رقتہ لان ھذا لیس بماء مقید والکلام فیہ بل لیس بماء اصلا کما یشیر الیہ قول المصنف الا ان یغلب فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ[1] اھ ونقلہ فی منحۃ الخالق واقرہ۔

ابن ہمام نے ضابطہ نقل کرنے کے بعد کہا بہتر یہ ہے کہ ان صورتوں میں سے جامد شے کے ملنے سے پانی کی رقت زائل ہوجانے کی صورت نکال دی جاتی، کیونکہ یہ مقید پانی نہیں ہے جس میں کہ بات ہورہی ہے بلکہ یہ سرے سے پانی ہی نہیں جس کی طرف خود مصنف نے یوں اشارہ کیا کہ مگر یہ کہ غالب ہوکر ستّو جیسی شے بن جائے کیونکہ اسے پانی نہیں کہا جاتا اسکو منحۃ الخالق میں نقل کیا ہے اور ثابت رکھا ہے۔ (ت)

اقول وما ھو الاشبہ الاخذ علی اللفظ اذ لا اثر لہ علی الاحکام وما مثلہ فی الفقہ بنادر۔

میں کہتا ہوں، حالانکہ یہ مناسب نہیں، لفظی گرفت سے احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور فقہ میں ایسی چیز نادر نہیں ہے۔ (ت)

پنجم خرما جامد ہے تو بحکم ضابطہ نبیذ سے وضو جائز ہونا چاہئے جب تک پانی رقیق رہے حالانکہ یہ خلاف صحیح ہے اور روایت جواز سے امام نے رجوع فرمائی۔

اقول خرمے کی کیا تخصیص ہے کہ صحیح و مرجوح و مختار و مرجوع سے فرق کرنا پڑے کشمش مشمش انجیر وغیرہا سب جامد ہیں اور ان کی نبیذ سے وضو بالاجماع باطل اور بحکم ضابطہ جواز چاہئے۔

ششم یونہی زعفران جامد ہے تو اگرچہ تینوں وصف بدل دے بروئے ضابطہ جواز رہے جب تک رقت باقی ہو حالانکہ حکم منصوص عدم جواز ہے جبکہ رنگنے کے قابل ہوجائے یہ دونوں اعتراض علامہ صاحب بحرالرائق کے ہیں ان کا ذکر ۲۸۷ و ۲۹۵ میں گزرا

مع ما حاول البحر من توجیھہ ورد النھر علیہ وتحقیق الرد بما لا مزید علیہ وقد منا ایضا فی ۱۲۴ ما ورد فی مسألۃ الزعفران من عبارات ظواھرھا

اس کے ساتھ ہی صاحب بحرالرائق کی توجیہ اور صاحب نہر کے رَد اور رَد کی ایسی تحقیق کی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں ہے اور ہم نے پہلے بھی نمبر ۱۲۴ میں مسئلہ زعفران سے متعلق وہ روایات

---

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

متنافیۃ ورددھا بتوفیق اللہ تعالٰی الٰی جادۃ واحدۃ صافیۃ۔

اقول وبہ ظھر وللہ الحمد محمل ما فی البحر اذ قال بعد ما ذکر تبعا للھدایۃ ان ماء الزعفران ماء مطلق عندنا ومقید عند الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ مانصہ فان قیل لوحلف لایشرب ماء فشرب ھذا الماء المتغیر لم یحنث ولو استعمل المحرم الماء المختلط بالزعفران لزمتہ الفدیۃ ولو وکل وکیلا بان یشتری لہ ماء فاشتری ھذا الماء لایجوز فعلم بھذا ان الماء المتغیر لیس بماء مطلق قلنا لانسلم ذلک ھکذا ذکرہ السراج الھندی[1]

اقول ولئن سلمنا فالجواب اما فی مسألۃ الیمین والوکالۃ فالعبرۃ فیھما للعرف وفی العرف ان ھذا الماء لایشرب واما فی مسألۃ المحرم فانما لزمتہ الفدیۃ لکونہ استعمل عین الطیب وان کان مغلوبا اھ فالکلام فی ماء خالطہ زعفران قلیل فغیر لونہ ولم یجعلہ صالحا للصبغ فھذا ھو الباقی علی اطلاقہ الصالح للطھارۃ بہ وفیہ یستقیم قول العلامۃ السراج لانسلم

بھی ذکر کی ہیں جو بظاہر متنافی ہیں اور ان کا ایک مطلب بھی بیان کیا ہے جو انہیں بے غبار بنا دیتا ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں بحمدہٖ تعالٰی اس تقریر سے بحر کی وہ عبارت بھی واضح ہوگئی جو اس نے ہدایہ کی اتباع میں کہی کہ زعفران والا پانی ہمارے نزدیک مطلق پانی ہے اور امام شافعی کے ہاں مقید ہے ان کی عبارت یہ ہے اگر اعتراض کیا جائے کہ اگر کسی نے پانی نہ پینے کی قسم کھائی پھر زعفران ملا پانی پی لیا تو قسم نہیں ٹوٹے گی، یونہی حالت احرام میں زعفران کے پانی سے غسل کرلیا تو فدیہ لازم آئے گا، اور کسی کو پانی خریدنے کے لیے وکیل بنایا گیا ہو اور وہ زعفران ملا پانی خریدے تو یہ جائز نہ ہوگا تو ثابت ہوا کہ زعفران ملا پانی مطلق پانی نہیں ہوتا (جو آپ کے مسلک کے خلاف ہے) تو ہم جواب دینگے کہ ہم ان باتوں کو تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ سراج ہندی نے کہا، میں کہتا ہوں کہ اگر ہم آپ کے اعتراضات کو درست تسلیم کربھی لیں (تو بھی ہمارے مسلک کے خلاف لازم نہیں آتا) کیونکہ قسم اور وکالت کی صورتوں میں تو عرف کا اعتبار ہوتا ہے اور عرف میں ہے کہ ایسا پانی پیا نہیں جاتا اور احرام والے مسئلہ میں فدیہ لازم ہونے کی وجہ خوشبو کا استعمال ہے اگرچہ یہاں خوشبو مغلوب ہے پانی کا مقید ہونا نہیں ہے، پس کلام اس

---

[1] بحر الرائق الماء الذی یجوز بہ الوضوء سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸

ان شارىه لايحنث وان المحرم يفدى باستعماله وان الوكيل ان شراه لايلزم الموكل كيف وهو ماء مطلق و قليل التغير هدر شرعا وعرفا۔

زعفران ملے پانی میں ہوگا جس میں اتنی تھوڑی مقدار میں زعفران ملا ہو جس سے پانی کا رنگ تو بدل گیا مگر وُہ رنگنے کے قابل نہ ہو، تو ایسا پانی خالص پانی شمار ہوگا، اور علامہ سراج کا قول لانسلم الخ بھی درست رہے گا کہ ہم نہیں مانتے کہ زعفران والا پانی پینے سے قسم نہیں ٹوٹے گی اور یہ کہ مُحرِم پر فدیہ لازم آجائیگا۔ اس پانی کو استعمال کرنے کی وجہ سے اور وکیل بالشراء زعفران والا پانی خریدنے کا مجاز نہ ہوگا کیونکہ یہ مطلق پانی ہے اور معمولی تبدیل کا عرفاً اور شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ (ت)

اقول والا لم یحنث بشرب ماء المد ولم یجز شراء الوکیل ممن احترزہ وھو کما تری وقد صرحوا ان الطیب ان طبخ فی طعام سقط حکمہ والا فالحکم للغالب فان غلب الطیب وجب الدم وان لم تظھر رائحتہ کما فی الفتح[1] والا فلا شیئ علیہ غیر انہ اذا وجدت معہ الرائحۃ کرہ وان خلط بما یستعمل فی البدن کاشنان ونحوہ ففی رد المحتار عن المسلک المتقسط عن المنتقی ان کان اذا نظر الیہ قالوا ھذا اشنان فعلیہ صدقۃ وان قالوا ھذا طیب علیہ دم[2] اھ وما قالوا فیما خلط بمشروب ان الحکم فیہ للطیب مطلقا فان غلب وجب الدم والا فالصدقۃ الا ان یشرب مرارا فالدم فقد بحث فیہ فی البحر انہ ینبغی التسویۃ بین

میں کہتا ہوں، اور اگر معمولی تغیر کا اعتبار ہو تو قسم اٹھانے والے کی قسم سیلاب کا گدلا پانی پینے سے نہ ٹوٹے گی اور وکیل بالشراء گدلا پانی نہ خریدنے کا مجاز نہ ہوگا حالانکہ اس کے غلط ہونے پر آپ بخوبی واقف ہیں پھر یہ کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ اگر خوشبو کو کھانے میں پکایا جائے تو خوشبو کا حکم ساقط ہوجاتا ہے ورنہ بغیر پکائے حکم غالب اجزاء پر لگایا جائے گا، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، اگر خوشبو غالب ہوئی تو قربانی دینا لازم ہوگا اگرچہ بُو ظاہر نہ ہو، ورنہ اس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا البتہ اگر مغلوب ہونے پر بھی بُو محسوس ہوتی ہو تو اس کھانے کا استعمال مکروہ ہے اگر اشنان جیسی بدن پر استعمال ہونے والی شے میں خوشبو ملی ہو تو ردالمحتار میں بحوالہ مسلک المتقسط المنتقی سے منقول ہے کہ اگر لوگ اسے

---

[1] فتح القدیر باب الجنایات نوریہ رضویہ سکھر ۲/۴۴۱

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۲/۲۲۰

المأكول والمشروب المخلوط كل منهما بطيب مغلوب اما عدم وجوب شئ اصلا ای کما قالوا فی الطعام او وجوب الصدقة[1] ای کما قالوا فی الشراب ویؤید بحث البحر ما فی التبیین لواکل زعفرانا مخلوطا بطعام ولم تمسه النار یلزمه دم وان مسته فلا شئ علیه وعلی ھذا التفصیل فی المشروب[2] اھ وفی البحر عن مناسك الامام ابن امیر الحاج بحثا ان کان الطیب غالبا واکل منه اوشرب کثیرا فعلیه الکفارة والا فصدقة وان کان مغلوبا واکل منه اوشرب کثیرا فصدقة والا فلا شئ علیه[3] اھ فقد سوی بین المأکول والمشروب۔

اشنان قرار دیں تو صدقہ اور اگر خوشبو قرار دیں تو قربانی دینا لازم ہوگا، پینے والی شے میں خوشبو ملنے کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ اگر خوشبو غالب ہو اور مُحرِم ایسی شیَ پیے تو قربانی ورنہ صدقہ لازم ہوگا، مگر مغلوب خوشبو والا پانی بار بار پیے تو قربانی لازم ہوجائے گی تو اس پر بحرالرائق نے بحث کرتے ہوئے کہا کہ جب کھانے اور پینے والی اشیاء میں خوشبو ملے اور وہ غالب نہ ہو تو ان اشیاء کا حکم یکساں ہونا چاہئے کہ یا تو دونوں صورتوں میں کھانے کی اشیاء کی طرح کچھ بھی لازم نہ ہو یا پینے والی اشیاء کی طرح دونوں میں صدقہ لازم ہو بحرالرائق کی تائید تبیین الحقائق کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ اگر ایک شخص نے کچا زعفران ملا کھانا کھایا تو قربانی لازم ہوگی ورنہ نہیں اور یہی حکم پینے کی اشیاء کا بھی ہے۔ اور بحرالرائق میں امام ابن امیرالحاج کی کتاب المناسک سے ایک بحث منقول ہے کہ اگر غالب خوشبو والی کوئی شے زیادہ مقدار میں کھا پی لی ہو تو کفارہ لازم ہوگا بصورت دیگر صرف صدقہ ہے، اور اگر خوشبو کے بجائے غلبہ کھانے پینے کی شیَ کا تھا اور زیادہ مقدار میں استعمال کرلی تو صدقہ لازم ہوگا ورنہ کچھ بھی نہیں، تو ان دونوں فقہاء نے کھانے اور پینے کی اشیاء کو حکم میں یکساں قرار دیا ہے۔ (ت)

اقول علی ان ایجاب الصدقة فی المشروب بالطیب المغلوب لایوجب

میں کہتا ہوں مغلوب خوشبو والے مشروبات پینے سے صدقہ کا لزوم اس کے مطلق پانی ہونے کے

---

[1] ردالمحتار باب الجنایات مصطفی البابی مصر ۲/۲۱۹

[2] تبیین الحقائق " مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۲/۵۳

[3] بحرالرائق " سعید کمپنی کراچی ۳/۶

إن الإطلاق به مسلوب ألا ترى أن قطرات
من ماء الورد تطيب أرطالا من الماء
ولا يصح لعاقل أن يقول إنه خرج من
كونه ماء، كلبن خلط بنزر من عنبر
أو مسك لا يسوغ لأحد أن يقول لم يبق
لبنا وبالجملة فالأجوبة إنما تستقيم فيما
لم يصلح للصبغ وعليه يدل قول الهداية
لنا أن اسم الماء باق على الإطلاق
ألا ترى أنه لم يتجدد له اسم على حدة[1]
اھ فإن ما صلح للصبغ قد تجدد له
اسم بحياله فيقال له صبغ لا ماء فكيف
يحنث شاربه ولم لا يخالف شاريه
فقد بان أن الذي سلكه البحر مهيع
واضح وهو محمل كلام العلامة السيد
الازهري إذ قال اعلم أن اعتبار بقاء
الرقة والسيلان دون تغير الأوصاف
فيما إذا كان المخالط جامدا كزعفران
يقتضي جواز الاستعمال وإن غير الزعفران
لون الماء لإطلاق اسم الماء عليه و
منع بأن المحرم لو استعمله لزمته
الفدية[2] فذكر الأسئلة الثلاثة و
أجوبة الهندي والبحر فأثار التغير
القليل المغتفر وحينئذ جواز الاستعمال
صحيح مقرر ولم يرد به تقرير إيراد

منافی نہیں ہے۔ کیا یہ بات مشاہدہ میں نہیں کہ ایک دو
قطرے عرق گلاب کے کئی رطل پانی کو خوشبودار
بنا دیتے ہیں مگر کوئی بھی عقلمند یہ نہیں کہتا کہ یہ پانی نہیں
رہا، جیسے کہ دودھ کو عنبر یا کستوری کی معمولی سی
مقدار خوشبودار بنا دیتی ہے، مگر کوئی ذی ہوش نہیں
کہتا کہ یہ دودھ نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ کہ جملہ جوابات
زعفران کے ملنے سے رنگنے کے قابل نہ ہونے کی صورت
میں درست ہوسکتے ہیں۔ ہدایہ کا قول بھی اسی بات
پر دال ہے جو یوں ہے کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ تا حال
مطلق پانی ہی کہلاتا ہے۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ
اسے نیا نام نہیں دیا گیا اھ پس جو پانی رنگنے کے قابل
ہو جائے اسے بالکل علیحدہ نام دیا جاتا ہے کہ اسے
رنگ کہا جاتا ہے پانی نہیں کہا جاتا، تو اسے پینے والا
کیونکر حانث ہوگا اور اس کا خریدار وکیل کیونکر
حکم عدولی کا مرتکب نہ ہوگا تو اس سے واضح ہوگیا
کہ بحر الرائق کی اختیار کردہ راہ نہایت واضح اور
درست ہے۔ علامہ سید الازہری کے اس قول کا محمل
بھی یہی ہے جہاں انہوں نے کہا جان لو کہ زعفران
جیسی جامد شے کے پانی میں ملنے کے بعد رقت اور
سیلان کی بقاء کا اعتبار کرنا اور اوصاف میں تبدیلی
کا اعتبار نہ کرنا استعمال کے جائز ہونے کو چاہتا ہے
اگرچہ زعفران پانی کے رنگ کو بدل ڈالے کیونکہ اس
پر ابھی پانی کا اطلاق ہوتا ہے اس پر علامہ ازہری نے
یہ اعتراض کرنے کے بعد کہ اس پانی کا استعمال منع ہے

---

[1] الہدایۃ — باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء — المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۷
[2] فتح المعین — کتاب الطہارۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۲

البحر على الضابطة فانه فيما صلح للصبغ وعندئذ جواز الاستعمال باطل منكر دل عليه قوله لاطلاق اسم الماء عليه وقد افصح بالمراد قال عقيب ما مر وهذا اذا كان بحال لايصبغ به فان امكن الصبغ به لم يجز كنبيذ تمر درعن البحر[1] اھ فاعرف وتثبت۔

کیونکہ مُحرِم جب ایسا پانی استعمال کرے تو اس پر فدیہ لازم ہوگا۔ تینوں سوال اور ہندی اور بحر کے جوابات بھی ذکر کیے تو علامہ ازہری کی مراد زعفران سے ہونے والا قابلِ معافی معمولی تغیر ہے جس میں استعمال کا جائز اور درست ہونا یقینی امر ہے۔ اس سے علامہ کی مراد ضابطہ پر بحرالرائق کے اعتراض کو تقویت دینا نہیں ہے کیونکہ یہ اعتراض صرف رنگنے کے قابل ہوجانے کی صورت میں وارد ہوتا ہے جس کے بعد استعمال کا جائز قرار دینا بے اصل ہے علامہ کے اس خیال پر ان کا قول لاطلاق اسم الماء علیہ دلالت کرتا ہے بلکہ انہوں نے اپنا مقصد کھل کر اس وقت بھی بیان کردیا جب انہوں نے گزشتہ قول کے کچھ ہی بعد یہ کہا کہ یہ ساری بحث اس صورت میں ہے کہ جب پانی رنگ دینے کے قابل نہ ہوا ہو، اگر اس سے رنگ دینا ممکن ہوجائے تو نبیذ تمر کی طرح اس کا استعمال جائز نہ ہوگا یہ بحث بحرالرائق کی ہے اسے پوری طرح پہچانو اور پختہ کرو۔ (ت)

ہفتم دودھ کو اقسام علیہ کی قسم دوم میں شمار فرمانا محل کلام ہے بلکہ وہ قسم اول میں ہے کہ بلا شبہہ ایک جدا خوشبو رکھتا ہے جو پانی میں نہیں یہ اعتراض علامہ خیر رملی کا ہے،

وقد تقدم فی ۱۳۴ وانہ تبعہ فیہ ش ووقع فی حاشیۃ مراقی الفلاح للعلامۃ ط تحت قول المتن مائع لہ وصفان فقط کاللبن لہ اللون والطعم ولا رائحۃ لہ فیہ انہ یشم من بعضہ رائحۃ الدسومۃ[2] اھ

اور ۱۳۴ میں گزر چکا ہے کہ علامہ شامی نے اس اعتراض میں رملی کی اتباع کی ہے اور حاشیہ مراقی الفلاح میں جو علامہ طحطاوی کا ہے، متن کے اس قول کے تحت کہ وہ مائع چیز جس کے دو وصف ہوں' جیسے دودھ ہے جس کا ذائقہ اور رنگ تو ہے مگر خوشبو نہیں ہے' یہ اعتراض کیا ہے کہ بعض سے چونکہ چکنا ہٹ کی خوشبو محسوس ہوتی ہے، تو یہ کہنا درست نہیں کہ اس کی خوشبو نہیں اور یہ دو صفتوں والا مائع ہے۔ (ت)

اقول بل فی الکل وان خفی فی بعضہ الی ان یغلی کما قدمت۔

میں کہتا ہوں بلکہ ہر دودھ کی خوشبو ہوتی ہے اگرچہ بعض کی اُبالنے تک مخفی رہتی ہے (ت)

ہشتم آب بطیخ کو قسم سوم میں شمار فرمانا بھی محل نظر ہے کہ یقیناً اس کی بُو پانی کے خلاف ہے

---

[1] فتح المعین — کتاب الطہارۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/ ۶۲

[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح — کتاب الطہارۃ — مطبعہ ازہریۃ مصریۃ مصر — ص ۱۶

اور بعض کا رنگ بھی سُرخ یا زرد یہ اعتراض بھی علامہ رملی کا ہے،

وقد مرفی ۲۷۹ واشرنا ثمہ ان مرادہ مالا لون له وان کان ظاھر سیاقہ حیث جعل اللبن مخالفا للماء فی وصفین اللون والطعم و قال فی ماء البطیخ یخالفہ فی الطعم فتعتبر الغلبۃ فیہ بالطعم اھ[1] انہ اراد مالا یخالف منہ الماء الا فی الطعم کما قال العلامۃ الشرنبلالی فی مراقیہ ان بعض البطیخ لیس له الا وصف واحد اھ[2] وتبعہ ابو السعود ثم ط وکذلک ش اذ قال ماء البطیخ ای بعض انواعہ موافق للماء فی عدم اللون والرائحۃ مباین له فی الطعم اھ[3]

اور ۲۷۹ پر گزرا ہے اور وہاں ہم نے اشارۃً یہ بھی بتایا تھا کہ علامہ رملی کی مراد خربوزے کا وہ پانی ہے جس کی رنگت نہ ہو، اگرچہ علامہ کی اس گفتگو کا ظاہر سیاق یہ ہے کہ اس نے دودھ کو پانی سے رنگ اور ذائقہ میں مخالف بتایا ہے اور تربوز کے پانی کے متعلق کہا کہ پانی سے صرف ذائقہ میں مختلف ہوتا ہے تو اس میں غلبہ کا اعتبار بذریعہ ذائقہ ہوگا اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نے تربوز کی وہ قسم مراد لی ہے جو پانی سے صرف ذائقہ میں مختلف ہو (رنگ اور بُو میں نہیں) جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے اپنی مراقی الفلاح میں کہا کہ بعض تربوزوں کے لیے ایک ہی وصف ہوتا ہے اھ شرنبلالی کی اتباع ابو السعود اور طحطاوی نے بھی کی اور شامی نے بھی یہی بات کہی ہے، جہاں اس نے کہا کہ تربوز کا پانی یعنی اس کی بعض اقسام رنگ اور بُو نہ ہونے میں پانی کے موافق اور ذائقہ میں مخالف ہوتی ہیں۔ (ت)

اقول وذلک لان مالا یخالف منہ الماء فی الرائحۃ نادر بخلاف ما یوافقہ فی اللون کما دل علیہ کلام العلامۃ الخیر وما لا یخالف فی لون ولا رائحۃ اندر والحاجۃ مندفعۃ بالحمل علی کثیر الوجود لانہ اذا لم یخالفہ

میں کہتا ہوں تربوز کا ایسا پانی جو بُو میں پانی کے موافق ہو نادر ہوتا ہے بخلاف اس تربوز کے جس کا پانی رنگ میں پانی کے موافق ہو جیسا کہ علامہ رملی کی بات اس پر دال ہے اور وہ تربوز جو رنگ اور خوشبو دونوں میں پانی کے موافق ہو نادر تر ہوتا ہے اور ضرورت کثیر الوجود پر محمول کرنے سے پوری ہو جاتی ہے

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ مطبوعہ بیروت ۱/۱۰۳
[2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی کتاب الطہارۃ مطبوعہ بولاق مصر ص ۱۶
[3] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۴

الا في وصفين كفى الضابطة تغير احدهما وطعمه اقوى من ريحه فاجتزأ به وبه يخرج الجواب عن المخالفة المذكورة في ۳۰۲ فتنبه ۔

کیونکہ وہ جب صرف دو صفتوں میں مخالف ہے تو یہ ضابطہ کافی ہوگا کہ دو اوصاف میں سے ایک بدل گیا ہو درانحالیکہ ذائقہ بُو سے زیادہ قوی ہو تو اس کے اعتبار سے فیصلہ کیا جائے گا اور اسی سے ۳۰۲ میں مذکور مخالفت سے جواب حاصل ہوجائیگا۔ (ت)

یہ ہیں وہ ایرادات کہ کلام علماء میں تقریر ضابطہ پر نظر سے گزرے۔

وانا اقول وباللہ التوفیق ان کے سوا وہ محل ایرادات کثیرہ ہے اجمالاً بھی اور تفصیلاً بھی، تفریعاً بھی اور تاصیلاً بھی۔ مثلاً:

نہم (ف۱) غیر تمر کی نبیذ سے بھی وضو جائز ہو جب تک رقیق رہے حالانکہ خلاف اجماع ہے وقد ذکرناہ اٰنفا (اور اس کو ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ ت)

دہم (ف۲) ہر شربت سے جائز ہو حالانکہ خلاف نصوص متواترہ ہے دیکھو ۱۸۵ و ۲۸۸۔

یازدہم (ف۳) دوا جیسا ندہ سے جائز ہو حالانکہ خلاف اصل مجمع علیہ ہے۔

دوازدہم (ف۴) خیس یا زور وشنائی حل کرکے لکھنے کے قابل کرے جب بھی جائز ہو اگر رقت نہ جائے یہ بھی اصل اجماعی کے خلاف ہے۔

سیزدہم تا پانزدہم (ف۵) پینے کا پانی خوشبو کرنے کو گھڑے بھر میں قلیل کیوڑا گلاب بید مشک ڈالتے ہیں وہ یقیناً وہی رہتا ہے جو مطلق آب کے نام سے مفہوم ہوتا ہے مگر بروئے ضابطہ پانی نہ رہا۔

شانزدہم وہفدہم (ف۶) زعفران یا شہاب حل کیا ہوا پانی اگر پانی میں مل کر صرف رنگ بدلے اگر رنگنے کے قابل کردیا تو بالاجماع ورنہ امام محمد کے نزدیک اُس سے وضو ناجائز ہے اور حکم ضابطہ سب کے خلاف جواز۔

ہیجدہم (ف۷) یوں ہی بُودار پڑیا کا حل کیا ہُوا پانی جبکہ بُو غالب نہ ہو کہ بے اس کے بدلے رنگ بدل جائے۔

نوزدہم (ف۸) سفید انگور کا سرکہ جب صرف بُو بدلے باتفاق ارشادات ائمہ جواز ہے اور حکم ضابطہ ممانعت۔

بستم وبست ویکم (ف۹) رنگین سرکے جن کا مزہ یا بو اقوی الاوصاف ہو جب صرف مزہ و بو تبدیل

کریں حکم منصوص ائمہ جواز ہے اور ضابطہ مخالف ان کا ذکر ۲۸۷ سے ۳۰۵ تک گزرا اور وہ ترک کردئے جن میں صرف امام محمد سے خلاف ہے۔ یہ بر طبق بحر الرائق بعض جزئیات سے کلام تھا اب اصول پر سنئے۔

فاقول وباللہ التوفیق **بست و دوم** جامد میں زوال رقت پر قصر صحیح نہیں اس کا بیان ۲۸۷ میں گزرا۔

بست وسوم زوال رقت کا جامد پر قصر صحیح نہیں اس کا بیان رسالہ الدقۃ والتبیان میں گزرا۔

بست وچہارم اول ابحاث غلبۂ غیر میں گزرا کہ قول صحیح ومعتمد ومذہب وظاہر الروایۃ قول امام ابویوسف ہے اور ضابطہ صراحۃً اُس کے خلاف کہ اس میں اوصاف ساقط النظر اور اس میں اعتبار اوصاف۔

بست وپنجم ضابطۂ ششم میں تحقیق وتنقیح قول امام محمد گزری کہ اولاً صرف رنگ معتبر ہے اُس میں خلاف نہ ہو تو صرف مزہ، اس میں بھی خلاف نہ ہو تو اجزاء۔ ضابطہ کا حرف حرف اس ترتیب کے خلاف ہے تو اُسے دونوں امام مذہب سے صریح اختلاف ہے۔

اقول والعجب ان الامام الفخر رحمہ اللہ تعالٰی ورحمنا بہ فی الدنیا والاٰخرۃ حاول ھھنا التوفیق بین ماجاء فی الباب عن الاصحاب مما ظاھرہ الاضطراب وقدعد فیھا ھذا القول قول محمد ایضا لکن حیث اتی علی التوفیق لم یلم بہ اصلا وما کان لہ ان یلتئم مع صریح نقیضہ وھذا کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی اعلم ان عبارات اصحابنا مختلفۃ فی ھذا الباب مع اتفاقھم ان الماء المطلق یجوز الوضوء بہ ومالیس بمطلق لایجوز فعن ابی یوسف ماء الصابون اذا کان ثخینا قد غلب علی الماء لایتوضأ بہ وان کان رقیقا

میں کہتا ہوں تعجب خیز امر یہ ہے کہ یہاں امام فخر رحمہ اللہ تعالٰی پر اور ان کے ذریعہ ہم پر دنیا وعقبٰی میں رحم فرمائے اس باب میں اصحاب احناف کے بظاہر مضطرب اقوال میں تطبیق دینا چاہتے ہیں اور امام محمد کے اس قول کو بھی ان مضطرب اقوال میں شمار کیا ہے حالانکہ وہ تطبیق کی پوری گہرائی تک نہیں گئے اور صراحتاً ضد کی موجودگی میں گہرائی تک جانا ممکن بھی نہیں تھا ان کا کلام یہ ہے جان لو کہ اصحاب احناف کے مطلق پانی سے وضو کے جواز اور مقید کے ساتھ عدم جواز پر اتفاق کے باوجود اس باب میں عبارات کا اختلاف ہے۔ پس امام ابویوسف کے مطابق جب صابن کا پانی سخت ہوجائے کہ صابن پانی پر غالب ہوجائے تو وضو جائز نہ ہوگا، پتلا ہونے کی

يجوز وكذا اماء الاشنان[1] ذكره فى الغاية و فيه[2] اذا كان الطين غالبا عليه لا يجوز الوضوء به و فى الفتاوى الظهيرية[3] اذا طرح الزاج فى الماء حتى اسود جاز الوضوء به وكذا العفص اذا كان الماء غالبا و فيه[4] ان محمدا اعتبر بلون الماء و ابا يوسف بالاجزاء و فى المحيط[5] عكسه و فى الهداية[6] الغلبة بالاجزاء لا بتغير اللون و ذكر الاسبيجابى ان الغلبة تعتبر اولا من حيث اللون ثم من حيث الطعم ثم من حيث الاجزاء و فى الينابيع[7] لو نقع الحمص و الباقلاء و تغير لونه و طعمه و ريحه يجوز الوضوء به و اشار القدورى الى انه اذا غير وصفين لا يجوز الوضوء به وهكذا جاء الاختلاف فى هذا الباب كما ترى فلا بد من ضابط و توفيق بين الروايات[8] اھ ثم ذكر الضابطة ورد الاقوال الى محاملها كما نقلنا فى ۲۸۷ و تلك ثمانية نصوص واربعة محامل الاول المخالط الجامد و عليه الثلثة الاول والرابع الثانى مائع يخالف فى الثلثة و عليه الثامن الثالث يخالف فى البعض و عليه الرابع فيما حكى عن محمد الى اى الموافق و عليه الخامس

صورت میں وضو جائز رہے گا، اشنان کے پانی کا بھی یہی حکم ہے اسکو غایہ میں ذکر کیا ہے، اور غایہ میں یہ بھی ہے کہ جب پانی پر مٹی غالب آجائے تو وضوء جائز نہ رہے گا اور فتاوٰی ظہیریہ میں ہے جب تک پانی غالب رہے پھٹکری ڈالنے سے پانی سیاہ ہوجائے وضو جائز رہے گا، اور یہی حکم مازُو کا ہے۔ اسی میں ہے کہ امام محمد تو پانی کے رنگ کا اعتبار کرتے ہیں، اور امام ابو یوسف اجزاء کا، جبکہ محیط میں ان کا مسلک برعکس بیان ہوا ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوگا نہ کہ رنگ کی تبدیلی سے، اسبیجابی نے کہا کہ غلبہ میں پہلے رنگ کا اعتبار ہوگا پھر ذائقہ پھر اجزاء کا۔ ینابیع میں ہے کہ اگر چنے اور لوبیا پانی میں بھگو دیا جائے اور ذائقہ رنگ اور خوشبو بدل بھی جائے تو بھی وضو جائز رہے گا، اور قدوری نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ دو صفتیں بدل جانے کے بعد وضو جائز نہیں رہتا۔ اس باب میں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اسی نوعیت کا اختلاف ہے، تو کسی ایک تطبیق اور ضابطہ کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تاکہ روایات کے درمیان تطبیق ہوجائے؟ پھر انہوں نے ضابطہ ذکر کیا اور تمام اقوال کا مناسب موقع اور محل بیان کیا جیسا کہ ہم ۲۸۷ میں نقل کر آئے ہیں جو آٹھ نصیں اور چار محمل ہیں:

(۱) ملنے والی جامد شے ہو اور اس محمل پر پہلی تین اور

---

[1] تبیین الحقائق ابحاث الماء مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

بقی هذا السادس الذی هو قول محمد تماما ولا محمل له فان الضابطة وزعت والنص مرتب واین الترتیب من التوزیع غیران البحر فی البحرارادایرادہ هذا المورد فاورد ما لایحصله هذا للعبد حیث قال واما قول من قال العبرة للون ثم الطعم ثم الاجزاء فمرادہ ان المخالط المائع ان کان لونه مخالفا للون الماء فالغلبة تعتبر من حیث اللون وان کان لونه لون الماء فالعبرة للطعم ان غلب طعمه علی الماء لایجوز وان کان لایخالفه فی اللون والطعم والریح فالعبرة للاجزاء اھ[1]

ساتویں نص منطبق ہوتی ہے۔

(۲) ملنے والی شیئ مائع (سیال) ہو جو تین اوصاف میں مخالف ہو اس پر آٹھویں نص منطبق ہوتی ہے۔

(۳) ملنے والی شیئ مائع (سیال) ہو جو بعض اوصاف میں مخالف ہو اس پر امام محمد کی روایت کے مطابق چوتھی نص منطبق ہوتی ہے۔

(۴) جو مائع (سیال) جملہ اوصاف میں پانی کے موافق ہو اس پر پانچویں نص کا انطباق ہوتا ہے۔

باقی رہ گئی چھٹی نص جو مکمل طور پر امام محمد کا قول ہے تو اس کا محل کوئی نہیں، کیونکہ ضابطہ میں تفریق ہے اور نص میں ترتیب ہے تو ترتیب اور عدم ترتیب کا کیا جوڑ، البتہ بحر رائق نے اس کو ایسے محل پر لانے کی کوشش کی ہے جس کی اس فقیر کو کچھ سمجھ نہیں آئی بایں طور کہ اس نے کہا باقی رہا قول اس آدمی کا جس نے یہ کہا کہ اعتبار پہلے رنگ پھر ذائقہ پھر اجزاء کا ہے، تو اس کی مراد یہ ہے کہ جب ملنے والی مائع چیز کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہو تو غلبہ رنگ کے اعتبار سے ہوگا، اگر اس کا رنگ موافق ہو تو اعتبار ذائقہ کا ہوگا اگر ملنے والی شیئ کا ذائقہ پانی پر غالب آگیا تو وضو جائز نہ ہوگا، اور اگر ملنے والی شیئ رنگ ذائقہ اور بو کسی میں پانی سے مختلف نہ ہو تو اعتبار اجزاء کا ہوگا جس کے اجزاء زائد ہوں گے غلبہ بھی اسی کا ہوگا۔ (ت)

اقول اولاً اذا کان العبرة باللون فیما یخالفه فیه وحده او مع وصف اٰخر لا فی الاوصاف جمیعا وکذا الطعم فکلام الامام الاسبیجابی اما فیما لایخالف الا فی ذلك الوصف وحده اوفیما یخالف فی وصفین او اعم لاسبیل الی الاخیرین

میں کہتا ہوں **اولاً** جب غلبہ میں اعتبار صرف رنگ کا ہے اس صورت میں کہ ملنے والی شے صرف ایک وصف (رنگ) کے اعتبار سے پانی کے مخالف ہو یا دو وصفوں میں نہ کہ جملہ اوصاف میں یونہی ذائقہ کا حکم ہے۔ تو علامہ اسبیجابی کا کلام یا تو اس شے میں ہوگا جو اسی ایک وصف (رنگ

---

[1] بحرالرائق ابحاث الماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

لانہ اذا خالف فی وصفین فایھما تغیر غیر فغیم القصر علی احدھما۔

میں پانی کے مخالف ہو یا دو اوصاف میں یا جملہ اوصاف میں، تو آخری دو صورتوں میں تو کسی طور گفتگو نہیں ہوسکتی کیونکہ جب وہ شے دو اوصاف میں پانی کے مخالف ہو تو جو وصف بھی تبدیلی کا باعث بنے گا پانی میں تغیر ہوجائے گا (اور معتبر ہوگا) تو پھر ایک وصف میں تغیر کو کیونکر منحصر کیا جاسکے گا؟ (ت)

وایضا یکون الوصفان اللون والطعم فمن ذا الذی قدم اللون واخر الطعم وعلی الاول کان المعنی ما لایخالف الافی اللون کان المعتبر فیہ اللون وما لایخالف الافی الطعم کان المعتبر فیہ الطعم وما لایخالف فی شیئ فالعبرۃ فیہ بالاجزاء فمن این جاء الترتیب و لم لم یقل العبرۃ اولا بالطعم ثم اللون ثم الاجزاء او بالاجزاء ثم الطعم ثم اللون الی غیر ذلک من القلبیات اذ کلہا ح متساویۃ الاقدام فی البطلان والاھمال۔

نیز یہ کہ جب ایک شے کے رنگ اور ذائقہ دو اوصاف ہوں تو رنگ کو کس داعیہ کی وجہ سے مقدم کیا جائے گا اور ذائقہ کو مؤخر کیا جائیگا؟ پہلی صورت میں (جب دو وصف نہ ہوں) معنی یہ ہوگا کہ جب ملنے والی شے کی مخالفت صرف رنگ میں ہو تو اعتبار بھی رنگ کا ہوگا۔ جب صرف ذائقہ میں مخالف ہو تو ذائقہ کا، اور کسی وصف میں مخالف نہ ہونے کی صورت میں اجزاء کا اعتبار ہوگا، تو سوال یہ ہے کہ یہ ترتیب کہاں سے آئی اور یوں ترتیب کیوں نہیں رکھی کہ پہلے اعتبار ذائقہ کا ہوگا پھر رنگ کا اور پھر اجزاء کا۔ یا یوں کہ پہلے اجزاء کا اعتبار ہو پھر ذائقہ پھر رنگ کا، یا کسی اور طرح سے الٹ پلٹ ہو جبکہ یہ سب صورتیں باطل اور مہمل ہونے میں برابر تھیں۔ (ت)

وایضا تبقی علیہ خمسۃ من سبعۃ فان المخالفۃ فی لون او طعم او ریح او لون وطعم او لون وریح او طعم وریح او فی الکل فکیف قصر الحکم علی اثنین۔

نیز یہ کہ اس ضابطہ کے مطابق پانی میں ملنے والی شے کی سات صورتوں میں سے صرف دو کا حکم معلوم ہوگا پانچ کا حکم باقی رہے گا وجہ حصر یہ ہے مخالفت صرف رنگ میں یا صرف ذائقہ میں یا صرف بُو میں یا رنگ و بُو میں یا رنگ و ذائقہ میں یا ذائقہ و بُو میں یا تینوں میں ہوگی تو حکم کے بیان میں صرف دو پر کیوں اکتفا کیا گیا؟ (ت)

وثانیا ھل ھو یعتبر الریح ام لا الثانی یرد الضابطۃ وعلی الاول

ثانیا یہ کہ اس کے ہاں بُو کا اعتبار ہے یا نہیں؟ عدمِ اعتبار کی صورت ضابطہ کو مسترد

لم حذفها وکیف استقام له نقل الحکم بعد الطعم الی الاجزاء۔

کرتی ہے اور اعتبار کی صورت میں اسے حذف کیا تو کیوں ؟ اور پھر حکم کو ذائقہ سے اجزاء کی طرف منتقل کرنا کیونکر درست ہوگا (جبکہ بُو بھی اجرائے حکم کے لیے معتبر ہے)۔ (ت)

وثالثا عبارۃ الامام الاسبیجابی[1] قد مناھا مع کثیر من موافقتھا صدر البحث الاول من الضابطۃ السادسۃ وھی بکل جملۃ جملۃ منھا تخالف الضابطۃ وتأبٰی محملھا الموزع المبدد لاحکامھا اذ یقول ان غیرلونہ فالعبرۃ للون مثل اللبن وقد منا ان اللبن یخالف فی الثلٰث فکیف اجتزء بواحد۔

ثالثا امام اسبیجابی کی عبارت بہت سے موافقات کے ساتھ ہم نے چھٹے ضابطہ کی بحث اول کے شروع میں ذکر کی ہے اور اس کے ہر جملہ میں سے کچھ ضابطہ کے خلاف ہے اور اس کا نیا محمل اس کے احکامات کے اجزاء سے عاری ہے جو قدیم محل پر جاری ہوتے ہیں) بایں طور کہ وہ کہتے ہیں اگر ملنے والی مائع چیز پانی کا رنگ تبدیل کر دے تو اعتبار بھی رنگ کا ہوگا، جیسا کہ دودھ ہے حالانکہ ہم کچھ ہی پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ دُودھ تو تینوں اوصاف میں پانی کا مخالف ہوتا ہے تو ایک وصف کی تبدیلی کو اس نے وضو سے مخالفت کے لیے کیوں کافی قرار دیا ہے ؟ (ت)

ورابعا[2] لم عین اللون وانتم القائلون کالامام الضابط ان کان لون اللبن اوطعمہ ھوالغالب لم یجز الوضوء۔

رابعاً انہوں نے دودھ میں صرف رنگ کو ہی کیوں متعین کیا ہے؟ حالانکہ تمہارا بھی ضابطہ بنانے والے امام کی طرح یہ کہنا ہے کہ اگر دودھ کا رنگ یا ذائقہ غالب ہو تو وضو جائز نہ ہوگا۔ (ت)

وخامسا[3] قال والخل وھذا فی کونہ ذاالثلٰثۃ ابین من اللبن فمعلوم قطعا انہ یخالف الماء طعما وریحا وقد اعتبر اللون مخالف فی الثلٰث ولم یعتبر وصفین بل واحدا۔

خامساً اس نے "والخل" (اور سرکہ بھی) کہا ہے جس کا دودھ کی نسبت تین اوصاف والا ہونا زیادہ واضح ہے تو قطعی طور پر معلوم ہوگیا کہ دودھ پانی سے ذائقہ اور بُو میں مخالف ہوتا ہے جبکہ رنگ کے اعتبار سے مخالفت پہلے ہی تسلیم کر چکے ہو، پس وہ تینوں وصفوں میں مخالف ہے اور انہوں نے دو وصفوں کا اعتبار نہیں کیا بلکہ ایک کا اعتبار کیا ہے۔ (ت)

وسادسا[4] قال والزعفران وھذا

سادسا اس نے غلبہ رنگ کی مثال

اظهر من اللبن فی جمع الثلاث و ازھر من الخل فی الاجتزاء بواحد لکون لونه اسبق عملا و آلخل ماکان منه کذلك فذاك والا فمطمح نظرہ ھو اللون نفسه لالکونه دلیلا علی تغیر غیرہ قبله لکونه اضعف منه ۔

دیتے ہوئے والزعفران کہا ہے اور یہ تین اوصاف جمع ہونے میں دودھ سے زیادہ واضح اور سرکہ کی نسبت ایک وصف پر کفایت کے لیے زیادہ جچتا ہے کیونکہ اس کا رنگ تبدیلی کا عمل سرعت سے انجام دیتا ہے اور جو سرکہ ایسا ہو وہ بھی اس کے حکم میں ہوگا ورنہ اس کا مقصود تو صرف رنگ کا اعتبار ہے نہ رنگ اس اعتبار سے کہ یہ دوسرے کی نسبت پہلے دوسری شیئ کو بدل دیتا ہے، کیونکہ وہ ویسے بھی کمزور ہوتا ہے ۔ (ت)

وسابعاً قال وان لم یغیر لونه بل طعمه فالعبرۃ للطعم نفی توزیعکم و راعی ترتیبه وارشد انه ان خالف لونه فلا عبرۃ للطعم ۔

سابعاً اس نے کہا کہ اگر پانی کا رنگ بدلنے کے بجائے ذائقہ بدلا تو اعتبار ذائقہ کا ہوگا، تو اس نے آپ کی تقسیم کی نفی بھی کر دی اور اپنی ترتیب کی رعایت بھی ملحوظ رکھی اور ساتھ ہی یہ بات بھی بتادی کہ اگر ملنے والی شے کا رنگ پانی سے مخالف ہو تو ذائقہ کا اعتبار نہیں ہوگا ۔ (ت)

وثامناً قال مثل ماء البطیخ و الاشجار والثمار والانبذۃ ھذا فیما لایلون ولاشك ان فیھا ذوات الرائحة ولربما کان ریحھا اغلب فلم یعتبرھا وقصر الحکم علی الطعم ۔

ثامناً اس نے کہا کہ تربوز، درختوں، پھلوں کے پانی اور نبیذوں کی مثل یہ تمام بے رنگ اشیاء ہیں مگر ان میں کچھ اشیاء بُو والی بھی ہیں اور بعض اوقات ان کی بُو غالب بھی ہوتی ہے، مگر اس کا اعتبار نہیں کیا اور حکم کو ذائقہ پر ہی منحصر کر دیا ۔ (ت)

وتاسعاً قال وان لم یغیر لونه وطعمه فالعبرۃ للاجزاء اسقط الریح راسا وھو الحق الناصع کما قدمنا فی ۲۹۸ ۔

تاسعاً اس نے یہ کہا کہ اگر رنگ اور ذائقہ نہ بدلے تو اعتبار اجزاء کا ہوگا، بُو کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے حالانکہ یہ بظاہر حق بات تھی جیسا کہ ہم پہلے ۲۹۸ میں بیان کر چکے ہیں ۔ (ت)

وعاشراً قال فان غلب اجزاؤہ علی اجزاء الماء لایجوز الوضوء

عاشراً اس نے یہ کہا کہ اگر اس کے اجزاء پانی کے اجزاء پر غالب آجائیں تو پھل سے

به کالماء المعتصر من الثمر والاشجار کالماء المتقاطر من الکرم بقطعه[1] جعل الذی یخرج من ثمر بعصر او کرم بقطر ماءً وجعل الاول مغلوب الاجزاء باجزاء الثمر والثمر جامد فاعتبر فی هذا الجامد الاجزاء دون الرقة فانه ربما یکون رقیقا کماء النارجیل والنارنج لهذه هذه بکلام الامام القاضی الاسبیجابی وانتم قلتم قول من قال فعم کل من قال بهذا الترتیب فاذن۔

نچوڑے ہوئے پانی کی مانند اس سے بھی وضو جائز نہ ہوگا ورنہ انگور سے کاٹنے کے بعد ٹپکنے والا پانی پانی کی طرح اس پانی سے بھی وضو جائز ہوگا، تو اس نے پھلوں سے نچوڑے ہُوئے اور انگوروں سے ٹپکے ہُوئے عرق کو پانی قرار دیا ہے اور پہلے کو پھل کے اجزا کے ساتھ مغلوب الاجزاء قرار دیا ہے حالانکہ پھل ایک جامد چیز ہے، تو انہوں نے اس جامد میں اجزاء کا اعتبار کیا نہ کہ رقت میں، کیونکہ بعض اوقات پھل کا پانی رقیق ہوتا ہے مثلاً ناریل یا تاڑی کا پانی یہ تو اسبیجابی کا کلام ہے جبکہ آپ نے تو قول مَنْ قَالَ کہا تو یہ ہر اُس شخص کو شامل ہوگیا جو اس ترتیب کا قائل ہے۔ (ت)

الحادی عشر اعتبر[2]

خزانة المفتین وفی العنایة عن زاد الفقهاء وفی جامع الرموز عن الزاهدی فی العصیر اللون مع ان طعمه ربما کان اسبق۔

گیارھواں، خزانۃ المفتین اور عنایہ میں زاد الفقہاء سے اور جامع الرموز میں زاہدی سے ہے کہ پھلوں سے نچوڑے پانی میں رنگ کا اعتبار کیا گیا ہے حالانکہ بعض اوقات اس کا ذائقہ جلدی اثر دکھاتا ہے۔ (ت)

الثانی عشر هو ذو الثلثة[3]

واجتزؤا بواحد۔

بارھواں، یہ تین اوصاف والی شَے ہے حالانکہ انھوں نے ایک وصف کی تبدیلی کو ہی کافی قرار دیا ہے (ت)

الثالث عشر اعتبر البدائع[4]

فی ماء العصفر اللون ولم یلاحظ الریح وربما تکون اغلب۔

تیرھواں، بدائع نے عصفر کے پانی میں رنگ کا اعتبار کیا ہے اور بُو کا لحاظ نہیں کیا حالانکہ بعض اوقات بُو زیادہ غالب ہوتی ہے (ت)

الرابع عشر اعتبر البدائع[5]

چودھواں، بدائع اور حلیہ نے انگور کے سفید

---

[1] کل ذلک من حاشیة الشلبی علی التبیین   ابحاث الماء   مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

ثم الحلیة فی خل العنب الابیض الطعم ولا شك ان ریحہ اسبق۔

رنگ کے سرکہ میں ذائقہ کا اعتبار کیا ہے حالانکہ بلاشبہ اس کی بُو جلدی غالب آتی ہے۔

الخامس عشر فی العینی عن زاد الفقہاء والقہستانی عن الزاھدی ان توافقا لونا وطعما کماء الکرم فالعبرۃ للاجزاء[1] اھ وانت تعلم ان الماء القراح لیس بارق منہ فاعتبروا فی الجامد الاجزاء۔

پندرھواں، عینی میں زاد الفقہاء سے اور قہستانی میں زاہدی سے ہے کہ اگر پانی اور جوس ہم رنگ و ہم ذائقہ ہوں جیسے انگور کا پانی ہے تو اعتبار اجزاء کا ہوگا، اور تم اس بات کو جانتے ہو کہ خالص پانی اس سے زیادہ پتلا نہیں ہوتا پس انہوں نے جامد میں اجزاء کا اعتبار کیا ہے۔ (ت)

السادس عشر کلامھم جمیعا نص مفسر فی اعتبار الترتیب فردہ الی التوزیع غیر مصیب ھذا اکلہ بکلام الذین تستدون الیھم واماتاویلکم

سولھواں، ان سب کی گفتگو ترتیب کا اعتبار کرنے میں واضح ہے تو اس کو بے ترتیبی کی طرف پھیرنا درست نہیں یہ ان علماء کے کلام کا خلاصہ ہے جو آپ کے ہاں بھی مستند ہیں بہرحال

فالسابع عشر قولکم مرادہ ان المخالط المائع للماء ان کان لونہ مخالفا فالغلبۃ من حیث اللون[2]۔

تمہاری تاویل اور یہی سترھواں ہے تمہارا قول ہے کہ اس کی مراد یہ ہے کہ پانی میں اگر مائع شئی ملے اور اس کا رنگ پانی سے مختلف ہو تو غلبہ رنگ کا ہوگا۔ (ت)

اقول نعم ویعم باطلاقہ مایخالف فی اللون مع الباقیین فلم اجتزء بواحد۔

میں کہتا ہوں، ہاں یہ قول مطلق ہونے کی بنا پر ان تمام اشیاء کو بھی شامل ہے جو رنگ کے ساتھ دیگر اوصاف میں بھی پانی کے مخالف ہوں، تو اس نے ایک وصف پر ہی اکتفاء کیوں کیا ہے؟

الثامن عشر یشمل مایخالف فی اللون ووصف اخر اسبق من اللون ففیم انتظر اللون۔

اٹھارھواں، یہ اس شے کو شامل ہے جو رنگ میں اگرچہ مخالف ہو مگر اس کا دوسرا وصف رنگ سے قبل اثرانداز ہوجاتے (ایک وصف کی تبدیلی تو ہوگئی) تو رنگ کا انتظار کیوں کیا جائے گا۔ (ت)

---

[1] البنایۃ شرح الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۸۹

[2] البحرالرائق ابحاث الماء سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

التاسع عشر[1] مثله الامام الاسبیجابی والامام السمعانی فی الخزانة والبرجندی فی شرح النقایة بالزعفران وخصصتم بالمائع حوطا علی الضابطة۔

انیسواں، امام اسبیجابی اور امام سمعانی نے خزانہ میں اور برجندی نے شرح النقایہ میں اس کی مثال زعفران کو قرار دیا ہے جبکہ آپ نے ضابطہ پر مدار رکھتے ہوئے مائع کے ساتھ مختص کیا ہے (ت)

العشرون[2] قولکم وان کان لونہ لون الماء فالعبرة للطعم[1]۔

بیسواں، آپ کا قول ہے کہ اگر اس کا رنگ پانی جیسا ہو تو اعتبار ذائقہ کا ہوگا۔ (ت)

اقول نعم ویعم ما خالف بریح اسبق فانی یوافق الضابطة۔

میں کہتا ہوں، ہاں یہ مثال جلد اثر کرنے والی بُو والی شیئ کو بھی شامل ہوجائے گی تو یہ مثال ضابطہ کے مطابق کیونکر ہوگی (حالانکہ اعتبار تو مطلقاً ذائقہ کا ہے) (ت)

الحادی[3] والعشرون لم شرط فیہ وفاق اللون فان العبرة فی الضابطة بالطعم مطلقا وان خالف فی اللون الضا اذا لم یکن ذاریح وکان طعمہ اسبق۔

اکیسواں، اس نے رنگ کی موافقت کی شرط کیوں لگائی ہے، کیونکہ ضابطہ میں مطلقاً اعتبار ذائقہ کا ہے رنگ اگرچہ مخالف بھی ہو جبکہ شیئ بو والی نہ ہو اور اس کا ذائقہ جلد اثر کرنے والا ہو۔ (ت)

الثانی[4] والعشرون مثلہ الامام الاسبیجابی وزاد الفقہاء ثم البدر محمود والشمس القہستانی بالانبذة وزاد الزاد والعینی المشمس فمن این التخصیص بالمائع۔

بائیسواں، امام اسبیجابی اور زاد الفقہاء، پھر بدر محمود اور شمس قہستانی نے اس کی مثال نبیذیں قرار دی ہیں جبکہ زاد اور عینی نے سورج سے گرم پانی کا بھی اضافہ کیا ہے تو مائع کے ساتھ تخصیص کس چیز کی ہوگی؟

الثالث[5] والعشرون قولکم وان کان لایخالفہ فی اللون والطعم والریح فالعبرة للاجزاء[2]۔

تئیسواں، تمہارا قول ہے کہ جب ملنے والی شے، رنگ، ذائقہ اور بُو میں سے کسی میں مخالف نہ ہو تو اعتبار اجزاء کا ہوگا۔

اقول قال الامام البرہان فی

میں کہتا ہوں کہ امام برہان نے ہدایہ میں

---

[1] البحر الرائق ابحاث الماء سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰
[2] " " " "

فی الھدایۃ فی الماء الذی اختلط بہ الزعفران او الصابون او الاشنان الخلط القلیل لایعتبربہ لعدم امکان الاحتراز عنہ کما فی اجزاء الارض فیعتبر الغالب والغلبۃ بالاجزاء لا بتغیر اللون ھو الصحیح[1] اھ فاین ذھب تخصیص المائع۔

اس پانی کے بارہ میں کہا جس میں صابن ، اشنان ، زعفران کی معمولی سی ملاوٹ ہوجائے چونکہ اس ملاوٹ سے بچنا ممکن نہیں لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں ، جیسا کہ اجزاء زمین کا حکم ہے اور اعتبار غالب کا ہوگا اور صحیح قول کے مطابق غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوگا نہ کہ رنگ کی تبدیلی سے تو مائع کی تخصیص کہاں چلی گئی ! (ت)

الرابع والعشرون

ذکرالریح لااثرلہ فی کلامھم وانمازید رعایۃ للضابطۃ کماعلمت فاذن انماصریح نصوصھم انہ ان لم یخالفہ فی اللون والطعم فالعبرۃ للاجزاء وھذا خلاف الضابطۃ۔

چوبیسواں ، بُو کا ذکر محض ضابطہ کی رعایت کے لیے کیا گیا ورنہ اس کے اضافہ سے آپ کو معلوم ہے کہ کوئی اور مقصد نہیں ہے بس اس صورت میں ان کی صریح نصوص یہ ہوں گی کہ اگر وہ ملنے والی شے پانی کے رنگ اور ذائقہ میں مخالف نہ ہو تو اعتبار اجزاء کا ہوگا اور یہ ضابطہ کے خلاف ہے ۔ (ت)

الخامس والعشرون

مما یُسلک فی السلک ان البحر نقل عبارۃ عن المجمع واستصعب ردھا الی الضابطۃ ثم ابدی شیئا ردہ علیہ الشامی فی حاشیتہ وعندی فی الکل نظر قال فی المجمع ونجیزہ بغالب علی طاھر کزعفران تغیربہ بعض اوصافہ اھ قال البحر تفید ان المتغیر لوکان وصفین یجوز وکلھا لا[2] قال ولایمکن حملہ علی شیئ کما لایخفی[3] اھ

پچیسواں ، بحرالرائق نے مجمع سے ایک روایت نقل کی ہے جسے ضابطہ پر منطبق کرنا مشکل ہوا تو اس نے وہ محمل بیان کیا جو شامی نے اپنے حاشیہ میں بیان کرنے کی کوشش کی تھی جبکہ میرے نزدیک ہر ایک محل نظر ہے ، صاحب مجمع نے کہا ہم اس پانی سے وضو جائز کہتے ہیں جس کے بعض اوصاف زعفران ایسی پاک شی کے ساتھ ملنے سے بدل جائیں مگر وہ پانی غالب رہے ۔ بحرالرائق نے کہا اس سے یہ فائدہ حاصل ہُوا کہ اگر دو صفتیں بدلیں تو وضو جائز

---

[1] الھدایۃ　الماء الذی یجوز بہ الوضوء　المکتبۃ العربیۃ کراچی　۱/ ۱۸

[2] البحرالرائق　کتاب الطہارۃ　سعید کمپنی کراچی　۱/ ۶۹

[3] 〃　〃　〃　۱/ ۷۰

ای علی شیئ من المحامل الاربعۃ وذلك لانہ لیس فی الضابطۃ قسم یمنع بتغیر الثلثۃ دون الاثنین قال والذی یظھران مرادہ من البعض البعض الاقل وھوالواحد کما ھی عبارۃ القدوری تصحیحا لکلامہ ویدل علیہ قولہ فی شرحہ فغیر بعض اوصافہ من طعم او ریح اولون ذکرہ باو التی ھی لاحد الاشیاء بعد من التی اوقعھا بیانا للبعض ولایظھر لتغییر عبارۃ القدوری فائدۃ[1] اھ۔

ہوگا یا سب بدل جائیں تو وضوء جائز نہ ہوگا ، اور یہ بھی کہا کہ یہ ایسی عبارت ہے جس کو کسی شے پر محمول نہیں کیا جاسکتا کما لا یخفی یعنی چار محامل میں سے کسی پر بھی یہ محمول نہیں ہے کیونکہ ضابطہ میں کوئی ایسی شق نہیں ہے جو اس بات پر دال ہو کہ تمام اوصاف بدلنے پر تو وضو کرنا منع ہے اور دو کے بدلنے پر منع نہ ہو، فرمایا جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بعض اوصاف سے اس کی مراد بعض کا کم تر حصہ ہے جو تین میں سے ایک صفت ہوتا ہے جیسا کہ قدوری کی عبارت اس کلام کی تصحیح میں وارد ہے اور اس کی شرح میں اس کا قول اس پر دلالت بھی کرتا ہے جو یہ ہے ، پس اس نے بعض اوصاف کو بدل دیا ہو، یعنی ذائقہ یا رنگ یا بُو تو اس نے انہیں کلمہ اَوْ کے ساتھ ذکر کیا ہے جو دو اشیاء میں سے ایک کے لیے ہوتا ہے اور کلمہ اَوْ کو مِنْ کے بعد ذکر کیا ہے جس نے ان مذکورہ اشیاء کو بعض کا بیان دیا ہے اور قدوری کی عبارت کی تبدیلی کا کوئی فائدہ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ (ت)

اقول قدمنا[ف] فی الضابطۃ الخامسۃ تحقیق ان بعضاھھنا یشمل الکل فما غیرالکل فقد غیرالبعض فان اخترنا الضابطۃ فلن قولہ تغیربہ بعض اوصافہ صفۃ للزعفران لا للطاھر حتی یکون قیدا فی الحکم فالحکم بالغلبۃ وھی فی کل قسم بحسبہ اما بسلامۃ الاوصاف جمیعا او اکثرھا او

میں کہتا ہوں کہ پانچویں ضابطہ میں ہم تحقیق کرچکے ہیں کہ یہاں بعض کل کو بھی شامل ہے، تو جو شئے جملہ اوصاف کو تبدیل کرے گی وہ بعض کو بھی تبدیل کرے گی، اگر ہم ضابطہ ہی اختیار کرلیں تو میں کہتا ہوں کہ اس کا قول تغیربہ بعض اوصافہ "زعفران" کی صفت ہے نہ کہ "طاہر" کی حتی کہ بعض اوصاف کا بدلنا حکم کے لیے قید ہو۔ پس حکم غلبہ کے اعتبار سے ہوگا اور غلبہ ہر قسم میں مختلف نوعیت

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

الرقۃ وحدھا وان تغیرت وھذا فی الجامد ومنہ الزعفران فالماء الغالب وان تغیر بہ بعض اوصافہ ولو فی ضمن الکل ما دامت الرقۃ باقیۃ ولا حاجۃ الی التقیید لان الکلام فی الماء وما ثخن لیس بماء فھذا توفیق عبارۃ المجمع بالضابطۃ ولا صعوبۃ فیہ اما علی المذھب فنقول تغیر بہ صفۃ لطاھر والمعنی نجیزہ بماء خالطہ طاھر فغیر بعض اوصافہ حتی الکل ما دام الماء غالبا قدرا وطبعا واسما فالکلام وجیہ صحیح لایحتاج الی تمحل للتصحیح فلیکن۔

کا ہوگا یا تو تمام اوصاف سلامت رہیں یا زیادہ اوصاف یا صرف پتلا پن اگرچہ اوصاف بدل جائیں، اور یہ حکم جامد میں ہوگا جس میں زعفران بھی ہے، تو پانی اُس وقت تک غالب ہوگا جب تک اس کا پتلا پن باقی رہے اگرچہ اس کے بعض اوصاف بدل جائیں۔ چاہئے کل اوصاف کے ضمن میں ہی تبدیل ہوئے ہوں، تو اب قید لگانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ گفتگو پانی میں ہو رہی ہے اور جو سخت ہوجائے وہ پانی ہی نہیں رہتا تو مجمع کی عبارت کی ضابطہ کے ساتھ تطبیق یوں ہے، اور اس میں کوئی مشکل بھی نہیں ہے۔ اگر مذہب کو ہی ملحوظ رکھیں اور کہیں کہ تغیر بہ بعض اوصافہ طاہر کی صفت ہے تو پھر معنی یہ ہوگا ہم اس پانی سے وضوء کی اجازت دیتے ہیں جس کے ساتھ کوئی پاکیزہ چیز مل کر اس کے بعض اوصاف کو بھی بدل دے یہاں تک کہ کل کو بھی جب تک پانی مقدار، طبیعت اور نام کے اعتبار سے غالب رہے تو کلام بالکل صحیح اور بے غبار ہے۔ اس کی تصحیح کے لیے کسی تکلیف کی ضرورت نہیں کہ اس کا ارتکاب کیا جائے۔ (ت)

السادس والعشرون

وقال العلامۃ الشامی فی المنحۃ اقول قول المجمع ونجیزہ بغالب علی طاھر لایخلو اما ان یحمل علی الاعم من الجامد والمائع او علی الجامد فقط ولا سبیل الی حملہ علی الماء فقط لقولہ کزعفران فان حمل علی الاعم لایصح حمل البعض علی الواحد لان غلبۃ المخالط الجامد تعتبر بانتفاء الرقۃ لابالاوصاف فضلا

چھبیسواں، علامہ شامی نے منحہ میں کہا ہے میں کہتا ہوں کہ مجمع کا قول تجیزہ بغالب علی طاھر خالی نہیں، یا تو جامد اور مائع دونوں پر محمول کیا جائے گا یا فقط جامد پر اور فقط مائع پر محمول کرنا درست نہیں بوجہ اس کے قول کزعفران کے، پس اگر عام مراد ہو تو بعض کو وصفِ واحد پر محمول کرنا درست نہیں کیونکہ جامد ملنے والی شیئ کا غلبہ پتلا پن ختم ہوجانے سے ہوگا تمام اوصاف کی تبدیلی سے نہیں چہ جائیکہ ایک وصف کی تبدیلی سے

عن وصف واحد وایضا بالنظر الی المخالط المائع لاتثبت الغلبۃ فیہ بوصف واحد مطلقا فانہ اذا کان مخالفا للماء فی کل الاوصاف یعتبر ظہورھا کلھا او اکثرھا وان حمل علی الجامد فقط فقد علمت مما قررناہ مایرد علیہ من انہ یعتبر فیہ انتفاء الرقۃ والسیلان وان تغیرت الاوصاف کلھا مالم یزل عنہ اسم الماء کما یأتی التقیید بہ فلا فرق بین الزعفران وبین ماء الباقلاء والحبان الذی فی الینابیع والظہیریۃ فکما اعتبر فیہ انتفاء الرقۃ فلیعتبر فی الزعفران نعم فی عبارۃ المجمع تأمل من حیث افہامھا انہ لو تغیر الاوصاف کلھا لایجوز الوضوء بہ فانہ لیس علی اطلاقہ فیقید بانتفاء الرقۃ اویقال اذا تغیرت الاوصاف کلھا بنحو الزعفران یزول اسم الماء عنہ غالبا فقد ظہر لك امکان حملھا علی ما قررہ وان حملھا علی ان المراد بالبعض الواحد کما ھو ظاھر عبارۃ شرحہ یقوی الاشکال فیجب تأویل ما فی شرحہ علی انہ لیس المراد تغیر واحد فقط او علی ان او بمعنی الواو فینتظم الکلام واللّٰہ تعالٰی ولی الالھام[1] اھ

غلبہ ہو، نیز ملنے والی مائع شے کو دیکھتے ہوئے تو ایک وصف کے ظاہر ہونے سے کسی صورت میں غلبہ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ جب وہ شے تمام اوصاف میں پانی کے مخالف ہو، تو تمام یا اکثر اوصاف کا ظہور غلبہ کیلئے معتبر ہوگا، اور اگر اسے فقط جامد پر محمول کریں تو آپ کو ہماری گفتگو کے ذریعہ اس پر وارد ہونے والا اعتراض معلوم ہے کہ اس میں غلبہ کا اعتبار پتلے پن کے زوال اور بہنے کی صلاحیت ختم ہونے سے ہوتا ہے اگرچہ تمام اوصاف بدل جائیں جب تک اس سے پانی کا نام سلب نہ ہوجائے جیسا کہ قید آرہی ہے تو اب زعفران اور لوبیا کے پانی میں کوئی فرق نہ ہوگا پس وہ مجاز جو ینابیع اور ظہیریہ میں ہے کہ جیسے اس میں پتلاپن کے نہ ہونے کا اعتبار کیا ہے یونہی زعفران میں بھی ہونا چاہئے ہاں سمجھانے کے اعتبار سے مجمع کی عبارت قابلِ غور ہے کہ اگر تمام اوصاف بدل جائیں تو اس پانی سے وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ اپنے اطلاق پر نہیں رہا تو اسے پتلاپن کے نہ ہونے سے مقید کرنا ضروری ہے یا یہ کہا جائے کہ جب زعفران جیسی شے سے جملہ اوصاف بدل جائیں تو اس سے اکثر اوقات پانی کا نام زائل ہوجاتا ہے تو بحر والے کی عبارت کے بیان کردہ مفہوم پر محمول کرنا ممکن ہوجائے گا، اور اگر اس کو اس پر محمول کیا جائے کہ بعض سے مراد ایک وصف ہے جیسا کہ شرح کی عبارت اعتراض کو قوی بناتی ہے تو پھر شرح کی عبارت کی یہ تاویل ضروری ہے کہ

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

مراد فقط ایک وصف کی تبدیلی نہیں یا اَوْ بمعنی واؤ کے ہے تو کلام درست ہوجائیگا، اور اللہ تعالیٰ الہام کرنے والا ہے۔ (ت)

اقول اولاً[۱] حدیث الافہام افہمناك حاله۔

میں کہتا ہُوں اولاً تو سمجھانے کی بات کا حال تو ہم نے آپ کو سمجھا دیا۔

وثانیاً اشتبه[۲] علیه رحمه الله تعالٰی غلبة الماء الذی فیه کلام المجمع فان غالب فی کلامه صفة الماء بغلبة المخالط فقال بالنظر الی المخالط المائع لاتثبت الغلبة فیه بوصف واحد مطلقا الخ وانما حقه ان یقول بالنظر الی المخالط المائع لاتبقی غلبة الماء بعد تغیر وصف واحد مطلقا فانه اذا لم یخالف الماء الا فی وصفین فغیر واحدا فقد غلب علی الماء۔

ثانیاً جس پانی کے غلبہ میں مجمع والا گفتگو کررہا ہے شامی علیہ الرحمۃ پر غلبہ کی نوعیت مشتبہ رہی کیونکہ اس کے ہاں اکثر وُہ پانی مراد ہوتا ہے جس پر کوئی مائع چیز ملنے کے بعد غالب آجائے اور اس کے متعلق کہا ہے کہ ملنے والی مائع شی کے پیشِ نظر مطلقاً ایک وصف کی وجہ سے غلبہ ثابت نہیں ہوتا۔ الخ اصل میں تو اسے یُوں کہنا چاہئے تھا کہ ملنے والی مائع شَے کو دیکھتے ہوئے پانی کا غلبہ ایک وصف کی تبدیلی سے قطعاً باقی نہیں رہتا کیونکہ اگر شَے پانی کے صرف دو وصفوں میں مخالف ہو اور ایک وصف کو تبدیل کرے تو پانی کا غلبہ جاتا رہے گا۔

وثالثاً[۳] حاصل ما اطال به رحمه الله تعالٰی بعد تصحیحه بما ذکرنا ان مفاد العبارة علی هذا الحمل غلبة المخالط اذا غیر اکثر من وصف والماء اذا غیر وصفا واحدا هذا بالمنطوق وذاك بالمفهوم والاول باطل فی الجامد مطلقا ولابد من ارادته ولو فی ضمن العموم لقوله کزعفران فان المناط فیه الرقة وان غیر الاوصاف طرا والثانی باطل فی مائع لایخالف الا

ثالثاً عبارت کی وہ تصحیح جو ہم نے ذکر کی ہے اس کے بعد بھی اس کی طویل گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ اس صورت پر محمول کریں تو عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ملنے والی شئی کا غلبہ تب ہوگا جب پانی کے اکثر اوصاف بدل جائیں اور پانی کا غلبہ تب شمار ہوگا جب ایک وصف بدلے ثانی الفاظ سے اول مفہوم سے معلوم ہوتا ہے۔ پہلا جامد میں مطلقاً باطل ہے اگرچہ عموم کے ضمن میں ہو مگر اس کا مراد لینا ضروری ہے کیونکہ اس نے کزعفران کہا ہے جس میں مدار پتلے پن پر ہے اگرچہ تمام اوصاف کو ہی بدل ڈالے

فی وصفین فانہ یغلب اذا غیر وصفا۔ اور دوسرا اُس مائع میں باطل ہے جو صرف دو اوصاف میں مخالف ہو کیونکہ اس میں ایک بھی وصف بدل جانے سے وُہ پانی پر غالب آجاتا ہے۔ (ت)

اقول الاعتراض بالمائع ذھول عن سنن سلکہ ھھنا الامام الضابط واقتفی اثرہ البحر فانھما حملا کل مطلق فی النصوص علی صورۃ خاصۃ فکما حملا الثوط بالرقۃ علی الجامد ولم یرد علیہ ان المائعات تمنع مع بقاء الرقۃ وحملا الغلبۃ بالاجزاء علی المائع الموافق ولم یرد علیہ انہ منقوض بغیرہ وحملا المنع بتغیر وصف واحد علی مائع یخالف فی وصف او وصفین ولم یرد علیہ النقض بما یخالف فی الثلاث فکذا اذا حملا المنع باکثر من وصف علی ما یخالف فی الثلاث کیف یرد علیہ النقض بالمخالف فی وصفین وقد قبلتموہ فی عبارۃ القدوری والکنز والمختار ولم تمنعونہ فی عبارۃ المجمع۔

میں کہتا ہُوں کہ مائع کے ذریعے یہاں اعتراض امام ضابطہ کے طرقِ سلوک سے غفلت کی بناء پر ہے اور صاحبِ بحر نے بھی اس کی پیروی کی ہے کیونکہ یہ دونوں ہر مطلق کو نصوص میں ایک خاص صورت پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ یہ پتلے پن سے مقید کو جامد پر محمول کرتے ہیں حالانکہ اس پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ مائع اشیاء تو پتلا پن باقی رہنے کے باوجود بھی مانع ہوجاتی ہیں، اور جیسا کہ انہوں نے مائع موافق میں غلبہ کو اجزاء کے غلبہ پر محمول کیا ہے اور اس پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے جب مائع غیر موافق ہو اور انہوں نے اس مائع میں جو پانی سے ایک یا دو اوصاف میں مخالف ہو وضو سے ممانعت کو ایک وصف کی تبدیلی پر محمول کیا ہے اور اس پر تین اوصاف کے مخالف ہونے کا اعتراض نہیں کیا، یونہی جب انہوں نے تین اوصاف میں مخالف ہونے کی صورت میں ممانعت کو ایک سے زیادہ وصف کی تبدیلی پر محمول کیا ہے تو اس پر دو اوصاف میں مخالف مائع والا اعتراض کیونکر وارد ہوگا باوجودیکہ آپ قدوری، کنز اور مختار کی عبارات میں اسے قبول کرچکے ہیں تو مجمع کی عبارت میں اسے کیوں منع کردیا؟ (ت)

بقی حدیث الخصوص والعموم فاقول للبحر[2] ان یختار العموم ولا یرد الایراد ان فان[3] التقیید بما یکون حفظا للعموم لا لنفی ماعداہ کقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الحسن والحسین

رہی خصوص وعموم کی بات، تو میں کہتا ہوں کہ صاحبِ بحر کے لیے یہ گنجائش ہے کہ وہ عموم کو اختیار کریں تو اب دونوں اعتراض وارد نہ ہوں گے کیونکہ بعض اوقات قید کو عموم کے برقرار رکھنے کے لیے ذکر کیا جاتا ہے ماعدا کی نفی کے لیے نہیں جیسا کہ

سید اشباب اھل الجنة[1] اذکان فی الکھول من ھو افضل منھما کالخلفاء الاربعة رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین والتقیید لیس قیدا فی الغالب فیکون المعنی نجیزہ بالغالب علی ماغیر بعض اوصافہ لا بالغالب علی ماغیر کلھا ولا فی المغلوب فیکون المعنی نجیزہ بماء خالطہ مغلوب غیر بعض اوصافہ لا بما خالطہ مغلوب غیر الکل فان فسادھما ظاھر لان الماء مھما کان غالبا والمخالط مغلوبا جاز الوضوء بہ قطعا من دون تخصیص ولا تقیید بل ھو تصویر للمغلوب والغلبة لا تقال الا حیث للمرجوح ایضا شیئ من العمل اذلو لم یعمل اصلا کان مضمحلا کالمعدوم لا مغلوبا والعمل فی الرقة ینفی غلبة الماء فلم یبق الا الاوصاف غیران الجامد مغلوب وان عمل فی جمیع اوصاف الماء مادام رقیقا فلو ارادہ خاصة کفی ان یقول غیر اوصافہ ولم یحتج الی زیادة بعض فعلم انہ ارادالتصویر بھما معا والعمل فی الماء الذی تتاتی معہ المغلوبیة فی الجامد والمائع معا لیس الا عملا فی وصف واحد فان

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، کیونکہ بزرگوں میں خلفاءِ اربعہ جیسے لوگ دونوں سے افضل موجود تھے۔ یہ قید درحقیقت غالب کے لیے قید نہیں ہے تو معنٰی یہ ہوگا کہ ہم اس پانی سے وضوء کی اجازت دیتے ہیں جو اس شَے پر غالب ہو جس نے پانی کے بعض اوصاف کو تبدیل کیا ہو، نہ اس پانی سے جس نے اس شَے پر غلبہ حاصل کیا ہو جس نے پانی کے جملہ اوصاف تبدیل کرد ئے ہوں نہ ہی مغلوب کے لئے یہ قید ہے تو معنٰی یہ ہُوا کہ ہم اس پانی سے وضو کو جائز رکھتے ہیں جس میں کوئی مغلوب شے مل کر اس کے بعض اوصاف کو تبدیل کردے نہ اس پانی کے ساتھ جس میں مغلوب ملے اور اس کے جملہ اوصاف کو بدل دے کیونکہ ان دونوں کا فساد ظاہر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب دونوں صورتوں میں پانی غالب اور مخالط مغلوب ہے، تو بغیر کسی قید کے اس سے وضو جائز ہوگا تو یہ دراصل مغلوب کی وضاحت ہوگی اور غلبہ کا اطلاق ہوتا ہی تب ہے جب مرجوع کا عمل بھی کسی حد تک باقی ہو کیونکہ بالکل عمل نہ ہونے کی صورت میں وہ نہ ہونے کے برابر ہوگا جو مضمحل کہلائے گا مغلوب نہیں کہلائے گا اور پتلے پن میں عمل پانی کے غلبہ کی نفی کردیتا ہے تو پانی کے صرف اوصاف ہی رہ جائیں گے مگر یہ کہ جامد چاہے پانی کے تمام اوصاف میں بھی عمل کرے

[1] جامع للترمذی ابواب المناقب امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۸

الجامد وان کان مغلوبا مع العمل فی الکل لکن المائع اذا عمل فی وصفین غلب فوجب ان یراد بالبعض الواحد لیصح تصویر المغلوبیۃ العامۃ للصنفین و ذٰلک فی الجامد مطلقا وفی المائع اذا خالف فی الاوصاف جمیعا ولا یرد النقض بمائع غیرہ کما علمت انہ المہیع الذی سلکاہ وقبلتموہ انتم والناس فی کل مقام علا انہ تصویر والتصویر انما یستدعی وجود صورۃ یصدق فیہا المصور لا استغراقہ جمیع الافراد ھذا ما عندی فی توجیہ کلام البحر۔

مغلوب ہی رہتا ہے جب تک پانی پتلا رہے گا، تو اگر یہی جامد خصوصی طور پر اس کی مراد تھا، تو اتنا کہنا ہی کافی تھا کہ اوصاف کو بدل دے۔ بعض کی قید لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ تو معلوم ہوا کہ صاحبِ مجمع دونوں کی اکٹھی تصویر بتانا چاہتے ہیں اور اس پانی میں عمل جس میں مغلوب جامد اور مائع دونوں کے ساتھ آئے۔ ایک وصف میں عمل کے سوا کچھ نہیں کہ جامد تمام اوصاف میں بھی عمل کرکے مغلوب رہتا ہے جبکہ مائع دو اوصاف میں عمل کرکے غالب آجاتا ہے تو یہ ضروری ہوا کہ واحد سے مراد بعض ہو تاکہ مغلوبیت عامۃ للصنفین کی تصویر درست ہو، اور یہ مغلوبیت عامہ جامد میں مطلقاً ہوتی ہے جبکہ مائع میں جملہ اوصاف میں مخالف ہونے پر ہوتی ہے تو اس پر غیر موافق مائع کا اعتراض وارد نہیں ہوگا جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، کیونکہ اُن کی متعین کردہ راہ کے مخالف ہے۔ اور خود تم نے اور دیگر لوگوں نے بھی اس کو ہر جگہ قبول کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ تصویر ہے جہاں وجودِ صورت ضروری ہے تاکہ جہاں جس کی تصویر بیان کی گئی ہے وہ صادق آسکے وہ تمام افراد کے احاطہ کو نہیں چاہتی، بحر الرائق کے کلام کی میرے نزدیک یہی توجیہ ہے۔ (ت)

ورابعاً بہ علم[1] ان ارادۃ الواحد لا یقوی الاشکال بل علی ھذا التقدیر بہ لہ الانحلال وفی ولو اریدا الاعم[2] لقوی الاعضال فانہ یکون منطوق الکلام غلبۃ الماء اذا تغیر بالمائع لہ وصفان وھذا لاصحۃ لہ علی الضابطۃ اصلا۔

رابعاً، اس سے معلوم ہوا کہ ایک کے ارادہ سے اشکال قوی نہیں ہوتا بلکہ اعتراض کا دفاع ہوتا ہے اور عام مراد ہونے کی صورت میں تنگی بڑھ جاتی ہے کہ بایں صورت کلام کے لفظ یہ ہونگے کہ پانی کا غلبہ تب ہوگا جب اس سے دو وصفوں والے مائع میں تبدیلی ہو اور یہ ضابطہ کے اعتبار سے کسی طرح درست نہیں ہے۔ (ت)

وخامساً[3] ان بنینا الکلام علی ما سبق

خامساً، اگر ہم اعتراض کی بنیاد صاحبِ بحر

الی ذهنه رحمه الله تعالٰی منقلبا ان الکلام فی غلبة المخالط لم یظهر لقوة الاشکال وجه فانك اذا قلت کل مائع غیر للماء وصفا او وصفین فقد غلبه ورد[عہ] علیه مایخالف الماء فی الاوصاف الثلثة کما ورد علی ارادة الواحد ولو قلت کل مائع غیر وصفا واحدا غالب لم یرد ایضا الا هذا فهما متساویان فی الاشکال۔

کے ذہن میں موجود مفہوم کو اُلٹتے ہوئے اس پر رکھیں کہ یہ کلام ملنے والی چیز کے غلبہ کے بارہ میں ہے، تو اعتراض کی قوت کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ جب آپ یہ کہیں کہ ہر وُہ مائع جو پانی کی ایک یا دو صفتیں بدل دے تو وہ پانی پر غالب آجائیگا تو اس پر تین اوصاف میں مخالف کا اعتراض لازم آتا ہے جیسے کہ ایک وصف مراد لینے کی صورت میں وارد ہوتاہے اگر آپ کہیں کہ ہر مائع جو ایک وصف کو بدل دے وہ غالب ہے تو بھی یہی اعتراض وارد ہوگا تو یہ دونوں اشکال میں برابر ہیں۔ (ت)

وسادسا[۱] تأویلکم الاٰخر ان عند تغیر الاوصاف جمیعا بنحو الزعفران یزول اسم الماء غالبا خلاف المشاهد۔

سادساً، تمہاری دوسری تاویل کہ زعفران ایسی شے کے ساتھ پانی کی تمام صفات بدل جانے سے اکثر طور پر پانی کا نام سلب ہوتا ہے یہ مشاہدہ کے خلاف ہے۔ (ت)

وسابعا[۲] خلاف النصوص کما تقدم فی حکم الانبذة وغیرها۔

سابعاً نصوص کے بھی خلاف ہے، جیسا کہ نبیذوں کے حکم میں گزرا۔

وثامنا[۳] مبنی تأویلکم الاول الحمل علی الجامد خاصة اذ هو الذی تدیرون فیه الامر علی الرقة وعدمها ومعلوم ان حدیث الرقة یعم فیه المنطوق و المفهوم فکما ان جامدا غیر جمیع الاوصاف لایمنع مالم تنتف الرقة کذلك ما غیر بعضها لایصلح مالم تبق الرقة فانتفی

ثامناً، تمہاری پہلی تاویل کی بنیاد علی الخصوص جامد پر ہے کیونکہ آپ کے ہاں پتلے پن کے وجود اور عدم وجود پر معاملہ کا مدار ہے اور یہ بات تومعلوم ہے کہ پتلے پن کی بات ظاہری اور ضمنی دونوں صورتوں کو شامل ہے، تو جیسے پانی کی تمام اوصاف کو بدلنے کے باوجود جب تک رقت باقی رہے جامد وضو سے مانع نہیں ہے۔ یونہی جب وُہ بعض

عہ لان الحکم یعم تغیر وصف واحد و ذو الثلثة لایغلب به ۱۲ منه غفرله (م)

کیونکہ حکم وصف واحد کی تغییر کو عام ہے اور تین وصفوں والا اس سے مغلوب نہیں ہوتا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

الفرق بين البعض والكل وبقي القيد ضائعا والمفهوم باطلا وبالجملة لو ارادة بالخصوص لما كان وجه لزيادة البعض الموهمة خلاف الحكم المراد والمنصوص۔

اوصاف کو بدلے تو رقت کے معدوم ہونے پر طہارت کی صلاحیت نہیں رکھے گا، تو بعض اور کل کا فرق باقی نہ رہا قید ضائع گئی اور مفہوم باطل ہوگیا حاصل یہ کہ خاص کر جا مراد لینے پر حکم منصوص و منطوق کے خلاف وہم میں مبتلا کردینے والی لبعض کی قید لگانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (ت)

وتاسعا بون بين ماء نقع فيه الحمص والباقلاء وماء خلط بزعفران فارادة الامر فی الاول علی الرقة صحیحة وفی الثانی لا کما علمت تحقیقه مرارا ولله الحمد ۔

تاسعاً، جس پانی میں چنے اور لوبیا بھگوئے گئے ہوں اور جس پانی میں زعفران مل گیا ہو بڑا دور کا فرق ہے تو پہلی صورت میں معاملہ کی بنیاد پتلے پن پر رکھنا درست ہے دوسری میں نہیں جیسا کہ بار بار آپ کے علم میں آیا وللہ الحمد۔

فهذه ستون بحثا فاخرا
حمدا لربی اولا وأخرا
وقد تقدمت كثير غيرها
وليس يخفى خيرها ومیرها
وكل خير من عطاء المصطفى
صلى عليه الله مع من يصطفى
الله يعطي والحبيب القاسم
صلى عليه القادة الاكارم
ما نال خيرا من سواه نائل
كلا ولا يرجى لغير نائل
منه الرجا منه العطا منه المدد
في الدين والدنيا والاخرى للابد

یہ ساٹھ بحثیں باعثِ فخر ہیں ابتداء اور انتہا میں، تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ان کے علاوہ بھی بہت سی گزرچکی ہیں ان میں سے اچھی اور کمزور کوئی بحث مخفی نہ رہی ہر اچھائی مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عطا سے ہے خدا ان پر جملہ پسندیدہ لوگوں کے ساتھ رحمتیں بھیجے۔ رب دینے والا اور حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تقسیم کرنے والے ہیں اور آپ پر قابلِ احترام قائدین درود بھیجتے ہیں آپ کے غیر سے کسی نے بھی بھلائی حاصل نہیں کی اور نہ کسی دوسرے سے کوئی حاصل کرنے والا امید رکھتا ہے امید بھی آپ سے عطا بھی آپ کی اور مدد بھی آپ کی، دنیا اور آخرت میں ہمیشہ کے لیے۔ (ت)

بالجملہ ضابطہ کا یہ دوسرا حصہ مذہب امام ابویوسف و مذہب امام محمد و نصوصِ متواترۂ مذہب سب کے خلاف ہے مذہب حنفی میں یہ تفصیلیں کہیں نہیں، ہاں کتب شافعیہ میں ان کے قریب تھیں شاید وہیں سے خیال امام ضابطہ میں رہیں۔ امام بدر محمود عینی بنایہ میں فرماتے ہیں:

I

مذهب الشافعي على التحرير ان الماء
اذا تغير احد اوصافه مما لا يمكن حفظ
الماء عنه كالطحلب وما يجري على الماء
من الملح والنورة ونحوها جاز الوضوء
به لعدم امكان صون الماء عنه وان كان
مما يمكن حفظه عنه فان كان ترابا طرح
فيه فكذلك لانه يوافق الماء في كونه مطهرا
فهو كما لو طرح فيه ماء اخر فتغير به
وان كان شيأ سوى ذلك كالزعفران والطحلب
اذا دق وطرح فيه وغير ذلك مما يتغير
الماء منه لم يجز الوضوء به لانه زال
اطلاق اسم الماء بمخالطة ما ليس بطهور
والماء مستغن عنه فصار كاللحم والمائع
المخالط بالماء ان قل جازت الطهارة
به والافلا وبماذا تعرف القلة والكثرة
ينظر فان خالفه في بعض الصفات فالعبرة
بالتغير فان غيره فكثير والا فقليل
وان وافقه في صفاته كماء ورد انقطعت
رائحته ففيما يعتبر به القلة والكثرة
فيه وجهان احدهما ان كانت الغلبة
للماء جازت الطهارة به وان كانت
للمخالط لم يجز ومنهم من قال اذا
كان ذلك قدرا لو كان مخالف الماء في
صفاته لم يغيره لم يمنع ولو خالط الماء
المطلق ماء مستعمل فطريقان اصحهما

امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک جو ضبط میں لایا گیا
وہ یہ ہے کہ پانی کے ایک وصف کو جب ایسی شے
بدل دے جس سے پانی کا محفوظ رکھنا ممکن نہیں مثلاً
پانی پر پیدا شدہ جالا اور پانی پر جو نمک چونہ وغیرہ نظر
آتا ہے تو اس سے وضوء جائز ہوگا کیونکہ پانی کو اس سے
بچایا نہیں جاسکتا اگر پانی کو اس شیئ سے بچانا ممکن ہے
پھر اگر وہ مٹی ہو جو پانی میں ڈال دی گئی ہو تو اس کیلئے
حکم پانی کا ہے کیونکہ یہ پاک کرنے کی صفت میں پانی
کے موافق ہے تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ پانی میں دوسرا
پانی ڈال دیا جائے تو اس سے پانی کا رنگ بدل جائے
اگر کوئی شے مٹی کے علاوہ ہو جیسے زعفران اور پانی کا
خشک جالا جب باریک پیس کر اس میں ڈال دیے
جائیں یا اس کے علاوہ کچھ ایسی اشیاء ہوں جو پاک
ہونے کے باوجود پاک کنندہ نہیں جس سے پانی تبدیل
ہوجاتا ہو تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ غیر طہور
شیئ کے ملنے سے پانی کا نام زائل ہوجاتا ہے تو یہ ایسے
ہوگیا گویا گوشت مل گیا ہو، بہنے والی شیئ اگر پانی میں
تھوڑی ہو تو وضو جائز ورنہ ناجائز ہوگا، قلت اور
کثرت کی پہچان کیونکر ہوگی، تو دیکھا جائے گا کہ اگر
وہ چیز بعض صفات میں پانی کے موافق ہو جیسا کہ عرق گلاب
جس کی خوشبو نہ ہو تو قلت وکثرت دو طریقوں سے
معلوم ہوگی ایک یہ کہ اگر پانی کو غلبہ ہو تو اس کے
ساتھ وضو جائز ہوگا اگر ملنے والی شے کا غلبہ ہو تو
وضو جائز نہ ہوگا ان میں سے کچھ لوگوں کا کہنا ہے
کہ اگر وہ شیئ اتنی مقدار میں ہو کہ وہ اوصاف میں

كالمائع وفيه وجهان وبهذا اقطع جمهورهم وصححه الرافعي[1] الخ وحاصله ان العبرة بالاجزاء انما هي في المائع الموافق للماء في جميع الصفات والا فبالاوصاف وهذا ما ونرع به في الضابطة وان نزاد التفصيل بالخلاف في جميع الاوصاف فيعتبر وصفان او بعضها فواحد والله سبحنه وتعالى اعلم، وصلى الله تعالى وبارك وسلم على سيدنا ومولينا الارأف الارحم شفيع الامم وأله وصحبه وابنه الكريم الغوث الاعظم امين۔

مختلف ہونے کے باوجود پانی کو متغیر نہ کرے تو وضوء سے مانع نہ ہوگی اگر مطلق پانی کے ساتھ مستعمل پانی مل جائے تو اس کے دو طریقے ہیں، صحیح ترین طریقہ یہ ہے کہ مائع کی طرح اس میں بھی دو وجہیں ہوں گی اس طریقہ پر ان کے جمہور علماء نے یقین کیا ہے اور رافعی نے اسے صحیح قرار دیا ہے الخ خلاصہ یہ کہ مائع جب تمام صفات میں پانی کے موافق ہو تو اعتبار اجزاء کا ہوگا ورنہ صفات کا یہی تقسیم ضابطہ میں کی گئی ہے اگرچہ اختلاف کی صورت میں زیادہ تفصیل کی ہے کہ تمام اوصاف مختلف ہوں تو دو صفات کا ورنہ ایک کا اعتبار ہوگا، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علٰی سیدنا ومولٰنا الارأف الارحم، شفیع الامم، وآلہ وصحبہ وابنہ الکریم الغوث الاعظم، آمین (ت)

پنجم ضابطہ نسفیہ کہ جس پانی میں اُس کا غیر ایسا مل جائے کہ غیر نہ رہے اور وُہ پانی پر غالب ہو تو پانی قابلِ وضو نہ رہا آب مقید ہوگیا ورنہ نہیں اور اس کا غلبہ دو طور پر ہے یا تو اجزاء سے کہ اُس کے اجزاء پانی سے زائد [یعنی یا برابر ہوں فان المساوی کالزائد احتیاطا کما مر عن البدائع[2] (کیونکہ مساوی احتیاطاً زائد کی طرح ہے جیسا کہ بدائع سے گزرا۔ ت)] یا کمال امتزاج سے اور یہ بھی دو طور پر ہے یا درختوں کے پی لینے سے یا پانی میں کوئی پاک چیز پکانے سے، جیسے شوربا اور آب باقلا مگر یہ کہ اُس سے زیادت نظافت مقصود ہو جیسے اُشنان وصابون کہ ان کا پکانا مضر نہیں جب تک گاڑھا نہ کر دے امام اجل ابوالبرکات نسفی نے کافی شرح وافی میں فرمایا:

بطلان صفة الاطلاق بغلبة الممتزج وهي بكثرة الاجزاء او بكمال الامتزاج وهو بطبخ الماء بخلط الطاهر كماء

پانی کے مطلق ہونے کی صفت کسی ملنے والی شئے کے غلبہ سے باطل ہوگی غلبہ یا تو اجزاء بڑھ جانے سے ہوگا یا کامل طور پر گھل مل جانے سے اور وُہ یوں

---

[1] البنایۃ شرح الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۹۱

[2] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

الباقلی والمرق او بتشرب النبات الماء حتی یبلغ الامتزاج مبلغا یمتنع خروج الماء عنه الابعلاج والامتزاج بالطبخ انما یمنع الوضوء بہ ان لم یکن مقصود الغرض المطلوب من الوضوء وھو التنظیف کالاشنان و الصابون اذا طبخا بالماء الا اذا غلب ذلك علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ والامتزاج الاختلاط بین الشیئین حتی یمتنع التمییز [۱] اھ

کہ پانی کو کسی پاکیزہ چیز کے ساتھ ملا کر پکایا جائے مثلاً لوبیا کا پانی یا شوربا یا یہ امتزاج جڑی بُوٹیوں کے پانی کو یوں جذب کر لینے کے بعد ہوگا کہ ان سے بغیر مشقت کے پانی کو الگ نہ کیا جا سکے' پکانے سے امتزاج وضو سے اس وقت مانع ہوگا جب اس کے ملانے سے وضو کی کوئی غرض وابستہ نہ ہو مثلاً صابون یا اشنان کو جب پانی میں پکایا جائے البتہ یہ بھی اگر پانی پر یوں غالب آجائیں کہ مخلوط ستو کی مثل شے بن جائیں تو پھر اس پانی سے بھی وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس پر پانی کا نام نہیں بولا جائیگا امتزاج دو اشیاء کا یوں یکجان ہونا کہ انہیں جدا کرنا ممکن نہ ہو۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح کفایہ امام جلال الدین شرح ہدایہ میں ہے **اقول** غلبہ ممتزج و کمال امتزاج اور اس کے اسباب طبخ و تشرب نبات یہ سب مضمون امام زیلعی نے یہیں سے اخذ فرمائے امام اجل نسفی نے غلبہ ممتزج صرف کثرت اجزاء سے لیا تھا انھوں نے اس میں تحن اوصاف اپنی طرف سے اضافہ فرمایا یہاں [۱] سے بھی واضح ہوا کہ کافی و کفایہ تک جو ضابطہ مذہب حنفی میں تھا اس میں اس تفصیل کا پتا نہیں۔

ثم اقول ضابطہ نسفیہ وہی مذہب امام ابو یوسف ہے ضابطہ چہارم بحث دہم میں گزرا کہ اس مذہب معتمد میں مانع چار بلکہ تین ہی ہیں کثرت [۱] اجزائے مخالط جس میں حکماً تساوی بھی داخل اور زوال رقت کہ زوال سیلان کو بالاولٰی شامل اور [۳] زوال اسم یہاں کثرت اجزاء تو وہی ہے اور کمال امتزاج بطبخ و تشرب باقی دو کی صورتے ہیں تو یہ ضابطہ بظاہر مثل عبارات متون ضابطہ جزئیہ ہے کہ ضابطہ یوسفیہ سے باہر نہیں اگرچہ سب صور کو محیط بھی نہیں۔

اقول مگر حقیقۃً وہ کلیہ ہے بلاشبہ غلبہ ممتزج و کمال امتزاج بلکہ صرف غلبہ ممتزج سے باہر کوئی سبب نہیں،

وانما [۲] جعلھا جزئیۃ تفسیرھما ببعض صورھما فلو جعل التفسیر تصویرا لاستقام ؛

اس کو ان کی بعض صورتوں کی تفسیر کا جز قرار دیا ہے حالانکہ اگر اسے تفسیر بنانے کے بجائے تصویر بنا تا

---

[۱] کافی شرح وافی للنسفی

وتم الکلام؛ وھھنا مباحث کثیرۃ لاتخفی علی من احاط بما قدمنا من النقض والابرام؛ واللہ سبحٰنہ ولی الالھام؛

تو درست ہوتا یہاں بہت سی ایسی مباحث ہیں کہ جوان اعتراضات وجوابات کو مکمل پڑھنے سے مخفی نہیں رہ سکتیں جو ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں اللہ الہام کرنے والا ہے۔ (ت)

ششم ضابطۂ رضویہ سبحٰن اللہ فقیر بھی کوئی شے ہے کہ احکام میں زبان کھول سکے حاشا ضابطہ وہی ضابطہ امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے۔ باتباع علماء اس کے اجمال کو مفصل کردیا ہے۔ تفاصیل میں خدمت گاری کلام اکابر کے صدقہ سے جن تحقیقات کا افاضہ ہوا اُن پر ابتنائے تشقیق کیا ہے جملہ ضوابط صحیحہ مذکورہ کو ایک دائرے کے احاطہ میں لیا ہے اس نے بیان کو اظہر واجمع واتور وانفع کرکے ضابطہ کے لیے خلعت جدت سیا ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق (۱) دریا نہر چشمے چاہ باران کا پانی حتی کہ شبنم اپنی حد ذات میں آب مطلق ہے جو کچھ ان کی جنس سے نہیں اگرچہ ان کی شکل ان کے اوصاف ان کے نام پر ہو پانی نہیں اُس سے وضو وغسل نہیں ہوسکتا جیسے ماء الجبن وہی کا پانی درختوں پھلوں کا عرق مٹی کا تیل ستندھی تاڑی ناریل کدو تربوز کا پانی اگرچہ اس میں صرف پانی ہی ہوتا ہیں جو کچھ پتوں شاخوں پھلوں پھولوں سے نکالا جائے یا کافور کے درخت انگور کی بیل کی طرح کاٹنے سے یا آپ ہی ٹپکے یا نمک نوشادر کافور وغیرہا کے پگھلنے یا سونے چاندی رانگ وغیرہا کے گلنے سے حاصل ہو۔

(۲) جو کچھ حقیقۃً پانی ہے (اگرچہ بیچ میں پانی نہ رہا تھا جیسے اولے یا آسمانی برف یا کل کا جب پگھل جائے) یا تو اُس میں کوئی اور چیز (اگرچہ اسی کی جنس سے ہو) داخل ہوگی یا نہیں، اگر نہیں تو وہ مطلقاً آب مطلق ہے لیکن اگر مائے مستعمل ہے جس کا بیان الطرس المعدل میں مفصل گزرا تو اُس سے وضو وغسل جائز نہیں ورنہ مطلقاً صحیح ہے اگرچہ بوجہ ملک غیر یا وقف یا کسی حاجت ضروریہ کی طرف مصروف ہونے یا اور عوارض کے سبب جن کا بیان فصل اول میں گزرا اس سے وضو حرام یا مکروہ ہو اگرچہ بچوں کا ہاتھ پڑنے یا کافر کے چھوتے یا کسی مشکوک شے کے گرنے سے اس کی طہارت میں اوہام پیدا ہوں جب تک نجاست ثابت نہ ہو جائے اگرچہ دیر تک بند رہنے سے اُس کا رنگ بُو مزہ بدل جائے یا ابتداء ہی سے بدلا ہوا ہو اگرچہ کسی تیز خوشبو یا بدبو شئے کے قرب سے اس میں کتنی ہی بُوئے خوش یا ناخوش پیدا ہو جائے، ہاں اگر سردی سے جم جائے یا رقیق نہ رہے جیسے اولے برف اس سے وضو ناجائز ہوگا جب تک پگھل کر پھر اصلی رقت پر نہ آجائے۔

(۳) اگر داخل ہوگی تو دو صورتیں ہیں یا تو پانی سے جُدا رہے گی یعنی اس میں سرایت نہ کرے گی یا خلط ہوجائیگی

اگر جدا رہے (اور یہ نہ ہوگا کہ شئے جامد میں جیسے کنکر وغیرہ پانی میں ڈال دئے جائیں) تو اگر وہ شئ نجس نہیں یا پانی دہ در دہ ہے مطلقاً مطلق وقابلِ وضو ہے اور اگر نجس ہے اور پانی کم تو مطلق ہے مگر لائق استعمال نہ رہے گا۔

(۴) اگر پانی میں خلط ہوگی تو دو صورتیں ہیں وہ ملنے والی شئ بھی اصل میں صرف پانی ہے یا اس کا غیر اگر صرف پانی ہے تو پھر دو صورتیں ہیں اب بھی پانی ہی ہے یا نہیں اگر اب بھی پانی ہی ہے تو اس کے ملنے سے پانی مطلق تو مطلقاً رہے گا ہی اُس سے وضو بھی روا ہوگا مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ آبِ مستعمل اس میں مل جائے اور یہ مقدار میں اُس سے زائد نہ ہو، دوسرے یہ کہ نجس پانی پڑجائے اور یہ دہ در دہ نہ ہو اور یہ وہیں ہوگا کہ وُہ پانی بے کسی دوسری شئے کے مختلط ہوجانے کے ناپاک ہوگیا جیسے آبِ قلیل میں خنزیر کا پاؤں یا بال پڑگیا اور نکل گیا کہ پانی خالص ہی رہا خلط نہ ہوا اور ناپاک ہوگیا ورنہ جو خلط نجس سے نجس ہو اُس کا ملنا اس قسم سے خارج ہوگا کہ یہ صرف پانی کا ملنا نہ ہوا۔

(۵) اگر وہ ملنے والی شئ اب پانی نہیں (اور یہ نہ ہوگا مگر اولے یا برف میں کل کا ہو خواہ آسمانی کہ یہی وُہ صورت ہے کہ پانی بے خلط غیر پانی نہ رہے) تو اگر پانی کی رقت زائل کردے قابلِ وضو نہ رہے گا جب تک وہ شئ پگھل کر پھر پانی نہ ہوجائے اور اگر رقت باقی ہے نہ یوں کہ اولے برف ابھی گھل کر پانی میں مخلوط نہ ہوئے پتھر کنکر کی طرح تہ میں پڑے ہیں کہ یہ تو تیسرا نمبر تھا بلکہ یُوں کہ مقدار میں اتنے کم تھے جن کے خلط سے رقت آب میں فرق نہ آیا تو اُس سے وضو جائز ہے۔

(۶) اگر وہ شئ غیر آب ہے اور پانی میں اتنی خلط ہوگئی کہ پانی اُس سے مقدار میں زائد نہیں تو مطلقاً قابلِ وضو نہیں۔

(۷) اگر پانی مقدار میں زیادہ ہے تو وہ شئے نجس ہے یا طاہر اگر نجس ہے اور پانی دہ در دہ نہیں یا ہے تو نجاست سے اس کے رنگ یا مزے یا بُو میں فرق آگیا تو پانی اگرچہ مطلق ہے قابلِ وضو درکنار بدن میں جائز الاستعمال بھی نہ رہا۔

(۸) اگر وہ دہ در دہ ہے اور کسی وصف میں تغیر نہ آیا تو نجاست کا حکم ساقط اور احکام بعض احکام آئندہ ہونگے۔

(۹) اگر طاہر ہے تو پھر دو صورتیں ہیں اس کا خلط آگ پر ہوا یا الگ۔ اگر آگ سے الگ ہوا اور وہ شئ جامد ہے تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اجماع سے اور مائع ہے تو مذہب صحیح معتمد میں پانی مطلقاً آبِ مطلق ولائق وضو رہے گا اگرچہ رنگ، مزہ، بُو سب بدل جائیں گے مگر دو صورتوں میں، ایک یہ کہ پانی رقیق نہ رہے، اور ہم تحقیق کر آئے ہیں کہ یہ کچھ جامد ہی سے خاص نہیں بہت مائعات بھی مانعاتِ رقت آب ہوتے ہیں دُوسرے یہ کہ شربتِ شہد یا شربتِ شکر یا نبیذ و رنگ کی طرح مقصد دیگر کے لئے شئ دیگر ہوجائے۔

ع۱ آبِ کثیر نجاست کے پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک اُس کا کوئی وصف نہ بدلے اور ظاہر ہے کہ رنگ یا مزہ اُسی وقت بدلیں گے جب اُس نجس کے اجزاء پانی میں خلط ہوں اور یہاں وہ صورت مفروض ہے کہ خلط نہ ہو، ہاں اگر کوئی نجس چیز اس درجہ قوی الرائحہ ہو کہ صرف اس کی مجاورت بلاخلط سے آبِ کثیر کی بُو بدل جائے تو نجس ہوجانا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

(۱۰) اگر خلط آگ پر ہوا تو دو صورتیں ہیں اگر ہنوز وہ چیز پکنے نہ پائی کہ مقصود دیگر کے لیے شے دیگر کرنے پانی سے امتزاج کامل نہ ہونے پایا کہ سرد ہونے پر گاڑھا کر دے اس حالت کے قبل اتار لی تو پانی مطلقاً آبِ مطلق و قابلِ وضو ہے۔

(۱۱) اگر وہ شے پک گئی تو تین صورتیں ہیں پکانے میں صرف پانی مقصود ہے یا صرف وہ شے یا دونوں، پہلی دو صورتوں میں آبِ مطلق رہے گا جب تک اس قابل نہ ہو جائے کہ سرد ہو کر زوال رقت ہو، صورت دوم کی مثالیں بحث اول طبخ میں شنجرف و نشاستہ و آش جو سے گزریں اور صورت اول کا بیان فصل خامس میں آتا ہے اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱۲) صورت سوم میں اگر پانی اس قدر کثرت سے ڈال دیا کہ نہ مقصود دیگر کے لیے ہو سکے گا نہ اُس سے دلدار ہو گا تو مطلقاً مطلق و لائق طہارت ہے۔

(۱۳) اگر اتنا کثیر نہ تھا مگر دلدار نہ ہو سکے گا تو جب مقصود دیگر کے لیے ہو جائے گا قابلِ وضو نہ رہے گا۔

(۱۴) اگر پانی دلدار ہو سکتا ہے تو اگر بالفعل گاڑھا ہو گیا کہ بہانے میں پورا نہ پھیلے گا مطلقاً لائقِ وضو نہ رہا اگرچہ اس میں صابون ہی پکایا ہو جس سے زیادت نظافت مقصود ہوتی ہے۔

(۱۵) اگر بالفعل گاڑھا نہ ہوا مگر ٹھنڈا ہو کر ہو جائے گا تو دو صورتیں ہیں اگر وہ شے مثل صابون وغیرہ زیادت نظافت کے لیے ہے فی الحال اُس سے وضو جائز ٹھنڈا ہونے کے بعد صحیح نہیں۔

(۱۶) اگر زیادت نظافت کے لیے نہیں تو اس سے فی الحال بھی وضو جائز نہیں۔

یہ ہے وہ تحقیق انیق کہ جمیع نصوص صحاح کو متناول اور جملہ ارشادات متون کو حاوی و شامل اور تمام تحقیقات سابقہ پر مشتمل اور سب فروع ممکنہ کے حکم صحیح کو بعونہٖ تعالیٰ کافی و کافل والحمد للہ رب العٰلمین، و افضل الصلوٰۃ واکمل السلام علی خاتم النبیین، سید المرسلین، وعلیھم جمیعا وعلی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین، اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین (حمد اللہ رب العالمین کے لیے ہے اور افضل الصلوٰۃ واکمل السلام خاتم النبیین سید المرسلین پر اور تمام انبیاء پر، اور آپ کے آل واصحاب، اولاد اور گروہ سب پر، آمین، والحمد للہ رب العٰلمین)

فصل خامس بعض جزئیات جدیدہ میں۔ بحمدہ تعالیٰ کتاب میں تین سو سات (۳۰۷) جزئیات مذکور ہوئے۔

(۳۰۸) آبِ مقطر یعنی قرع انبیق میں ٹپکایا ہوا پانی کہ اجزائے ارضیہ وغیرہا کثافتوں سے صاف کرنے کے لیے سادہ پانی رکھ کر آنچ کریں کہ بخارات اُٹھ کر اوپر کے پانی کی سردی پا کر پھر پانی ہو کر ٹپک جائیں یہ پانی کہ محض پانی کی بھاپ سے حاصل ہوا اس کا صریح جزئیہ اپنی کتب میں نظر فقیر سے نہ گزرا،

الاماقدمنا ف ۱۹۰ عن هذا الفاضل المتأخر محشي الدرر الخادمي في بحث وجدل اذ قال في الدرر معللا لعدم جواز الطهارة بماء حصل بذوبان الملح انه انقلب الى طبيعة اخرى فقال اورد الجمد والبخار و اجيب المراد طبيعة غير ملائمة للمائية اھ[1] فافاد السؤال والجواب الجواز بماء يتكون من البخار ولا يبعد ان المراد ماء المطر والبئر فما هما الا ابخرة تستحيل ماء۔

مگر صرف وہی جو ہم نے نمبر ۱۹۰ میں بیان کیا اور وہ الدرر کے ایک فاضل محشی خادمی صاحب کے اس قول سے حاصل ہوا جس کو انہوں نے ایک بحث مباحثہ میں ذکر کیا جبکہ دُرر میں کہا نمک کے پگھلنے سے جو پانی بنا اس سے طہارت کے ناجائز ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ پانی ایک طبیعت کے انقلاب سے حاصل ہوا ہے، تو اس پر علامہ خادمی نے اعتراض کرتے ہوئے برف اور بخار کا حوالہ دیا (کہ اس سے جو پانی بنتا ہے وُہ بھی تو طبیعت بدلا ہوا ہوتا ہے حالانکہ اس سے وضوء جائز ہے) اس کے جواب میں کہا گیا کہ طبیعت سے مراد ایسی طبیعت ہے جو پانی کے مناسب نہ ہو اھ تو اس سوال و جواب نے بخار سے بنے ہوئے پانی سے وضوء کا جواز بیان کردیا۔ کوئی بعید نہیں کہ اس سے مراد بارش اور کنوئیں کا پانی ہو کیونکہ یہ دونوں پانی بخارات کی تبدیلی سے بنتے ہیں۔ (ت)

اقول مگر بعونہ تعالٰی حکم ظاہر ہے کہ وُہ ماءِ مطلق اور اس سے طہارت جائز ہے کہ سمندر کے سوا آسمان و زمین کے عام پانی بخارات ہی سے بنتے ہیں اور گلاب وعرق گاؤزبان وغیرہ وارد نہ ہوں گے کہ وُہ بھی اگرچہ پانی ہی کے بخار ہیں مگر وہ سادہ پانی سے نہ اُٹھے بلکہ جس میں دوسری شے بھگوئی گئی ہے جس نے ان بخارات مستحیلہ کو مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر کردیا لہذا زوالِ اسم ہوگیا انہیں پانی نہیں کہا جاتا بلکہ گلاب وعرق بخلاف آبِ تقطیر کہ پانی ہی ہے اور پانی ہی کہا جائیگا نہ مقصود بدلا نہ نام۔

اقول البتہ ضابطہ امام زیلعی پر گلاب اور سب عرق وارد ہوں گے کہ جامد ہی چیزیں ملیں تو مدار بقائے رقّت پر ہوا اور وہ باقی ہے تو یہ بخارات ازروئے ضابطہ آبِ مطلق ہی سے اُٹھے اور پانی ہی ہو کر ٹپکے اس کے بعد کوئی بات انہیں وہ عارض نہ ہوئی جو بربنائے ضابطہ اُنہیں آبِ مقید کرتے کہ مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر ہوجانا ضابطہ میں نہیں تو بحکم ضابطہ گلاب و ہر عرق سے وضو ہوسکنا چاہئے حالانکہ بالاجماع جائز نہیں۔

ثم رأيت التصريح بهذا الفرع في كتب السادة الشافعية قال العلامة زين

پھر میں نے اس فرع کی تصریح شافعی مسلک کے علماء کی کتب میں دیکھی، امام ابن حجر مکی کے شاگرد علامہ زین

---

[1] حاشیۃ علی الدرر لابی سعید الخادمی کتاب الطہارت مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۲۰

المليباري تلميذ الامام ابن حجر المكي في فتح المعين الماء المطلق ما يقع عليه اسم الماء بلا قيد وان رشح من بخار الماء الطهور المغلی[1] اھ وفي الفتاوی الکبری الفقهية لشيخنه الامام رحمهما الله تعالٰی سئل عن شجر بارض الحبشة يخرج منه عند انتشار الرياح بخار کالدخان ويرشح ماءً کالماء سواء بسواء فهل له حکم الماء في الطهورية فاجاب ليس حکمه حکمه بل هو کالمائع جزما وفارق بخار الطهور المغلی بان ذلك من الماء بخلاف هذا اذ هو کماء الشجر وهو ليس بطهور قطعاً[2]۔

ملیباری نے فتح المعین میں کہا کہ مطلق پانی وہ ہوتا ہے جس کو کسی قید کے بغیر پانی کہا جاسکے اگرچہ وہ اُبلنے والے پاک پانی کی بھاپ سے بنا ہوا ھ اور ان کے استاد و شیخ کے فتاوی کبری فقہیہ میں ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ افریقہ میں ایک ایسا درخت ہے جو ہواؤں کے چلنے پر دُھوئیں کی طرح ایک گیس چھوڑتا ہے اور وہ گیس بعد میں پانی کی طرح بہنے والی صورت اختیار کرلیتی ہے جو بالکل پانی معلوم ہوتی ہے۔ تو کیا درخت کی اس گیس کے پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا حکم پانی والا نہیں ہے بلکہ وہ بہنے والا مادہ ہے جو ابلنے والے پانی کے بخارات سے مختلف ہے کیونکہ یہ تو پانی سے بنتا ہے۔ اور وہ درخت کے پانی کی طرح ہے جس سے طہارت کا حصول بالکل جائز نہیں۔ (ت)

اقول یہ اگر آب مطلق طاہر کے بخارات سے ہے قابلِ طہارت ہے۔

(۳۰۹) کبھی حمام کی چھت اور دیواروں سے پانی ٹپکتا ہے۔

(۳۱۰) آب غطا۔ پانی گرم کیا بھاپ اُٹھ کر سرپوش پر اندر کی جانب پانی کے کچھ قطرے بنے ہوئے ملتے ہیں۔

اقول وہ بدستور آبِ طہور ہے اُس سے سرپا موزوں کا مسح جائز ہے،

لما علمت انہ لیس الامن اجزاء الماء المطلق وتخلل الاستحالۃ الی البخار لایمنع کمیاہ الابار والامطار۔

کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ مطلق پانی کے اجزاء سے بنا ہے اور درمیان میں بخار کی صورت اختیار کرنا، اس کے لیے مانع نہیں ہے جس طرح کنوؤں اور بارشوں کے پانی کہ وہ بھی پہلے بخارات کی صورت میں تھے (ت)

(۳۱۱) کوئی اور چیز پکانے میں جو قطراتِ بخار چپنی (ڈھکنا) پر ملیں۔

---

[1] فتح المعین بشرح قرۃ العین فصل فی شروط الصلوٰۃ مطبع عامر الاسلام ترورنگاڈی کیرلہ ص۲
[2] فتاوی کبری کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲

اقول اس کا حکم مسائل طبخ کی طرف رجوع سے واضح ہوگا اگر وہ شے زیادت نظافت کے لئے ہے اور پانی بالفعل گاڑھا نہ ہوگیا اور کوئی چیز ہے اور پانی ابھی اس قابل نہ ہوا کہ سرد ہوکر رقیق نہ رہے نہ وہ مقصود دیگر کے لئے چیز دیگر ہوگیا اس حالت میں جو بخار اُٹھے آبِ مطلق ہیں کہ آبِ مطلق کے اجزا سے ہیں ورنہ مقید کہ مقید سے ہیں۔

(۳۱۲) اصطبل وغیرہ محل نجاسات سے بخارات اُٹھ کر ٹپکے پاک تو مطلقاً ہیں جب تک ان میں اثر نجاست ظاہر نہ ہو،

فی ردالمحتار فی الخانیۃ ماء الطابق[عہ] نجس قیاسا لا استحسانا وصورتہ اذا احرقت العذرۃ فی بیت فاصاب ماء الطابق ثوب انسان لایفسدہ استحسانا مالم یظھر اثر النجاسۃ فیہ وکذا الاصطبل اذا کان حارا او علی کوتہ طابق اوکان فیہ کوز معلق فیہ ماء فترشح وکذا الحمام فیھا نجاسات فعرق حیطانھا وکواتھا وتقاطر قال فی الحلیۃ والظاھر العمل بالاستحسان ولذا اقتصر علیہ فی الخلاصۃ والطابق الغطاء العظیم من الزجاج او اللبن[1] اھ

ردالمحتار میں خانیہ سے ہے ڈھکنے (سرپوش) کا پانی قیاس کے طور پر نجس ہے استحسان کے طور پر نجس نہیں، اس کی صورت یُوں ہوگی کہ کسی کمرے میں نجاست کو آگ سے جلانے کی بنا پر حرارت (سے مرطوب بخارات بن کر ڈھکنے پر جمع ہوکر ٹپکنے) پر وہ قطرے کسی کے کپڑوں کو لگے تو استحسان کے طور پر کپڑے ناپاک نہ ہوں گے جب تک ان قطرات میں نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہوں، اسی طرح اصطبل میں حرارت اور چھت پر ڈھکنا ہونے کی صورت میں یا وہاں کوئی پانی کا مٹکا ہونے کی صورت میں پانی ٹپکنا شروع کردے۔ اسی طرح کسی حمام میں اگر مختلف نجاستیں ہوں تو وہاں دیواروں اور چھت پر قطرے بن کر ٹپکنے لگیں حلیہ میں کہا تو ظاہر یہی ہے کہ استحسان پر عمل کیا جائیگا اسی لیے خلاصہ میں صرف استحسان والے حکم (طہارت) کو ذکر کیا گیا ہے اور طابق شیشے یا مٹی کے بڑے ڈھکنے کو کہتے ہیں۔ (ت)

اقول مگر طہور و قابلِ طہارت نہیں اگر آبِ مطلق کے سوا اور رطوبتوں سے ہوں کما لایخفی۔

(۳۱۳) سونٹھ کا پانی جنجربیٹ۔

(۳۱۴) میٹھا پانی لیمنیڈ ان کا آبِ مطلق تو نہ ہونا صاف ظاہر۔

عہ طابق شیشے یا مٹی کے بڑے ڈھکنے کو کہتے ہیں۔ (م)

[1] ردالمحتار، باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۸

(۳۱۵) کھاری پانی سوڈا واٹر بھی قابلِ طہارت نہیں اگرچہ اُس میں کوئی جُز نہ ڈالا صرف گیس کی ہوا سے بنایا ہو،

فانه لا شك فی سرایة الهواء المذکور فی الماء عند فورانه وتغییره طعمه وجعله شیئا اٰخر لمقصود اٰخر۔

کیونکہ بلاشبہ مذکور ہوا (گیس سوڈا) پانی میں سرایت کرتی ہے جس سے پانی ابلتا ہے اور ذائقہ تبدیل ہوجاتا ہے اور یہ (سوڈا گیس) پانی کو کسی اور مقصد کے لئے دوسری چیز بنادیتا ہے۔ (ت)

اقول یہ تینوں پانی بھی ضابطہ پر وارد ہیں جبکہ ان کا اصطناع جامدات سے ہو کر رقت ضرور باقی ہے،

الا ان یدعی فی الثالث ان الهواء من المائعات لجریانه منبسطا علی هیئة بل هو ابلغ فیه من الماء لکونه الطف منه فهذا مائع یخالف الماء فی الطعم وقد غیره فتقیید فلا یخرج الفرع عن الضابطة۔

مگر تیسرے میں یہ دعوٰی کیا جائے کہ ہوا پُرسکون طور پر پھیلتی چلی جاتی ہے لہذا ہوا بھی بہنے والی چیزوں میں سے ہے بلکہ یُوں کہا جائے کہ ہوا زیادہ لطیف ہونے کی وجہ سے زیادہ پھیلتی ہے تو پھر ہوا پانی سے علیحدہ ایک بہنے والی چیز ہے جو اس سے ذائقہ میں مختلف ہے یُوں ہوا نے پانی کو متغیر کردیا اور اب پانی مقید ہوگیا لہذا یہ فرع ضابطہ سے خارج نہ ہوگی (ت)

(۳۱۶ و ۳۱۷) یونہی آبِ افیون و بھنگ اگرچہ رقیق رہیں ناقابلِ وضو ہیں لغلبة الاجزاء بالمعنی الثالث (تیسرے معنٰی کے اعتبار سے اجزا کا غلبہ ہے۔ ت) ضابطہ پر وارد کہ جامدات ہیں اور رقت باقی۔

(۳۱۸) **اقول** بلکہ رقیق چائے بھی خصوصاً اُس صورت میں کہ پانی کے جوش میں نہ ڈالیں بلکہ آگ سے اُتار کر اور رہنے دیں یہاں تک کہ اپنا عمل کرے اور اب وُہ پانی چائے کہلائے کہ یہ صورت طبخ سے جُدا اور اب بنصِ ضابطہ محض رقت پر مدار بلکہ اگر اسے معنیٔ طبخ میں داخل کریں کہ حرارتِ آب نے اُس میں عمل کیا جب بھی ضابطہ پر وارد رہے گی کہ بتصریح امام ضابطہ وغیرہ ائمہ طبخ ہیں وجہ منع کمال امتزاج ہے اور ہم تحقیق کر آئے کہ مانع وہی ہے کہ موجب زوال رقت ہو اگرچہ سرد ہو کر تو جب رقت باقی بڑے ضابطہ ہر طرح جواز چاہئے حالانکہ بلاشبہ بالاتفاق ناجائز ہے،

لزوال الاسم وهو المعتبر فی الباب بتصریح الامام الضابط وسائر الائمة کیف وقد صار شیئا اٰخر لمقصود اٰخر۔

کیونکہ نام ختم ہوگیا ہے جو اس باب میں معتبر ہے اس کی تصریح امام ضابط اور باقی ائمہ نے کی ہے، ایسا کیوں نہ ہوگا حالانکہ دوسرے مقصد کے لیے شَے تبدیل ہوچکی ہے۔ (ت)

(۳۱۹ و ۳۲۰) شلجم گاجر کے اچار کا تہ نشین پانی کہ گاڑھا ہوتا ہے وہ تو ظاہر اوپر کا رقیق پانی

کبھی اُسی وجہ سے ہرگز قابلِ طہارت نہیں اور ضابطہ[1] پر وارد۔

(۳۲۱) گلاسوں میں زیادہ مقدار تک پانی بھر کر اوپر سے تیل ڈال کر روشن کرتے ہیں **اقول** ظاہر ہے کہ یہاں اسبابِ ثلٰثہ سے کوئی سبب مانع نہ پایا گیا، جب تیل جل جائے یا نکل جائے آبِ خالص کے سوا کچھ نہ رہے گا تو اُس سے طہارت جائز ہے۔

(۳۲۲) کبھی خوب صورتی کے لیے وہ پانی رنگین کر کے بھرتے ہیں اگر تغیرِ لون اتنا ہوا کہ رنگ ہوگیا تو اس سے وضو ناجائز ہونا ظاہر **اقول** وھو عندی محمل ما یأتی عن العلامۃ السید ط (میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ علامہ سید طحطاوی کے آئندہ بیان کا محمل ہے۔ ت) اور اب ضابطہ[2] پر وارد جبکہ یہ رنگ جامدات سے ہوا ہو، ہاں اگر یہ حالت نہیں تو قضیۂ اصولِ معتمدہ یوسفیہ جواز ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳۲۳) قدس شریف ملک شام میں بعض لکڑیوں کے ریشے زمین سے نکال کر پانی میں بھگوتے ہیں جس سے پانی سرخ ہو جاتا ہے اور دباغت یعنی چمڑا پکانے کے کام آتا ہے اُس سے وضو جائز نہ ہونا چاہیے اگرچہ رقیق رہے لصیرورتہ شیئا اٰخر لمقصد اٰخر (کیونکہ اب یہ دوسری چیز کسی اور مقصد کے لئے ہوچکی ہے۔ ت) **اقول** مگر اس صورت[3] میں ضابطہ پر وارد درمختار میں تھا کذا ماء الدابوغۃ (دباغت کا پانی بھی ایسے ہے۔ ت) علامہ سید طحطاوی نے فرمایا:

ای مثل ماء الکرم فی ان الاظھر عدم جواز رفع الحدث بہ واخبر بعض من یسکن بلد الخلیل علیہ الصلاۃ والسلام انھم یخرجون عروق حطب من الارض یضعونھا فی الماء فیحمّر فیدبغون بہ الجلد و یسمونہ ھذا الاسم و نحوہ ماء الدبغۃ الاحمر الذی یضعونہ فی القنادیل بمصر للزینۃ۔[1]

یعنی انگور کے درخت کے پانی کی طرح اظہر اس سے طہارت کے بارے میں عدمِ جواز ہے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہر میں رہنے والے ایک شخص نے بتایا کہ ہم زمین سے ایک لکڑی کی جڑیں نکال کر پانی میں ڈالتے ہیں جس سے وہ پانی سرخ ہو جاتا ہے پھر اس سے چمڑے کو رنگتے ہیں اس کا نام ماء الدابوغہ ہے، اور اسی طرح مصر میں خوب صورتی کے لئے قندیلوں میں سُرخ پانی رکھتے ہیں جس کو ماء الدبغہ کہتے ہیں۔ (ت)

(۳۲۴) تہرٹے میں دو چار پان خصوصاً بنے ہوئے اگر پڑ جاتے ہیں سارا پانی رنگین کر دیتے ہیں **اقول** اُس سے وضو میں حرج نہیں کہ طبخ میں وہ امتزاج مانع جو اُسے گاڑھا ہونے کے قابل کر دے۔

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۳

ہاں ضابطہ برجندیہ پر یہ ضرور وارد کہ تغیر تو ہوگیا۔

(۳۲۵) پان کھایا اور مُنہ میں اس کا معتد بہ اثر باقی ہے کُلّیاں کرکے منہ صاف کیا مشاہدہ ہے کہ ان کلّیوں کا پانی اتنا رنگین ہوجاتا ہے کہ اس کے بعد اسی لگن میں پُورا وضو کیا جائے تو سارا پانی رنگ جاتا ہے اگر یہ وضو طاہر نے نہ بہ نیت قربت بلکہ مثلاً محض تبرید کے لئے کیا پانی قابلِ وضو رہے گا کہ اسباب ثلثہ منع سے کوئی سبب نہیں۔

اقول اور ضابطہ پر وارد جبکہ پان خوشبودار نہ ہو کہ ان کُلّیوں کا پانی وہ مائع ہے کہ آبِ مطلق سے رنگ مزہ دو وصفوں میں مخالف ہے اور ایک بدل دیا۔

(۳۲۶) جس گھڑے میں گنے کا رس تھا رس نکال کر پانی بھرا جائے بلاشبہ اس کا مزہ و بُو بدل جاتے ہیں اور اُس سے جوازِ وضو میں شک نہیں کہ وہ یقیناً پانی ہی ہے۔

اقول مگر ضابطہ پر وارد کہ رس کے جو اجزا گھڑے کی سطح اندرونی میں لگے رہ گئے تھے ضرور اجزائے مائع ہیں اور اُن سے دو وصف بدل گئے۔

(۳۲۷) اسی گھڑے میں اگر پانی گرم کیا تو تغیر اور زیادہ ہوجائیگا اور ضابطہ برجندیہ پر ناقض آئیگا۔

(۳۲۸) زخم دھونے کے لئے پانی میں نیم کے پتے ڈال کر جوش دیتے ہیں ان سے اس کا رنگ، مزہ، بُو سب بدل جاتا ہے مگر رقّت میں فرق نہیں آتا۔

اقول مقتضائے اصول معتمدۂ یوسفیہ اُس سے وضو کا جواز ہے یہاں تک کہ اگر زخم اعضائے وضو پر تھا اُس پانی سے دھونے کے بعد اُسے دوسرے پانی سے دھونے یا مسح کی حاجت نہیں کہ یہاں غلبۂ اجزا و غلبۂ طبع نہ ہونا تو بدیہی اور زوالِ اسم بھی نہیں کہ وہ پانی ہی ہے اور پانی ہی کہا جائے گا کوئی دوسری چیز دوسرے مقصد کے لئے نہ ہوگیا مقصود زخم دھونا ہے اور یہ کام خود پانی کا ہے نیم کے پتے اس کے رفع غائلہ و دفع ضرر کے لئے شامل کئے گئے تھے کہ سادے پانی کو زخم چرائے تو نقصان پہنچے ولہذا پتوں کے پکنے نہ پکنے پر یہاں نظر نہیں ہوتی کہ مقصود پانی ہے نہ پتے مگر ضابطہ برجندیہ پر صراحت وارد کہ پانی طبع میں متغیر ہوگیا۔

(۳۲۹ و ۳۳۰) **اقول** بعینہٖ اسی دلیل سے نطول و پاشویہ کا پانی بھی بحکم اصول معتمدہ قابلِ طہارت ہے یہاں تک کہ پاشویہ کے بعد پاؤں یا نطول کے بعد غسل میں سر یا اُس موضع کا جہاں وہ پانی دھار نے میں پہنچا دوسرے پانی سے دھونا ضرور نہ رہا واللہ تعالٰی اعلم یہ صورتیں بھی وہی ہیں کہ مقصود صرف پانی ہے دھار نے امالہ میں تنہا گرم پانی بھی کام دیتا ہے دوائیں زیادت قوت کے لئے ہیں۔

اقول یہ دونوں بھی ضابطہ برجندیہ پر ظاہر الورود۔

(۳۳۱) حُقّے کا پانی اگرچہ دھوئیں کے سبب اُس کا رنگ، مزہ، بُو سب بدل جائیں قابلِ طہارت ہے

اُس کے ہوتے تیمم کی اجازت نہیں ہوسکتی کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) **اگر کہیے** اس میں اور سوڈا واٹر میں کہ صرف گیس کی ہوا سے بنایا گیا کیا فرق ہے وہاں ہوا اور یہاں دُھوئیں نے اوصاف بدل دیے اور پانی میں باقی دونوں نہ رہے۔

اقول فرق وہی ہے کہ بارہا گزرا وہاں زوال اسم ہوگیا کہ اب اسے نرا پانی نہیں کہہ سکتے کہ مقصد دیگر کے لیے شَے دیگر ہوگیا بخلاف اس کے کہ پانی ہی ہے کوئی دوسری چیز نہ ہوگیا۔ اعتبار مقاصد کا بیان بقدر کافی گزرا اور اس کی نظیر آبِ زردج و آبِ زعفران ہے کہ تغیر دونوں میں یکساں اور اول سے وضو روا جب تک رقت باقی رہے یہی صحیح ہے ھدایہ وغیرھا وقدمر فی ۸۱ (ہدایہ وغیرہ اور ۸۱ میں گزرا ہے۔ ت) اور دوم سے ناروا جبکہ رنگنے کے قابل ہوجائے اگرچہ رقت باقی رہے کما تقدم تحقیقہ فی ۱۲۲ (جیسا کہ اس کی تحقیق ۱۲۲ میں گزر گئی ہے۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق اسے روشن تر کرے گا یہ کہ شوربا دار گوشت پکایا اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھائیگا اس گوشت کے کھانے سے حانث ہوگا کہ اس امتزاجِ آب سے گوشت اپنی ذات میں نہ بدلا کہ اس کا مقصود بحالہ باقی لیکن اگر قسم کھائی پانی نہ پیے گا تو شوربا پینے سے حانث نہ ہوگا کہ اس امتزاج گوشت سے پانی بدل گیا کہ مقصود جدید کے لئے ہوگیا۔ یونہی دُودھ میں شکر شہد بقدر شیرینی ملائیے وہ دودھ ہی رہے گا سب اُسے دودھ ہی کہیں گے لیکن پانی میں اُس قدر ملائیے اب اُسے پانی کوئی نہ کہے گا شربت کہیں گے الی غیر ذلک مما یعلمہ المتفطن بالمقایسۃ (اس کے علاوہ دوسری چیزیں جن کو ایک ذہین آدمی قیاس کے ذریعے سمجھ سکتا ہے۔ ت)

(۳۳۲) زمینِ حبش میں ایک درخت ہے کہ جب ہوائیں چلتی ہیں اُس سے دُھواں سا نکلتا ہے اور مینہ کی طرح برس جاتا ہے بعینہٖ مثل پانی کے ہوتا ہے امام ابن حجر مکی نے فرمایا کہ اُس سے وضو جائز نہیں کہ وہ پانی نہیں بلکہ درختوں کی اور رطوبتوں کے مثل ہے کما تقدم (

اقول وقواعدنا لاتأباہ حتی عند من یجوز بمقاطر الکرم فانہ عندہ ماء تشربہ حتی اذا استوی رد الفضل بخلاف ھذا واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے قواعد اس حقیقت کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ جن لوگوں نے انگور کے پودے سے ٹپکنے والے پانی سے وضو کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ پودا خود پانی پیتا ہے اور جب وہ سیر ہوجاتا ہے تو زائد پانی کو واپس پھینکتا ہے بخلاف اسکے۔ (ت)

(۳۳۳) نیز صحرائے حبش میں جہاں پانی نہیں ملتا اہلِ قافلہ زمین میں گڑھا کھودتے اور بعض درختوں کی شاخوں سے اُسے چھپا دیتے ہیں کچھ دیر بعد اُس غار کے اندر سے بخارات اُٹھ کر اُن شاخوں سے لپٹتے

اور پانی ہو کر ٹپک جاتے ہیں جس سے گڑھے میں اتنا پانی جمع ہو جاتا ہے کہ قافلے کو کفایت کرتا ہے فسبحٰن الرحمٰن الرحیم الرزاق ذی القوۃ المتین (مہربان رحم کرنیوالا، رزق دینے والا، مضبوط قوۃ والا پاک ہے۔ت) امام موصوف فرماتے ہیں اس سے بھی وضو جائز نہیں کہ درخت کا عرق ہے نہ پانی۔

قال بعد ما مر وبلغنی ان القوافل بارض الحبشۃ اذا عدموا الماء حفروا حفرۃ ثم ستروھا بشیئ من الشجر وترکوھا مدۃ ثم یصعد بخار من الحفرۃ یعلق بالشجرۃ ثم یرشح مائعا علی ھیأۃ الماء و یجتمع منہ فی الحفرۃ ما یکفیھم وھو غیر طھور کما ھو ظاھر اذ ھو ماء شجر ایضا[1] اھ

اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ صحرائے حبش میں جہاں پانی نہیں ملتا قافلہ والے زمین میں ایک گڑھا کھودتے ہیں اور بعض درختوں کی شاخوں سے گڑھے کو ڈھانپ دیتے ہیں اور کچھ مدّت کے بعد گڑھے سے اُٹھنے والے بخارات اٹھ کر ان شاخوں کو مرطوب کر دیتے ہیں جن سے پانی ٹپکنے لگتا ہے اور وہ گڑھا پانی سے بھر جاتا ہے جس سے قافلے والے اپنی ضرورت پُورا کرتے ہیں یہ پانی بھی پاک کرنے والا نہیں کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ بھی درخت کا پانی ہے اھ (ت)

اقول ظاہراً یہ محل نظر ہے وہ بخارات درخت کے نہیں زمین ہی سے اُٹھے اگر اُن شاخوں کا اثر اُن کو سردی پہنچا کر ٹپکا دینے میں ہے تو بظاہر وہ پانی ہی ہوئے شاخوں نے صرف وہ کام دیا جو آب بارا ں میں کرۂ زمہریر کی ہوا دیتی ہے یا آب چاہ میں زمین کی سردی، ہاں اگر ان کے لپٹنے سے ان شاخوں سے کوئی رطوبت نکل کر ٹپکتی ہے تو بے شک اُس سے وضو جائز نہیں کہ وہ درخت کی تری ہے اور جب تک امر مشکوک رہے حکم عدم جواز ہی ہونا چاہئے کہ مامور بہ پانی سے طہارت ہے اور شک سے مامور بہ ادا نہیں ہوتا واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳۳۴) ماء القطر یا پانی کہ مٹی کے برتن سے رِسے محمود و مصطفٰی پانیوں میں ہے۔

(۳۳۵) یُوں ہی پانی کہ ہڈیوں، گولوں، ریتے پر گزار کر ٹپکایا صاف کیا جاتا ہے۔

(۳۳۶) نشاستہ کا پانی جس کا بیان اواخر رسالہ الرقۃ والتبیان میں گزرا جب اجزائے گندم تہ نشین ہو کر نتھرا پانی رہ جائے یا خلط رہے تو اتنا کہ پانی کو دلدار نہ کرے وہ آبِ مطلق ہے اُس سے وضو جائز ہے جبکہ بے وضو ہاتھ نہ لگا ہو۔

(۳۳۷) آشِ جو کا پانی کہ بار بار بدلا جاتا ہے اگر ٹھنڈا ہو کر دلدار ہونے کے قابل نہ ہو آب مطلق ہے ورنہ نہیں۔

---

[1] فتاوٰی کبرٰی کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲

(۳۳۸) ماء العسل کہ شہد میں دو چند پانی ملاکر جوش دیں یہاں تک کہ دو ثلث جل جائے پانی نہ رہا۔

(۳۳۹) یوں ہی ماء الشعیر کہ جَو جوش دیں یہاں تک کہ کھل کر مہرا ہو جائیں صاف کرکے مستعمل ہوتا ہے بوجہ کمال امتزاج پانی نہ رہا۔

(۳۴۰ و ۳۴۱) یوں ہی ماء الاصول و ماء البزور جڑوں اور تخموں کے جوشاندے۔

(۳۴۲) یوں ہی ماء الرماد کہ پانی میں بار بار راکھ ڈال کر ہر بار جوش دیتے ہیں پھر صاف کرتے ہیں مثل جوشاندہ دوا ہے۔

(۳۴۳) ماء النون کہ ماہی نمکسود سے پانی سا ٹپکتا ہے۔

(۳۴۴) ماء الجمۃ بضم جیم و تشدید میم مفتوح کہ فارسی میں آبکمہ بسکون با وضم کاف و فتح میم مخفف کہتے ہیں دریائے چین و ہرموز میں ایک قسم کی مچھلی کے پیٹ سے خاکستری رنگ کا پانی نکلتا ہے یہ دونوں سرے سے پانی نہیں۔

(۳۴۵ تا ۳۵۰) سونے، چاندی، تانبے، رانگ، لوہے، سیسے کے پانی کہ ماء الذہب، ماء الفضہ، ماء النحاس، ماء الرصاص، ماء الحدید، ماء الاسرب اور سب کو ماء المعدن کہتے ہیں، اس کے تین معنی ہیں:

ایک یہ کہ انہیں آگ میں سُرخ کرکے پانی میں بجھائیں جسے زرتاب آہن تاب وغیرہ کہتے ہیں۔ یہ ۱۳۶ میں گزرا۔

دوم ان کا گداختہ جسے محلول زر وغیرہ کہتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ جنس آب ہی سے نہیں اس کا اشارہ فصل ثانی صدر بیان اضافات میں اور جزئیہ حاشیہ ۱۹۰ میں ازہری ووافی سے گزرا۔

سوم وہ پانی کہ ان کی معادن میں ملتا ہے۔

اقول ان کا تکوّن پارے اور گندھک سے ہوتا ہے اور ان کا دخان و بخار سے اور اس کا اجزائے مائیہ و ہوائیہ سے اگر یہ وہ پانی ہے جس کے بعض سے بخار بنا کہ دھوئیں سے مل کر زیبق ہوا اور وہ کبریت سے مل کر معدن یا اُس بخار کا حصّہ ہے کہ سردی پا کر پانی ہوگیا تو آبِ مطلق ہے اور اگر یہ وہ مادۂ زیبق ہے جس کی مائیت میں کبریتی دخان ملا اور پارا بننے کے لئے مہیا کیا اور ہنوز قلتِ یبوست نے شکلِ آب پر رکھا تو آبِ مقید ہے یا پانی ہی نہ رہا واللہ تعالٰی اعلم۔

متفرق فائدے | فوائد منثورة

(۱) لما اصلح المدقق العلائی فی الدر مغترفا

(۱) امام علائی نے در میں بحر سے اخذ کرکے امام فخر

من البحر ضابطة الامام الفخر لابل حکمها کما اعلمناك فی ۲۸۰ بزیادۃ قید مالم یزل الاسم کنبیذ تمر اعترضه العلامة ش بانه یرد علیه ماقدمناه عن الفتح تأمل[1] ای ما ذکرہ المحقق فی الفتح علی ذکر زوال الرقة فی الاقسام ان الکلام فی الماء وھذا قد زال عنه اسم الماء۔

کے ضابطہ کی حسب اصلاح کی بلکہ اس کو نافذ کیا جیسا کہ ہم نے ۲۸۰ میں بیان کیا ہے کہ اس میں پانی کا نام باقی نہ رہنے کی قید زیادہ کرنی ہوگی جیسے نبیذ تمر۔ تو علامہ شامی نے امام علائی پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اس پر فتح القدیر سے ہمارا پہلے نقل ہوا کلام وارد ہوگا، غور چاہئے اھ یعنی اس سے محقق صاحب فتح القدیر کا وہ کلام مراد ہے جو انہوں نے پانی کے اقسام میں رقت کے زائل ہونے کے بارے میں فرمایا ہے کہ رقت کے ختم ہوجانے پر اس کو پانی نہیں کہا جاتا جبکہ یہ بحث پانی کے بارے میں ہے۔ (ت)

اقول مع قطع النظر عما قدمنا علی الفتح بینھما لون بعید فزائل الرقة لم یبق ماء عرفا ولا لغة بخلاف ھذا کما ذکرنا فی الفصل الثانی قبیل الاضافات ولو سلم ھذا سقطت الاقسام کلھا علی التحقیق فان الاسباب ثلثة کثرۃ اجزاء المخالط وزوال الطبع والاسم وقد انکر المحقق الثانی وانتم الثالث والاول احق بالانکار منه فما فیه ماء ومثلہ او اکثر منه لبن لیس ماء قطعا وان کان فیه ماء۔

میں کہتا ہوں کہ فتح پر ہماری بیان کردہ بحث سے قطع نظر، دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے کہ فتح میں جس کو بیان کیا ہے وہ خالی از رقت چیز ہے جس کو لغت اور عرف میں پانی نہیں کہا جاتا اور یہ جس کو علامہ علائی نے بیان فرمایا ہے وہ رقت اور بہنے والی چیز ہے جیسا کہ انہوں نے اس کو اضافات کی بحث سے قبل دوسری فصل میں بیان کیا ہے اور اگر یہ (رقت ختم ہوگی تو پانی کا نام زائل ہوگا ورنہ نہیں) تسلیم کرلیا جائے تو پھر (پانی سے طہارت کے حصول منافی) تمام اقسام ساقط قرار پائیں گے، کیونکہ (منافی) اسباب تین ہیں، پانی میں ملنے والی چیز کے اجزاء کا غلبہ، پانی کی طبیعت (رقت) کا زوال اور نام کی تبدیلی۔ ان میں سے محقق نے دوسرے اور تم نے تیسرے کا انکار کردیا اور پہلے کا انکار بطریق اولٰی ہوجائے گا، پس جب پانی اور دودھ برابر ہوں یا دودھ زیادہ ہو تو اس کو پانی نہیں کہا جاتا حالانکہ اس میں پانی ہے (یعنی نام تبدیل ہوگیا حالانکہ اس کی رقت باقی ہے)۔ (ت)

(۲) وقع فی شرح النقایة العلامة البرجندی بعد ما نقل عن الھدایة ما قدمنا فی سادس

(۲) علامہ برجندی نے نقایہ کی اپنی شرح میں ہدایہ کے اس مضمون کو جسے ہم نے تیسری فصل کے چھٹے ضابطہ میں

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۳

ضوابط الفصل الثالث ما نصه وفیہا ایضا ان الثمار الیابسۃ اذا وقعت فی الماء فان کان الغالب طعم ذلک الشیئ لایجوز التوضی منہ[1] اھ۔

بیان کیا ہے، نقل کرنے کے بعد کہا، جویہ ہے۔ اور ہدایہ میں بھی ہے کہ اگر پانی میں خشک پھل پڑجائے اور پانی پر اس پھل کا ذائقہ غالب ہوجائے تو اس پانی سے وضو جائز نہیں ہے اھ (ت)

اقول ولیس ایضا فی الھدایۃ ثم ھو خلاف امامی المذھب لما اعلمناک ھناک ان اعتبار الاجزاء دون الاوصاف مجمع علیہ فی الجامد وانما الخلف فی المائع ثم قید الیابسۃ لایظھر لہ فائدۃ الا ان یقال ان الیابس ابطأ تحللا من الرطب فیدل علی طول مکثہ فی الماء فیکثر عملہ وفیہ ان العمل بالتحلل فالرطب اسرع عملا ولا نظر الی مدۃ المکث واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں کہ ہدایہ میں بھی نہیں اور اس کے علاوہ وہ مذہب کے ائمہ کے بھی خلاف ہے جیسا کہ ہم نے آپ کو وہاں بتایا ہے کہ (جامد چیز کے ملنے سے) بالاتفاق غلبہ میں اجزاء کا اعتبار ہے۔ اختلاف تو صرف بہنے والی چیز کے ملنے میں ہے، پھر خشک کی قید بھی بے فائدہ ہے، ہاں اگر یوں کہا جائے کہ خشک دیر سے گُھلتا ہے اس لیے زیادہ دیر پانی میں رہنے کی وجہ سے اس کی تاثیر زیادہ ہوتی ہے لیکن یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ (ذائقہ کے معاملہ میں) پھل کے گُھلنے کا دخل ہے جبکہ پانی میں تازہ سبز پھل جلدی گُھل جاتا ہے۔ اس معاملہ میں پانی میں پڑے رہنے کا کوئی دخل نہیں ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۳) اثبتنا وللہ الحمد عرش التحقیق علی ان العبرۃ فی الطبخ بزوال الطبع ولو مآلا اوالاسم بالمعنی الثالث لا بتغیر وصف او اوصاف وان محمدا ایضا لایعتبرھا فی الجامد واذا اعتبرھا فی المائع لایرسل ارسالا بل یرتب فیقدم اللون ثم الطعم ولا یعتبر الریح اصلا کما بیناہ بکلام الامام ملک العلماء۔

(۳) اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ ہم نے پوری تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ پانی میں پکانے کی صورت میں (ملنے والی چیز کے غلبہ کے لئے) پانی کے ایک وصف یا تمام اوصاف کی تبدیلی کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اس صورت میں پانی کی طبیعت یا نام کے زوال کا اعتبار ہے اگرچہ بعد میں ہو نیز امام محمد رحمہ اللہ بھی جامد چیز میں اس کا اعتبار نہیں کرتے وہ صرف بہنے والی چیز میں اس (وصف کی تبدیلی) کا اعتبار کرتے ہیں وہ بھی

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

ہر طرح نہیں بلکہ اوصاف کی ترتیب کے لحاظ سے' پہلے رنگ پھر ذائقہ (کی تبدیلی) کا اعتبار کرتے ہیں جبکہ بُو کی تبدیلی کا وہ بالکل اعتبار نہیں کرتے جیسا کہ امام ملک العلماء کے کلام سے ہم نے واضح کیا ہے۔ (ت)

فایاك ان تتوھم مماقدمنا من کلامه ثم اذ قال مجیبا للامام الکرخی عن الامام ابی طاھر الدباس فی النبیذ المطبوخ ان المائع الطاھر اذا اختلط بالماء لایمنع التوضوء اذا لم یغلب علی الماء اصلا اما اذا غلب بوجه من الوجوه فلا وھھنا غلب من حیث الطعم واللون وان لم یغلب من حیث الاجزاء[1] اٰہ ان العبرۃ ھھنا للوصف و ان الریح ایضا معتبرۃ وان لاترتیب فی اعتبارھا لقوله اذا غلب بوجه من الوجوه فیصدق بغلبة الریح دون الباقیین وبغلبة الطعم دون اللون فی ذی اللون بل المراد الغلبة بحیث یزول الاسم الاتری الی قوله فی صدر البحث اذا خالطه علی وجه زال عنه اسم الماء[2] وقال فیما یقصد به التنظیف یجوز وان تغیر لون الماء اوطعمه اوریحه لان الاسماء باق وقال الا اذا صار کالسویق لانه حینئذ یزول اسم الماء[3] وقال لوتغیر بالطین اوالاوراق اوالثمار یجوز لانه لم یزل اسم الماء[4] وقال قیاس ماذکرنا

ہم نے ملک العلماء کا کلام پہلے ذکر کیا ہے جہاں انہوں نے امام ابو طاہر کی طرف سے امام کرخی کو جواب دیتے ہوئے پکے ہوئے نبیذ کے بارے میں فرمایا کہ پانی میں بہنے والی کسی پاک چیز کے ملنے سے وضو جائز ہے بشرطیکہ وہ چیز پانی پر غالب نہ ہو اور اگر کسی وجہ سے وہ چیز غالب ہوجائے تو پھر وضو جائز نہ ہوگا اور یہاں (پکے ہوئے نبیذ) میں ذائقہ اور رنگ کے لحاظ سے غلبہ ہوا ہے اگرچہ اجزاء کے لحاظ سے غلبہ نہیں ہے اھ۔ اس کلام سے آپ کو یہ غلط فہمی نہ ہو (کہ یہ ہماری مذکورہ بالا تحقیق کے خلاف ہے) کیونکہ نبیذ مذکور میں (جامد چیز ملنے اور پکے ہونے کے باوجود) وصف کا اور بدبُو بدلنے کا اور اوصاف میں ترتیب نہ ہونے کا اعتبار ہے کیونکہ انہوں نے کسی طرح سے غلبہ کہا ہے جو صرف بُو تبدیل ہونے اور رنگ والی چیز میں صرف ذائقہ بدلنے والی صورت کو بھی شامل ہے۔ یہ اس لئے کہ ملک العلماء کے مذکور کلام میں غلبۂ اجزاء یا زوالِ طبیعت کی بجائے کسی دوسرے مقصد کے لئے) نام کی تبدیلی والا غلبہ مراد ہے۔ اس بحث کی ابتداء میں ان کے حسب ذیل اقوال کو غور سے دیکھیں جب کوئی چیز اس طرح ملے کہ پانی کہنا درست نہ ہو' اور کہا زیادہ صفائی کی غرض سے اگر کوئی چیز ملائی تو اس سے

---

[1] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[2] تا [4] ایضاً ۱/۱۵

ان لا یجوز بنبیذ التمر لتغیر اسم الماء و صیرورته مغلوبا بطعم التمر[1] ثم ذکر مسئلۃ المطبوخ وان الکرخی جوزہ لان اجزاء الماء غالبۃ واجاب عن ابی طاھر بما مرفانما اراد رحمہ اللہ تعالٰی اذا غلب علی الماء بوجہ من الوجوہ بحیث ازال اسمہ۔

وضو جائز ہے اگرچہ پانی کا رنگ، بُو اور ذائقہ تبدیل ہوجائے کیونکہ ابھی اس کا نام باقی ہے۔ اور کہا مگر جب وہ ستّو کی طرح گاڑھا ہوجائے (تو جائز نہیں) کیونکہ اب پانی نہیں کہا جائیگا" اور کہا "اگر پانی میں مٹی یا پتّے یا پھل گرنے سے تبدیلی آئے تو وضوء جائز ہے کیونکہ ابھی اس کا نام پانی ہے" اور کہا "ہمارے مذکورہ قاعدے پر نبیذِ تمر سے وضوء جائز نہیں کیونکہ اس کا نام تبدیل ہوگیا ہے اور وہ کھجور کے ذائقہ سے مغلوب ہوگیا ہے"۔ ان اقوال کے بعد انہوں نے پکے ہوئے پانی میں ملاوٹ کا مسئلہ ذکر کیا ہے اور کہا کہ امام کرخی نے اس سے وضو کو جائز کہا ہے کیونکہ ان کے خیال میں ابھی پانی کے اجزاء غالب ہیں اس کا جواب امام ابوطاہر کی جانب سے ملک العلمائ نے دیتے ہوئے مذکور کلام کیا ہے جس میں انہوں نے کسی وجہ سے پانی پر غلبہ کا ذکر کرکے نام بدلنے والا غلبہ مراد لیا ہے۔ (ت)

وقد اعلمناك انہ لایکون ذلك بالریح المجردۃ وانہ لایکون فی الجامد الااذا صار شیئا اٰخر لمقصد اٰخر ولا یکون ھذا ھھنا الااذا غلب الطعم بحیث یجعلہ نبیذا کما قال نبیذ التمر الذی فیہ الخلاف ھو ان یلقی شیئ من التمر فی الماء فتخرج حلاوتہ الی الماء وقال فیحمل علی ما حلا وخرج عن الاطلاق کما قدمنا فی ۱۱۶ فعلی الطعم المدار ھھنا۔

اور ہم آپ کو پہلے بتا چکے ہیں کہ پانی کا نام نہ تو صرف بُو کی تبدیلی سے زائل ہوتا ہے اور نہ ہی جامد چیز کے ملنے سے پانی کا اس کا نام زائل ہوتا ہے، جب تک وہ کسی دوسرے مقصد کے لئے دوسری چیز نہ بن جائے، اور یہاں نبیذ کے متعلق نام کی تبدیلی ذائقہ کی تبدیلی کے بغیر نہیں ہوتی جس کے سبب نبیذ بنتا ہے، جیسے کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ نبیذ جس میں اختلاف ہے وہ پانی میں کھجوریں ڈالنے پر مٹھاس جب پانی میں منتقل ہوجائے اور کہا کہ نبیذ میٹھا ہوگا اور یہ پانی کے اطلاق سے خارج ہوگا جیسا کہ ہم بحث ۱۱۶ میں پہلے بیان کرچکے ہیں، اسی لئے نبیذ بننے کا دارو مدار ذائقہ پر ہے۔ (ت)

ولیس مما فیہ الترتیب لان اعتبارہ لیس من حیث انہ وصف تغیر بل لانہ تغیر فغیرالماء وصیرہ نبیذا الاترٰی الی ادارتہ

اور اس تبدیلی میں اوصاف کی ترتیب کا دخل نہیں ہے کیونکہ نبیذ میں کسی وصف کی تبدیلی کی بجائے یہ خود ایسی تبدیلی ہے جس نے پانی کو تبدیل کرکے نبیذ کی

---

[1] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

الامر علی خروج حلاوتہ الی الماء والی قولہ لتغیر اسم الماء وصیرورتہ مغلوبا بطعم التمر فلم یذکر اللون ولوکان یکفی الغلبۃ بوجہ من الوجوہ علی معنی توھم لکان الوجہ ذکر اللون لانہ اسبق تغیرا فیہ من الطعم فکان ھو العلۃ للغلبۃ دون الطعم الحادث بعد ماصار مغلوبا فانما ترکہ لان المراد الغلبۃ المخرجۃ عن اسم الماء المجاعلۃ لہ نبیذا وانما یکون ذٰلک بالطعم من دون حاجۃ الی تغیر اللون حتی لوفرض ان من التمر اوشیئ من التمر مایغیر طعم الماء فیجعلہ نبیذا ولایغیر لونہ لکان الحکم المنع وذکرہ فی الجواب عن الدباس بیان للواقع فان الطعم لایتغیر بہ الا وقد تغیر قبلہ اللون فافھم وتثبت ھکذا ینبغی ان تفھم نفائس کلام العلماء واللہ تعالی الموفق۔

حقیقت میں بدل دیا ہے۔ کیا آپ نے نبیذ کے لئے کھجور کی مٹھاس کے منتقل ہونے کو بنیاد قرار دینے اور یہ کہنے پر کہ پانی کا نام تبدیل ہونے اور کھجور کے ذائقے سے مغلوب ہونے اور رنگ کی تبدیلی کا ذکر نہ کرنے پر غور نہیں کیا، اگر صرف کسی وجہ سے غلبہ کافی ہوتا جیسا کہ غلط فہمی ہو رہی ہے تو پھر وجہ میں رنگ کو ذکر کیا جاتا کیونکہ کھجوروں کے ذائقے سے قبل پانی کا رنگ تبدیل ہوتا ہے تو چاہیے تھا کہ رنگ کی تبدیلی کو غلبہ کی وجہ بتایا جاتا اور ذائقہ جو بعد میں پیدا ہوا اس کو وجہ نہ بنایا جاتا اس کا ترک اس لیے کیا ہے کہ غلبہ سے مراد وہ ہے جو پانی کے نام کو ختم کرکے اسکو نبیذ بنادے یہ سب اس لیے کہ پانی کا نام بدلنے اور نبیذ بننے میں صرف ذائقہ کی ضرورت ہے لہٰذا فرض کریں اگر کھجور یا کوئی پھل ایسا ہو جس سے صرف ذائقہ تبدیل ہوا اور پانی کو نبیذ بنادے تو اسکا حکم منع ہے (باقی رہا یہ سوال) کہ ملک العلماء ابوطاہر الدباس کی طرف سے جواب میں ذائقہ کے ساتھ رنگ کی تبدیلی کا ذکر کیوں کیا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے بطور حقیقتِ واقعہ بیان کیا ہے کہ ذائقہ کی تبدیلی سے قبل رنگ کی تبدیلی ضرور ہوتی ہے، سمجھو اور اثبات کرو، علماء کے نفیس کلام کو یُوں سمجھنا چاہیے، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

(۴) اکمال الکلام فی توجیہ قول محمد بالترتیب **اقول** وباللہ التوفیق لاریب سواہ ان اضعف وصف فی الماء ریحہ بل لاریح لہ حقیقۃ کما اشار الیہ ابن کمال الوزیر اذ قال فی الایضاح اوصافہ الطعم واللون والرائحۃ والتغیر علی الحقیقۃ فی الاولین دون الاخیر فلابد من المصیر الی

(۴) "اوصاف کی ترتیب کے بارے میں امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کی توجیہ میں کلام کو مکمل کرنا" میں کہتا ہُوں اللہ کے بغیر کوئی رب نہیں ہے اور وہی توفیق دینے والا ہے، بلاشبہ پانی کا سب سے کمزور وصف اس کی بُو ہے بلکہ حقیقت میں اس کی بُو نہیں ہے، جیسا کہ ابن کمال وزیر نے اشارہ دیا ہے، کیونکہ انھوں نے ایضاح میں کہا ہے کہ پانی کے اوصاف

عموم المجاز اھ ثم لونه حتی قیل لا لون له کما سیأتی واقواھا طعمه ۔

تین ہیں، ذائقہ، رنگ اور بُو۔ تبدیلی پہلے دونوں وصفوں میں حقیقتاً ہوتی ہے اور تیسرے میں نہیں ہوتی، لہٰذا تبدیلی کا اطلاق مجاز کے عموم کے طور پر ہے اھ۔ اور دوسرے نمبر کا کمزور وصف پانی کا رنگ ہے حتی کہ بعض نے کہا کہ پانی کا رنگ نہیں ہے جیسا کہ آئندہ بحث آئے گی، اور پانی کا سب سے قوی وصف اس کا ذائقہ ہے۔ (ت)

ثم ھو شیئ لطیف رطب سریع الانفعال فما خالفه فی شیئ من اوصافه اثر فیه قبل ان یبلغ الماء قدرا فلا یتوقف تغیرا لوصف علی تساوی القدر قط والتغیر فی الاضعف اسبق فما خالفه فی اللون والطعم یکون تغییره اللون قبل ان یتغیر الطعم کما ھو مشاھد فی النبیذ وغیرہ فمن قِبَل ھذا جاء الترتیب ان ما یخالفه لونا لا یعتبر فیه الا اللون لانه ان غلب سلب لونه اولا فاذا لم یسلبه لم یسلب الطعم بالاولی واذا لم یغیرھما فکیف یساوی الماء قدرا فان تغیر الاوصاف اسبق بکثیر من تساوی المقدار فبعدم التغیر فی اللون یعلم انتفاء الاسباب جمیعا اعنی الغلبة من حیث اللون ومن حیث الطعم ومن حیث الاجزاء ویعلم ان المخالط مغلوب فلذا نیط الامر فیه علی تغیر اللون وحده فان تغیر الطعم بعده فذاك والا فلا حاجة لحصول الغلبة باللون نعم ما لا یخالفه فی اللون لا یغیره وان غلب علیه قدرا فیعتبر فیه تغیر الطعم لکونه اسبق من تساوی القدر فان لم یتغیر علم انتفاء التساوی بالاولی وثبت ان المخالط مغلوب

پھر پانی ایک لطیف چیز ہے جو تیزی سے متاثر ہوتا ہے لہٰذا جو چیز پانی کے اوصاف کے خلاف ہوگی وہ مقدار میں پانی کے مساوی ہونے سے قبل ہی پانی پر اثر انداز ہوجاتی ہے اور پانی کے اوصاف کی تبدیلی کے لئے پانی کی مقدار کے برابر ہونا ضروری نہیں، نیز تبدیلی کا عمل سب سے پہلے پانی کے کمزور وصف میں ہوگا لہٰذا جو چیز رنگ اور ذائقہ میں پانی کے مخالف ہوگی وہ پہلے پانی کے رنگ کو اور اس کے بعد ذائقہ کو تبدیل کرے گی جیسا کہ نبیذ وغیرہ میں اس بات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ پانی کے اوصاف میں ترتیب کی بنیاد یہی چیز ہے، لہٰذا اگر پانی میں ملنے والی چیز صرف رنگ میں مخالف ہے تو پانی پر اس کا غلبہ صرف رنگ کے تبدیل ہونے سے ظاہر ہوجائیگا اور اگر وہ چیز غلبہ کی صورت میں پانی کا رنگ تبدیل کرسکے تو ذائقہ کو ہرگز تبدیل نہ کرسکے گی، اور جب یہ چیز ابھی تک پانی کے اوصاف کو تبدیل نہیں کرسکی تو مقدار میں برابر ہونا دُور کی بات ہے کیونکہ مقدار میں مساوی ہونے سے قبل اوصاف میں تبدیلی ہوا کرتی ہے، لہٰذا جب پانی کا رنگ تک تبدیل نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک پانی میں تبدیلی کا کوئی سبب نہیں پایا گیا یعنی رنگ کی تبدیلی، ذائقہ کی تبدیلی اور پانی کے اجزاء کے

وان تغیر فقد غلب وان لم یسا وقد را آما مالا یغیر لونا ولا طعما وانما یکون اذالم یخالف فی شئ منھما اذ لو خالف لسبق التغیر تساوی القدر فھذا الذی تعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء۔

اعتبار سے تبدیلی یعنی اس کے اجزاء کم ہو گئے اور ملنے والی چیز کے اجزاء غالب ہو گئے اور جب تبدیلی کا کوئی عمل ظاہر نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک وہ چیز مغلوب ہے، اور پانی غالب ہے، اس لیے تبدیلی کے ظہور کے لئے صرف رنگ کو معیار قرار دیا گیا ہے کیونکہ باقی تبدیلیاں اس کے بعد ہوتی ہیں ورنہ رنگ میں تبدیلی کی کوئی حاجت نہیں ہے، ہاں اگر کوئی چیز رنگ میں پانی کے مخالف نہ ہو تو اجزاء میں غلبہ کے باوجود اس کے ملنے پر پانی کا رنگ نہیں بدلے گا۔ تو اس صورت میں ذائقہ کا اعتبار رہو گا کیونکہ اجزاء کی تبدیلی (غلبہ) سے قبل ذائقہ کی تبدیلی معیار رہے اور جب ذائقہ کے لحاظ سے تبدیلی نہ ہوئی تو معلوم ہو جائیگا کہ اجزاء کے لحاظ سے بھی تبدیلی نہیں ہوئی (اگرچہ یہ چیز مقدار میں پانی کے مساوی یا غالب بھی ہو جائے) اور ثابت ہو گیا کہ ملنے والی چیز مغلوب ہے اگر ذائقہ تبدیل ہو گیا تو وہ غالب ہو گی اگرچہ مقدار میں برابر نہ ہو، اگر ملنے والی چیز رنگ، ذائقہ دونوں تبدیل نہ کرے اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جب دونوں میں سے کسی کے مخالف نہ ہو کیونکہ اگر وہ مخالف ہوتی تو مساوی المقدار میں تبدیلی آجاتی، تو ایسی صورت میں پانی پر غلبہ کا معیار اجزاء کے اعتبار سے ہو گا (یعنی ملنے والی چیز کی مقدار پانی کے برابر یا زیادہ ہو جانے کو معیار قرار دیا جائیگا) (ت)

فالحاصل ان ما خالفہ لونا او طعما لاعبرۃ فیہ بغلبۃ الاجزاء لا بمعنی انھا توجد ولا تعتبر مالم یتغیر لون او طعم فانہ باطل بداھۃ وفیم ینتظر الوصف مع ثبوت الخروج عن المائیۃ للمرکب قطعا بل بمعنی انھا لا یحتاج الیھا لتعرف الغلبۃ لانھا لا تحصل ھھنا الا وقد غلب المخالط قبلھا وکذلک ما خالفہ لونا لاعبرۃ فیہ للطعم بالمعنی المذکور وھذا معنی ما نص علیہ الرواۃ الثقاۃ فقصروا اعتبار الطعم علی ما یوافقہ لونا واعتبار الاجزاء علی ما یوافقہ فیھما ومثلوا لکل قسم باشیاء علی حدۃ وھذہ عبارۃ زاد الفقھاء ثم البنایۃ وغیرھما نعتبر الغلبۃ اولا من حیث

الحاصل جب رنگ اور ذائقہ کو تبدیل کرنے والی چیز پانی میں ملے گی تو پہلے رنگ دوسرے نمبر پر ذائقہ کو معیارِ غلبہ قرار دیا جائیگا ایسی صورت میں غلبہ کا معیار اجزاء کی مقدار کو نہیں بنایا جائے گا، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رنگ اور ذائقہ میں مخالف چیز اگر مقدار کے لحاظ سے پانی کے مساوی یا زیادہ ہو جائے تب بھی غلبہ نہیں مانا جائے گا کیونکہ یہ واضح طور پر غلط ہے اس لئے کہ اجزائے کے غلبہ سے پانی مغلوب ہو کر اپنی طبع سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ پانی نہیں رہتا بلکہ وہ ایک مرکب چیز بن جاتا ہے بلکہ ابھی اس معیار کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ غلبہ کی پہچان ابھی اس سے کم درجہ کی تبدیلی سے ہو سکتی ہے، رنگ کے لحاظ سے مخالف چیز کی موجودگی میں ذائقہ کے معتبر نہ ہونے کا بھی یہی مقصد ہے

اللون ثم الطعم ثم الاجزاء فان کان لونہ مخالف لون الماء کاللبن والعصیر والخل وماء الزعفران فالعبرۃ باللون فان توافقا لونا لکن تفاوتا طعما کماء البطیخ والشمس والانبذۃ فالعبرۃ للطعم وان توافقا لونا وطعما کماء الکرم فالعبرۃ للاجزاء[1] اھ وعبارۃ ملک العلماء ان کان یخالف لونہ لون الماء کاللبن وماء العصفر والزعفران تعتبر الغلبۃ فی اللون وان کان لایخالف الماء فی اللون ویخالفہ فی الطعم کعصیر العنب الابیض وخلہ تعتبر فی الطعم وان کان لایخالفہ فیھما تعتبر فی الاجزاء[2] اھ وعبارۃ خزانۃ المفتین ینظر ان کان یخالف لونہ لون الماء کاللبن والعصیر والخل والزعفران فالعبرۃ باللون وان کان یوافق لونہ لون الماء نحو ماء الثمار والاشجار والبطیخ فالعبرۃ للطعم ان کان شیئا یظہر لہ طعم فی الماء وذلک نحو نقیع الزبیب وسائر الانبذۃ وان کان شیئا لایظہر طعمہ فی الماء فالعبرۃ لکثرۃ الاجزاء[3] اھ وعبارۃ الحلیۃ ان کان المخالط شیئا لونہ یخالف لون الماء مثل اللبن والخل وماء الزعفران ثم قال وان کان لایخالف فی اللون ویخالف فی الطعم نحو

(یعنی تبدیلی کی پہچان کے لئے پہلے معیار کی موجودگی میں دوسرے نمبر کے معیار کی ضرورت نہیں، لیکن بعد کے نمبر والے معیار کے پائے جانے پر پچھلے معیار کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے)

ثقہ راویوں نے جو بیان کیا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ پانی میں ملنے والی چیز اگر رنگ میں موافق ہو تو ذائقہ اور اگر ذائقہ میں بھی موافق ہو تو پھر غلبہ کے لئے اجزاء اور مقدار کا اعتبار ہوگا۔ اور انہوں نے معیار کی ہر صورت کی مثال علیحدہ دی ہے۔ چنانچہ زاد الفقہاء اور بنایہ وغیرہا کتب میں مذکورہ بیان کی وضاحت یوں کی کہ غلبہ پہلے رنگ کے اعتبار سے ہوگا پھر ذائقہ پھر اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اس کے ساتھ صرف رنگ میں تبدیلی ظاہر کرنے والی چیزوں کی مثال دودھ، پھلوں کا جوس، سرکہ اور زعفران کا پانی، ذکر کی ہے۔ اور کہا کہ ان چیزوں کی وجہ سے جب پانی کا رنگ بدل جائے تو پانی کو مغلوب اور ان چیزوں کو غالب قرار دیا جائیگا اور انہوں نے رنگ میں موافق اور ذائقہ میں مخالف چیز جو پانی میں مل کر پانی کے ذائقہ کی تبدیلی کو ظاہر کرے کے بارے میں فرمایا اس میں ذائقہ معیار ہوگا، اس کی مثال میں انہوں نے تربوز کا پانی، دھوپ والا پانی اور نبیذوں کو ذکر کیا ہے، اور انہوں نے رنگ اور ذائقہ دونوں میں موافق چیزوں کی مثال میں انگور کے پودے کا پانی ذکر کیا ہے

---

[1] البنایۃ شرح الہدایۃ　الماء یجوز بہ الوضوء　ملک سنز فیصل آباد　۱/۱۸۹
[2] بدائع الصنائع　مطلب الماء المقید　سعید کمپنی کراچی　۱/۱۵
[3] خزانۃ المفتین　فصل فی المیاہ　مسائل السؤر　قلمی نسخہ　۱/۹

ماء البطیخ و عصیر العنب الابیض و خلہ ثم قال وانکان لا یخالفہ فیھما تعتبر الغلبۃ فی الاجزاء اھ[1] وعبارۃ البرجندی ان خالف لونہ لون الماء کاللبن والزعفران فالعبرۃ لغلبۃ اللون وان توافقا فیہ فللطعم وان لم یکن لہ طعم ایضا فللاجزاء اھ[2] وھکذا الخصہ البحر کما مر وان زاد الریح من عند نفسہ اذ قال مرادہ ان المخالط المائع انکان لونہ مخالفا تعتبر اللون وانکان لونہ لون الماء فالطعم وانکان لا یخالفہ فی اللون والطعم فالاجزاء اھ[3]

جو پانی میں مل جائے تو پانی پر غلبہ کا اعتبار اجزاء کے لحاظ سے ہوگا (یعنی پانی کی مقدار کے مساوی یا زیادہ ہونے پر پانی کو مغلوب اور انگور کے پودے کے پانی کو غالب قرار دیا جائیگا) اسی طرح ملک العلماء، خزانۃ المفتین، حلیہ، برجندی کی عبارتوں میں یہی مضمون مثالوں میں جزوی اختلاف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ بحرالرائق نے اگرچہ اپنی طرف سے بُو کو بھی ذکر کیا ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے سب کا خلاصہ بیان کردیا ہے۔

فما قدمنا من عبارۃ الامام الاسبیجابی ان غیر لونہ فالعبرۃ للون وان لم یغیر لونہ بل طعمہ فللطعم وان لم یغیر لونہ وطعمہ فللاجزاء اھ علی الصلوح دون الفعلیۃ ای ما صلح لتغییر اللون وھو الذی یخالفہ لونا فالعبرۃ فیہ للون وان لم یصلح لہ بل لتغییر طعمہ بان وافقہ لونا وخالفہ طعما فللطعم وھکذا لا ان المخالط ان غیر اللون فذاک والا ینظر الی تغییرہ طعمہ فان حصل والا عدل الی الاجزاء وذلک لما علمت ان ما

اور ہم نے قبل ازیں امام اسبیجابی کا جو کلام نقل کیا ہے کہ وُہ چیز رنگ تبدیل کرے تو رنگ کا اعتبار اور رنگ کو تبدیل نہ کرے تو پھر ذائقہ کا اعتبار اور اگر رنگ اور ذائقہ دونوں کو تبدیل نہ کرے تو پھر اجزاء اور مقدار کا اعتبار ہوگا اھ تو اس ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز میں تبدیلی مذکورہ کی صلاحیت ہو، ورنہ فعلیت کے لحاظ سے پانی میں ملی ہوئی چیز میں اگر اُوپر والا معیار پایا جائے گا تو نیچے والا ضرور پایا جائے گا۔ یہ ممکن نہیں کہ اوپر والا معیار پایا جائے اور نیچے والا نہ پایا جائے۔ مثلاً جب پانی میں ملنے والی

---

[1] حلیہ

[2] نقایہ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ١/٣٢

[3] بحرالرائق ابحاث الماء سعید کمپنی کراچی ١/٧٠

صلح لتغیر اللون والطعم جمیعا ان لم یغیر اللون لم یغیر الطعم ایضا وما صلح لتغیرھما او احدھما لایمکن ان یکون مغلوبا فیھما غالبا او مساویا فی القدر وان امکن ھذا بطل الحکم بالترتیب ووجب القول باعتبار الثلثۃ مجملا ایھا حصل حصلت الغلبۃ اذا عرفت ھذا فاعلم ان اھل الضابطۃ لم یراعوا ھذا الترتیب بل قالوا ما خالف فی وصفین فایھما تغیر غیّر وما خالف فی الثلثۃ فای اثنین تبدلا بدّلا وبھذا الوجہ اوردنا علیھم ما فیہ سبق الطعم اللون وان کان غیر واقع علی مسلک الضابطۃ الشیبانیۃ کما اوردنا علیھم ما فیہ تغیر الریح وان کان ساقط النظر عندھا وحکمھا بخلاف الضابطۃ الزیلعیۃ ظاھر فی ذوات الریح واما فی سبقۃ الطعم فالقصرھا الحکم علی اللون فی ذی اللون فان وقع سبق الطعم ثبت الحکم وان لم یکن واقعا فی نظرھا۔

چیز اپنی مقدار میں پانی کی مقدار کے برابر یا زیادہ ہوگی تو پچھلے دونوں معیار یعنی ذائقہ اور رنگ والا معیار ضرور تبدیل ہوگا، اور یوں ہی اگر وہ چیز ذائقہ والا معیار رکھتی ہے تو اس کے پائے جانے پر رنگ والا معیار ضرور پایا جائیگا، یہ اس صورت میں جبکہ اوپر والے اور نیچے والے معیار میں موافقت ہو، ورنہ اگر موافقت نہ ہوگی تو پھر تینوں معیاروں میں ترتیب لازمی نہ ہوگی بلکہ پھر مجمل طور تینوں کو معیار قرار دیں گے اور کہیں گے کہ جو بھی پایا جائیگا غلبہ پایا جائیگا۔ اس وضاحت کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ ضابطہ کو بیان کرنے والوں میں سے بعض نے ان معیاروں کی ترتیب کی رعایت نہیں کی اور انہوں نے یوں کہا کہ جو چیز پانی سے دو وصفوں میں مختلف ہے ان دونوں سے جو بھی تبدیل ہوگا تو پانی متغیر ہو جائیگا اور جو چیز تین اوصاف یعنی رنگ، بُو اور ذائقہ میں پانی سے مختلف ہو ان میں سے دو وصفوں میں تبدیلی ہو جانے سے پانی کو متغیر قرار دیں گے تو ان کی اس انداز کی تقریر پر ہم نے ترتیب کو بیان کیا اور کہا تھا سب سے پہلے رنگ کی تبدیلی ہوگی، اگرچہ ضابطہ شیبانیہ پر یہ اعتراض نہیں ہوتا جیسا کہ بُو کی تبدیلی کے بارے میں ہم نے ان پر اعتراض کیا اگرچہ وہ ضابطہ شیبانیہ پر وارد نہیں ہوتا، اس ضابطہ کا حکم زیلعیہ کے برخلاف بُو والی چیزوں میں ظاہر ہے لیکن ذائقہ والی صورت کا پہلے ہونا اس لیے ہے کہ ضابطہ زیلعیہ نے رنگ والی چیز میں حکم کو رنگ کے ساتھ خاص کر دیا تاہم اگر ذائقہ پہلے ہو تو حکم ثابت ہوگا اگرچہ اس ضابطہ کے تحت ذائقہ پہلے نہیں ہوگا۔ (ت)

واقول من قبل الامام ابی یوسف ان اراد تم تغیر وصف بدون زوال الاسم

میں کہتا ہوں، کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کی طرف سے یہ اعتراض کرتا ہوں اگر پانی کا نام تبدیل

فممنوع کما علمت اومایزیله فنعم ولم قلتم یقدم اللون فان الاسم بای شیئ زال اما قولکم هو اضعف فیسبق فی التغیر الطعم ولاعکس قلنا سبقة الفعل کما یکون بضعف المنفعل فلایقاوم بالکسر کذلك یکون بقوۃ الفاعل فلا یقاوم بالفتح وما المانع ان یکون شیئ طعمه اقوی شدیدا من لونه فیعمل فی طعم الماء القوی قبل ان یعمل لونه فی لونه الضعیف وعن هذا **اقول** ان الضابطة الزیلعیة اصابت فی تجویزها غلبة غیراللون قبل اللون والضابطة الشیبانیة اصابت فی صورها فی الحکم فانها لاتسلم تقیید الماء فیها وانکان بناء علی انها لاتقع وعلی هذا التحقیق والتقریر یبتنی کلام الفقیر فی التطفلات علی الضابطة الزیلعیة وعلی البحر وفی ابداء المخالفات بینها وبین الحکم المنقول، علی ضابطة محمد سید الاکابر الفحول، فاعلم ذلك، والحمد للّٰہ خیر مالك۔

ہوئے بغیر کسی وصف کی تبدیلی مراد لیتے ہو تو یہ تسلیم نہیں ہے جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے یا وصف کی تبدیلی سے پانی کے نام کی تبدیلی بھی مراد ہے تو یہ تسلیم ہے، لیکن پھر رنگ کی تبدیلی کو مقدم کیوں کہتے ہو حالانکہ نام کی تبدیلی جس وصف سے ہوجائے وہی مؤثر ہوگا (اور رنگ کے اعتبار کو مفہوم قرار دینے کی وجہ میں) آپ کا یہ کہنا کہ چونکہ رنگ ایک کمزور وصف ہے اس لئے وہ ذائقہ کی نسبت پہلے متغیر ہوجاتا ہے اس لئے ذائقہ کی تبدیلی اس سے پہلے نہیں ہوتی، تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جس طرح اثر کو قبول کرنے والی چیز کی کمزوری کے سبب فعل کی تاثیر جلدی ہوتی ہے کیونکہ وہ چیز رکاوٹ نہیں بنتی اسی طرح اگر فاعل قوی ہو تو بھی تاثیر جلدی ہوسکتی ہے کیونکہ فاعل کو روکا نہیں جاسکتا اور یُوں ہوسکتا ہے کہ کسی چیز کا ذائقہ اتنا شدید ہو کہ وہ رنگ کے مقابلہ میں پانی پر پہلے اثرانداز ہوجائے اسی وجہ سے میں کہتا ہُوں کہ ضابطہ زیلعیہ رنگ سے قبل دوسرے کسی وصف کے مؤثر ہونے کو جائز قرار دینے میں درست ہے، اور ضابطہ شیبانیہ حکم کے بارے تبدیلی کی صورتوں میں درست ہے کیونکہ یہ ضابطہ ان اوصاف کی تبدیلی کی صورتوں میں پانی کو مقید تسلیم نہیں کرتا خواہ یہ صورتیں واقع نہ ہوں، تطفلات میں اس فقیر کے کلام کی یہ تحقیق ضابطہ زیلعیہ اور بحر کے بیان پر مبنی ہے، اور حکم اور ضابطوں کے درمیان مخالفت کا اظہار امام محمد کے ضابطہ پر مبنی ہے کیونکہ عظیم اکابر کے سردار ہیں، اس کو سمجھو اور اللہ تعالٰی کی حمد تیرا بہترین مال ہے۔ (ت)

(۵) بما بینا ان تغیر اللون یسبق مساواۃ القدس یندفع مایتوھم علی ضابطة البرجندی اذ قال فی المخالط بلا طبخ معنی غلبته ان یغلب لونه لون الماء عند محمد والاجزاء الاجزاء

(۵) رنگ کی تبدیلی، اجزاء اور مقدار کے لحاظ سے تبدیلی اور غلبہ پر مقدم ہے۔ ہمارے اس بیان سے علامہ برجندی کے ضابطہ پر ایک اعتراض ختم ہوجاتا ہے، علامہ برجندی نے کہا ہے کہ پانی میں ملی ہُوئی چیز جو

عند ابی یوسف [1] ان محمدا لایعتبر الاجزاء و هو باطل قطعا کما نبھنا علیہ فی الفصل الثالث اول ابحاث غلبۃ الغیر وذلک لان من اعتبر اللون فقد ضیق لان تغیرہ اسبق ولمثل ھذا لم اذکر کثرۃ الاجزاء فی الضابطۃ الشیبانیۃ الافی جھۃ المائع واطلقت القول بالجواز فی الجامد مادامت الرقۃ باقیۃ ولم یصر شیئا اٰخر لمقصد اٰخر وذلک لان الرقۃ تزول بالجامد قطعا قبل تساوی القدر بکثیر وھذا ملحظ ما مر فی البحث المذکور عن البحر عن الحدادی ان غلبۃ الاجزاء فی الجامد [2] بالثلث کما قدمتہ۔

پکائے بغیر مل ہو اس کے پانی پر غالب ہونے کا معیار امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک رنگ کی تبدیلی ہے، اور امام یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اجزاء کا غالب ہونا ہے۔ اس سے بعض نے یہ اعتراض اٹھایا کہ امام محمد رحمہ اللہ اجزاء کے غلبہ کا اعتبار نہیں کرتے، اور یہ اعتراض غلط ہے جیسا کہ ہم نے تیسری فصل میں پانی پر غیر چیز کے غلبہ کی اول بحث میں واضح کر دیا ہے وہ یہ کہ جس نے رنگ کی تبدیلی کو غلبہ کا معیار بنایا ہے اس نے یہ پابندی لگائی ہے کہ رنگ کی تبدیلی پہلے ہو۔ اسی طرح میں نے ضابطہ شیبانیہ میں اجزاء کی کثرت اور غلبہ کو صرف بہنے والی چیز کے بارے میں کہا ہے اور جامد کے بارے میں جب تک پانی کی رقت باقی ہو تو اس سے وضوء کے جواز کو میں نے مطلق ذکر کیا ہے اور رقت کی بقاء کے ساتھ یہ بھی ملحوظ ہے کہ کسی دوسرے مقصد کے لئے دوسری چیز نہ بن چکی ہو، اور یہ اس لیے ہے کہ جامد کی وجہ سے پانی کی رقت اجزاء کے مساوی ہونے سے بہت پہلے ختم ہو جاتی ہے، اور بحر سے حدادی سے مذکور بحث میں جو گزرا کہ جامد کی وجہ سے پانی کی رقت تہائی مقدار سے بھی قبل ختم ہو جاتی ہے یہ اس کا خلاصہ ہے جیسا کہ میں نے وہاں بیان کر دیا ہے۔ (ت)

(۶) بعض علماء کا خیال ہے کہ پانی بے لون ہے خود کوئی رنگ نہیں رکھتا،

حتی عرفہ الفاضل احمد بن ترکی المالکی فی الجواھر الزکیۃ شرح المقدمۃ العشماویۃ بقولہ الماء جوھر لطیف سیال لا لون لہ یتلون بلون انائہ [3] اھ۔

حتی کہ فاضل احمد بن ترکی المالکی نے مقدمہ عشماویہ کی شرح جواہر زکیہ میں اس کی یہ تعریف کی ہے کہ پانی ایسا لطیف بہنے والا جوہر ہے جس کا اپنا کوئی رنگ نہیں بلکہ برتن کے رنگ سے رنگدار دکھائی دیتا ہے اھ (ت)

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲
[2] بحرالرائق " سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰
[3] جواہر زکیۃ

اقول [ف۱] کان علیہ ان یقول یتلون بلون مایخالطہ فان بعد الجملۃ الاخیرۃ غنی عن البیان ولذا قال محشیہ السفطی المالکی انہ لکونہ شفافا یظہر فیہ لون انائہ فاذا وضع فی اناء اخضر فالخضرۃ لم تقم بالماء وانما ھو لرقتہ لایحجب لون الاناء[۱] اھ۔

میں کہتا ہُوں کہ ان پر لازم تھا کہ وہ یُوں تعریف کرتے کہ اس میں ملنے والی چیز سے رنگدار ہوتا ہے کیونکہ آخری جملہ بیان کا محتاج رہتا ہے اسی لیے اس کے محشی سفطی مالکی نے کہا ہے کہ شفاف ہونے کی وجہ سے برتن کا رنگ اس میں ظاہر ہوتا ہے جب سبز برتن میں ڈالیں اور سبزی پانی کو نہیں لگتی بلکہ وُہ رقت کی بنا پر برتن کے رنگ کے لیے حاجب نہیں بنتا اھ (ت)

اقول [ف۲] وقع فی صدر شرح المواقف بحث العلم بالحس الثلج مرکب من اجزاء شفافۃ لالون لہا وھی الاجزاء المائیۃ الرشیۃ[۲] اھ وھو ظاہر فی نفی اللون عن الماء فان قلت منشأ النفی کونہا صغیرۃ جدا فلا یظہر لہا لون۔

اقول کلا الا تری ان البخار یری لہ لون وماھو الا لون الاجزاء المائیۃ وھی فیہ الطف منہا فی الثلج ولذا ینزل ذاک وھذا یعلو والصغیر جدا اذا انفرد لایری فلا یری لونہ واذا اجتمعت الصغار بنت وری لونہا کما فی البخار والدخان بل والھباء کما ذکرناہ فی بعض حواشی اواخر الفصل الاول من رسالتنا النمیقۃ الانقی۔

میں کہتا ہُوں کہ شرح مواقف میں علم بالحس کی بحث میں موجود ہے کہ برف شفاف اجزاء سے مرکب ہے اس کا کوئی رنگ نہیں ہے بلکہ وہ پانی کے باریک اجزا ہیں اھ پانی کے رنگ کی نفی میں یہ عبارت ظاہر ہے۔ اگر تو کہے ہوسکتا ہے کہ اجزاء باریک ہونے کی وجہ سے رنگ ظاہر نہ ہوتا ہو۔ میں کہتا ہُوں کہ ایسے ہرگز نہیں، کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ بادل کے بخارات میں رنگ ظاہر ہوتا ہے اور یہ رنگ پانی کے اجزاء کا رنگ ہے حالانکہ یہ اجزاء برف کے اجزاء سے زیادہ باریک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ برف اوپر سے گرتی ہے اور بخارات اوپر کو اُٹھتے ہیں اور باریک اگر علیحدہ ہو تو وہ نظر نہیں آتا تو اس کا رنگ کیسے نظر آئیگا اور چھوٹے اجزاء جب جمع ہوں تو نظر آتے ہیں تو ان کا رنگ بھی نظر آئے گا جیسا کہ بخارات اور دھوئیں میں بلکہ ذرات میں ایسا ہے جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ النمیقۃ الانقی کی پہلی فصل کے اواخر کے حواشی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

اور صحیح یہ کہ وُہ ذی لون ہے، یہی امام فخر رازی وغیرہ کا مختار ہے جو کلام فقہا مسائل آب کثیر وآب مطلق وغیرہا

---

[۱] حاشیہ سفطی علی مقدمۃ عشماویۃ
[۲] شرح المواقف المرصد الرابع فی علوم الضروریۃ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱/۱۴۳

میں ذکرِ لون متواتر ہے اور ابن ماجہ نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

ان الماء طھور لاینجسہ الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ[1] — بیشک پانی پاک ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں بناتی مگر وہ چیز جو پانی کی بُو اور ذائقہ اور رنگ پر غالب ہوجائے۔ (ت)

سنن دارقطنی میں ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

الماء طھور الا ما غلب علی طعمہ اوریحہ اولونہ[2] — ہر پانی پاک کرنے والا ہے ماسوائے اُس کے جس کے ذائقہ، بُو اور رنگ مغلوب ہوچکے ہوں۔ (ت)

امام طحاوی مرسل راشد بن سعد سے راوی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

الماء لاینجسہ شیئ الا ما غلب علی ریحہ او طعمہ اولونہ[3] — پانی کو کوئی چیز نجس نہیں بناتی مگر وہ چیز جو پانی کے رنگ، بُو یا ذائقہ پر غالب ہوجائے۔ (ت)

اقول اور اصل حقیقت ہے فلا ترد الریح (تو ریح کا ورود نہ ہوگا۔ ت) معہذا مقرر ہوچکا کہ ابصار عادی دنیاوی کے لئے مرئی کا ذی لون ہونا شرط ہے بلکہ مرئی نہیں مگر لون وضیا تو پانی بے لون کیونکر ہوسکتا ہے ولہذا ابن کمال پاشا نے اُس کے حقیقۃً ذی لون ہونے پر جزم کیا کما مرّ انفا (جیسا کہ ابھی گزرا۔ ت) پھر اُس کے رنگ میں اختلاف ہوا بعض نے کہا سپید ہے فاضل یوسف بن سعید سمٰعیل مالکی نے حاشیہ عشماویہ میں یہی اختیار کیا اور اس پر تین دلیلیں لائے:

اول مشاہدہ۔

دوم حدیث کہ پانی کو دُودھ سے زیادہ سپید فرمایا۔

سوم برف جم کر کیسا سپید نظر آتا ہے۔

حیث قال فان قلت ما لون الماء الذی ھو قائم بذاتہ قلت المشاھد فیہ البیاض و یشھد لہ ما ورد فی بعض الاحادیث فی وصف — جب کہا اگر تو کہے کہ پانی کا رنگ جو پانی میں پایا جاتا ہے وہ کیا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ جو رنگ نظر آتا ہے وہ سفید ہے اور اس کی شہادت اس ایک حدیث

---

[1] سنن ابن ماجۃ باب الماء الذی لاینجس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۰

[2] سنن الدارقطنی باب الماء المتغیر مدینہ منورہ حجاز ۱/۲۸

[3] شرح معانی الآثار باب الماء یقع فیہ النجاسۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۸

الماء من کونه اشد بیاضا من اللبن و مما یدل علی ان الماء لونہ ابیض مشاھدۃ البیاض فی الثلج حین جمودہ و انعقادہ علی وجہ الارض اھ[1]۔

سے بھی ملتی ہے جس میں پانی کی صفت میں کہا گیا ہے کہ وہ دُودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس حقیقت پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ پانی جم کر جب برف کی صورت زمین پر گرتا ہے تو اس کا رنگ انتہائی سفید نظر آتا ہے اھ (ت)

اقول اولاً بلکہ شاہد کہ وُہ سپید نہیں و لہذا آبی اُس رنگ کو کہتے ہیں کہ نیلگونی کی طرف مائل ہو۔

ثانیاً سپید کپڑے کا کوئی حصہ دھویا جائے جب تک خشک نہ ہو اس کا رنگ سیاہی مائل رہے گا، یہ پانی کا رنگ نہیں تو کیا ہے۔

ثالثاً دُودھ جس میں پانی زیادہ ملا ہو سپید نہیں رہتا نیلاہٹ لے آتا ہے۔

رابعاً بحر اسود و اخضر و احمر مشہور، اور اسی طرح ان کے رنگ مشہود ہیں اسود تو سیاہی ہے اور سبزی بھی ہلکی سیاہی و لہذا آسمان کو خضرا اور چرخ اخضر کہتے ہیں اور خط کو سبزہ۔ سانوَلی رنگت کو حسن سبز اور سرخی بھی قریب سواد ہے اگر حرارت زیادہ عمل کرے سیاہ ہوجائے جس طرح بعد خشکی خون۔ گہری سرخی میں بالفعل سیاہی کی جھلک ہوتی ہے انگور سبز پھر سرخ پھر سیاہ ہوجاتا ہے۔

خامساً حدیث مبارک در بارۂ کوثر اظہر ہے۔

سقانا اللہ تعالٰی منه بمنه و رأفته، و کرم حبیبه و قاسم نعمته، صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وعلی اٰله و صحبه و امته، اٰمین۔

اللہ تعالٰی اپنے احسان اور مہربانی اور اپنے حبیب اور قاسم نعمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے آل واصحاب اور اُمت پر کرم سے ہمیں حوضِ کوثر سے سیراب فرمائے۔ آمین (ت)

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق پانی کا رنگ سپید ہو، اُسی حدیث میں اُس کی خوشبو مشک سے بہتر فرمائی۔ صحیحین میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حوضی مسیرۃ شھر ماؤہ ابیض من اللبن و ریحه اطیب من المسک[2]۔

میرا حوض ایک مہینے کی راہ تک ہے اُس کا پانی دُودھ سے زیادہ سپید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے بہتر۔

---

[1] حاشیۃ مقدمۃ عشماویۃ

[2] جامع للبخاری کتاب الحوض قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۷۴

اور دوسری روایت میں فرمایا :

ابیض من الورق چاندی سے بڑھ کر اُجلا ۔

حالانکہ پانی اصلاً بُو نہیں رکھتا، خود حاشیہ فاضل سفطی میں دو ورق بعد ہے :

قولہ او ریحہ قال ابن کمال باشا لابد من التجوز فی قولھم تغیر ریح الماء لان الماء لیس لہ رائحۃ ذاتیۃ فالمراد طرأ فیہ ریح لم یکن افادہ شیخنا الامیر آہ و قد اسمعناک نص العلامۃ الوزیر۔

ابن کمال پاشا نے کہا، پانی کی بُو بدلنے والے قول میں مجاز ماننا ضروری ہے کیونکہ اس کی اپنی کوئی بُو نہیں ہے لہٰذا اس قول سے وہ بُو مراد ہوتی ہے جو پانی پر طاری ہوتی ہے۔ ہمارے شیخ امیر صاحب نے یہ نہیں بتایا حالانکہ ہم نے آپ کو علّامہ وزیر صاحب کی تصریح بتادی ہے۔ (ت)

اس کی ضد جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالٰی منہا جس کی آگ اندھیری رات کی طرح کالی ہے مالک و بیہقی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اترونہا حمراء کنارکم ھذہ لھی اشد سوادًا من القار[2]

کیا تم اُسے اپنی اس آگ کی طرح سرخ سمجھتے ہو بیشک وہ تو تارکول سے بڑھ کر سیاہ ہے۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آگ کا اصل رنگ سیاہ ہو یا ہر آگ ایسی ہی ہو خود حدیث کا ارشاد ہے کہ اُسے اس آگ سا سُرخ نہ جانو۔

سادساً بعد انجماد کوئی نیا رنگ پیدا ہونا اس پر دلیل نہیں کہ یہ اُس کا اصل رنگ ہے خشک ہونے پر خُون سیاہ ہوجاتا ہے اور مچھلی کی سرخ رطوبت سپید۔ اسی سے اُس پر استدلال کیا گیا کہ وہ خون نہیں۔

سابعاً ہوا کہ ضیا سے مستنیر ہورہی ہے جب جسم شفاف کے اندر داخل ہوتی ہے اُس کے شفاف اور اس کے چمکدار ہونے سے وہاں ایک ہلکی روشنی پیدا ہوتی ہے جس سے سپیدی نظر آتی ہے جیسے موتی یا شیشے یا بلور کو خوب پیسیں تو اجزاء باریک ہوجانے سے ضیاء اُن کے مابین داخل ہوگی اور دقّتِ فصل کے باعث اُن باریک باریک اجزاء اور اُن میں ہر دو کے بیچ میں اجزائے ضیا کا امتیاز نہ ہوگا اور ایک رنگ کہ دھوپ سے میلا اور اُن کے اصلی رنگ سے اُجلا ہے محسوس ہوگا یہ وہ سپیدی و براقی ہے کہ اُن میں نظر آتی ہے یوں ہی دریا کے

---

[1] حاشیۃ فاضل سفطی

[2] موطا امام مالک ما جاء فی صفۃ جہنم میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۳۳

جھاگ بلکہ پیشاب کے بھی حالانکہ وہ یقیناً سپید نہیں اس کی سپیدی تو مرض ہے بلکہ آئینہ میں اگر درز پڑ جائے وہاں سپیدی معلوم ہوگی کہ اب تابندہ ہوا عمق میں داخل ہوئی یہی وجہ بھی ہوتی اوس کے سپید نظر آنے کی ہے کہ شفاف ہے اور اجزا باریک اور چمکدار ہوا داخل۔

ثامناً ثقیف اجرام کا قاعدہ ہے کہ شعاعیں اُن پر پڑ کر واپس ہوتی ہیں ولہٰذا آئینہ میں اپنی اور اپنے پسِ پشت چیزوں کی صورت نظر آتی ہے کہ اس نے اشعۂ بصر کو واپس پلٹایا واپسی میں نگاہ جس جس چیز پر پڑی نظر آئی گمان ہوتا ہے کہ وہ صورتیں آئینے میں ہیں حالانکہ وہ اپنی جگہ ہیں نگاہ نے پلٹنے میں اُنھیں دیکھا ہے و لہٰذا آئینے میں دہنی جانب بائیں معلوم ہوتی ہے اور بائیں دہنی و لہٰذا شے آئینے سے جتنی دُور ہو اُسی قدر دُور دکھائی دیتی ہے اگرچہ سوگز فاصلہ ہو حالانکہ آئینہ کا دَل جَو بھر ہے سبب وہی ہے کہ پلٹتی نگاہ اُتنا ہی فاصلہ طے کرکے اُس تک پہنچتی ہے اب برف کے یہ باریک باریک متصل اجزا کہ شفاف ہیں نظر کی شعاعوں کو انھوں نے واپس دیا پلٹتی شعاعوں کی کرنیں اُن پر چمکیں اور دھوپ کی سی حالت پیدا کی جیسے پانی یا آئینے پر آفتاب چمکے اُس کا عکس دیوار پر کیسا سفید براق نظر آتا ہے زمین شور میں دُھوپ کی شدت میں دُور سے سراب نظر آنے کا بھی یہی باعث ہے خوب چمکتا جنبش کرتا پانی دکھائی دیتا ہے کہ اُس زمین میں اجزائے صقیلہ شفافہ دُور تک پھیلے ہوتے ہیں نگاہ کی شعاعیں اُن پر پڑ کر واپس ہوئیں اور شعاع کا قاعدہ ہے کہ واپسی میں لرزتی ہے جیسے آئینے پر آفتاب چمکے دیوار پر اُس کا عکس جھل جھل کرتا نظر آتا ہے اور شعاعوں کے زاویے یہاں چھوٹے تھے کہ اُن کی ساقیں طویل ہیں کہ سراب دور ہی سے متخیل ہوتا ہے اور وتر اُسی قدر ہے جو ناظر کے قدم سے آنکھ تک ہے اور چھوٹے وتر پر ساقیں جتنی زیادہ دُور جاکر ملیں گی زاویہ[ع] خورد تر بنے گا اور زوایائے انعکاس ہمیشہ زوایائے شعاع کی برابر ہوتے ہیں اشعۂ بصریہ اُتنے ہی زاویوں پر پلٹتی ہیں جتنوں پر گئی تھیں ان دونوں امر کے اجتماع سے نگاہیں کہ اجزائے بعیدہ صقیلہ پر پڑی تھیں لرزتی جھل جھل کرتی چھوٹے زاویوں پر زمین سے مل مل پلٹیں لہٰذا وہاں چمکدار پانی جنبش کرتا متخیل ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقول ھذا طریق وان اخترنا طریق
میں کہتا ہوں یہ ایک راستہ ہے، اور اگر

ع مثلاً و ح ب۔ و ط ب۔ و ہ ب۔ و س ب مثلثوں میں زاویہ ب قائمہ اور سب میں مشترک ہے تو ہر ایک کے باقی دو زاویے ایک قائمہ کے برابر ہیں لیکن زوایائے ح و ب۔ ط و ب۔ ہ و ب۔ س و ب علی الترتیب بڑھتے گئے ہیں کہ ہر پہلا دوسرے کا جز ہے تو واجب کہ زوایائے ح۔ ط۔ ہ۔ س اُسی قدر چھوٹے ہوتے جائیں کہ ہر ایک اپنے زاویہ کا قائمہ تک تمام ہے چھوٹے کا تمام بڑا ہوگا بڑے کا چھوٹا ١٢ منہ غفرلہ (م)

العضد الذی قال انه الحق واقرہ السید وھو منع ان لابیاض فی الثلج وما ذکر معه والقول بان اختلاط الھواء المضیئ بالاجزاء الشفافة احد اسباب حدوث البیاض وان لم یکن ھناك مزاج یتبعه حدوث اللون قالا ولیس ذلك ابعد مما یقوله الحکماء۔

عضد صاحب کا راستہ اختیار کریں جنہوں نے کہا کہ یہ حق ہے اور سیّد صاحب نے بھی اس کی تائید کی وہ یہ کہ برف میں سفیدی نہ ہونے کا انکار ہے اور اس کے ساتھ مزید یہ قول کہ ہوا کی روشنی شفاف اجزاء میں سفیدی پیدا کرنے کا ایک سبب ہے اگرچہ یہاں کوئی ایسا مزاج نہیں جس کے بعد رنگ پیدا ہوتا ہو ان دونوں نے کہا کہ یہ بات حکماء کے قول سے بعید نہیں ہے۔ (ت)

اقول ای السفھاء من بعض القدماء کما قدم وتبعھم ابن سینا والھیثم کما فی طوالع الانوار وشرح التجرید) فی کون الضوء شرطا لحدوث الالوان کلھا فاذا اخرج المصباح خلاعن البیت المظلم انتفی الوان الاشیاء التی فیھا واذا اعید صارت ملونة بامثالھا لاستحالة اعادة المعدوم عندھم ولا شك ان ھذا ابعد من حدوث البیاض فی الاجزاء الشفافة بمخالطة الھواء من غیر مزاج اھ[1]

(میں کہتا ہوں کہ حکماء سے مراد قدماء میں سے بعض بیوقوف ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے جن کی پیروی ابن سینا اور ابن ہیثم نے کی ہے، جیسا کہ طوالع الانوار اور شرح تجرید ہے) یہ پیروی حکماء کے اس قول میں ہے جس میں حکماء نے تمام رنگوں کے پیدا ہونے میں روشنی کو شرط قرار دیا ہے مثلاً اگر رات کو اندھیرے میں کمرے سے چراغ کو نکال لیا جائے تو کمرے میں موجود تمام رنگدار چیزوں کا رنگ ختم ہو جائیگا اور جب دوبارہ چراغ کو کمرے میں داخل کیا جائے تو کمرے کی چیزیں پہلے رنگوں کی ہم شکل رنگدار ہوں گی، یہ اس لیے کہ ان کے نزدیک معدوم ہونے کے بعد کسی چیز کا اعادہ محال ہے (لہذا پہلا رنگ دوبارہ عود نہیں کرے گا بلکہ اس کی شکل نیا رنگ پیدا ہوگا) اور بیشک یہ بات شفاف اجزاء میں ہوا کے ملنے سے کسی مزاج کے بغیر سپیدی پیدا ہونے سے بھی زیادہ بعید ہے اھ (ت)

اقول وقولھم مردود بحدیث البزار والحاکم وصححه عن انس رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم

میں کہتا ہوں کہ اُن کا یہ قول مردود ہے ایک حدیث کی بنا پر جس کو بزار اور حاکم نے صحیح طور پر روایت کیا ہے وہ یہ کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے

[1] شرح التجرید وطوالع الانوار

قال نار[عـہ] جہنم سوداء مظلمة[1] وروی البیہقی فی البعث وابو القاسم الاصبہانی عنه قال تلا رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم هذه الاٰیة وقودها الناس والحجارة فقال اوقد علیها الف عام حتی احمرت والف عام حتی ابیضت والف عام حتی اسودت فهی سوداء مظلمة لایضیئ لهبها[2] وروی الترمذی وابن ماجة والبیہقی عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثله وفی اٰخره فهی سوداء مظلمة کاللیل المظلم[3] جعل الترمذی وقفه اصح۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ انتہائی سیاہ ہے۔ اور بیہقی نے بعث میں روایت کیا جس کو ابو القاسم اصبہانی نے ان سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے آیہ کریمہ وقودها الناس والحجارة (جہنم کا ایندھن کافر لوگ اور پتھر ہیں) تلاوت فرمائی اور اس پر آپ نے فرمایا کہ جہنم میں ایک ہزار سال آگ جلائی گئی تو سُرخ ہُوئی پھر ایک ہزار سال حتی کہ سفید ہوئی پھر ایک ہزار سال حتی کہ سیاہ ہوگئی۔ پس جہنم کی آگ انتہائی سیاہ ہے جس کا شعلہ روشن نہ ہوگا۔ اسی حدیث کو ترمذی، ابنِ ماجہ اور بیہقی نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا لیکن اس کے آخری جُملے میں ہے کہ وُہ آگ انتہائی سیاہ جیسے اندھیری رات ہے ترمذی نے اس حدیث کے موقوف ہونے کو اصح کہا ہے۔ (ت)

اقول والوقف فیه کالرفع اذا لم یکن اُخذ عن الاسرائیلیات فقد اثبت لها اللون مع الظلمة وعدم الضوء فاذن جوابنا

میں کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں یہ حدیث موقوف بھی مرفوع کی طرح ہے بشرطیکہ اسرائیلیات سے ماخوذ نہ ہو۔ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے

عـہ مسلمان کہ سرورِ ولادتِ اقدس حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں روشنی کرتے ہیں اُس کی بحث میں "براہین قاطعہ" میں یہ عبارت مولوی گنگوہی کی "جو روشنی زائد از حاجت ہے وہ نار جہنم کی روشنی دکھانے والی ہے" محض جہل وگزاف اور احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم تو فرمائیں کہ وہ کالی رات کی طرح اندھیری ہے مگر اس کو اس میں روشنی سُوجھی۔ (م)

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب صفۃ جہنم موسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/ ۱۸۰

[2] شعب الایمان حدیث ۷۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۸۹

[3] جامع الترمذی ابواب صفۃ جہنم امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۸۳

سنن ابن ماجہ باب صفۃ النار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۰

اظہر لثبوت ان بیاض الثلج حادث لم یکن فی الماء واللہ تعالٰی اعلم۔

جہنم کی آگ کے لئے اندھیری اور روشن نہ ہونے کے باوجود رنگ کا اثبات فرمایا۔ پس اب برف کی سفیدی کے ثبوت کے لئے جو کہ پانی میں نہ تھا، ہمارا جواب واضح ہے (ت)

اور بعض نے پانی کا رنگ سیاہ بتایا اور اس پر اس حدیث سے سند لائے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے فرمایا:

واللہ یا ابن اختی ان کنا لننظر الی الھلال ثم الھلال ثم الھلال ثلثۃ اھلۃ فی شھرین وما اوقد فی ابیات النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نار قلت یا خالۃ فما کان یعیشکم قالت الاسودان التمر والماء۔ رواہ الشیخان[1] فی صحیحھما عن عروۃ عن ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔

اے میرے بھانجے خدا کی قسم ہم ایک ہلال دیکھتے پھر دوسرا پھر تیسرا دو مہینوں میں تین چاند اور کاشانہ ہائے نبوت میں آگ روشن نہ ہوتی عروہ نے عرض کی اے خالہ پھر اہلِ بیت کرام مہینوں کیا کھاتے تھے؟ فرمایا: بس دو سیاہ چیزیں چھوہارے اور پانی (شیخین نے اپنی صحیحین میں عروہ سے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقد کثر ذلک فی الاحادیث وکلام العرب ومنھا الحدیث المسلسل بالاضافۃ قال السفطی بعد ما ذکر حدیث ام المومنین بلفظ کنا نمکث لیالی ذوات العدد لا نوقد نارا فی حجر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم وما ھو الا الاسودان الماء والتمر اجیب بانھا رضی اللہ تعالٰی عنہا جعلت الماء اسود تغلیبا للتمر علی الماء لان التمر مطعوم والماء مشروب والمطعوم اشرف من المشروب او ان اٰنیۃ ما ئھم اذ ذاک کان یغلب علیھا السواد

میں کہتا ہوں کہ احادیث اور عربوں کے کلام میں یہ مضمون بکثرت موجود ہے، اسی سلسلہ میں ایک حدیث جو مسلسل بالاضافت ہے سفطی نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ کہ ہم کئی راتیں بسر کرتے درانحالیکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجروں میں آگ روشن نہ ہوتی اور (وہ خوراک) صرف دو سیاہ چیزیں پانی اور کھجور تھیں، کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کھجور کو غالب قرار دے کر پانی کو سیاہ فرمایا کیونکہ کھجور خوراک ہے اور پانی مشروب ہے اور خوراک کو مشروب پر فضیلت ہونے

---

[1] صحیح للبخاری کتاب الھبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۹

لکثرۃ دباغھا افادجمیع ذلک شیخنا العیدروس وقررہ شیخنا ایضا ومثلہ فی حاشیۃ شیخنا الامیر وقال بعض شیوخنا ان لونہ اسود مستدلا بظاھر ھذا الحدیث لکن الاول ھو المتجہ فتأمل[1] اھ

کی وجہ سے کھجور کر پانی پر غلبہ ہے، یا اس لئے پانی کو سیاہ فرمایا کہ اس وقت ان کے پانی والے برتن گہرے رنگ دار ہونے کی بنا پر غالب طور سیاہ ہوتے تھے اور کہا کہ یہ ساری بحث ہمیں شیخ عیدروس سے حاصل ہوئی اور اس کی ہمارے شیخ نے توثیق بھی کی اور اسی طرح ہمارے شیخ امیر کے حاشیہ میں بھی ہے اور ہمارے بعض شیوخ نے فرمایا کہ پانی کا رنگ سیاہ ہے انہوں نے اس حدیث کے ظاہر کو دلیل بنایا ہے۔ لیکن پہلی توجیہ ہی صحیح ہے غور کرو اھ (ت)

اقول اولاً التغلیب تجوز فلا یصار الیہ مالم یثبت ان الماء لا سواد لہ وثانیا التغلیب فی الاسماء کالعمرین والقمرین دون وصفین متضادین فیقال لجید وردی جیدان وطویل وقصیر طویلان وعالم وجاھل عالمان وھل یستحسن لمن اکل لحما وشرب ماء ان یقول ماھما الا الاحمران اللحم والماء ومن تناول تمرا ولبنا یقول ماھما الا الاسودان التمر واللبن وثالثا قد قلتم ان الماء اذا وضع فی اناء اخضر فالخضرۃ لم تقم بالماء فکذلک سواد الشن فغیم التجوز بلا دلیل۔

میں کہتا ہوں کہ اولاً تغلیب اگرچہ مجاز ہے مگر جب تک پانی کا سیاہ نہ ہونا واضح نہ ہو جائے اس وقت اس کی ضرورت نہیں ہے۔

اور ثانیاً تغلیب کا عمل ناموں (اسماء) جیسے قمرین (سورج اور چاند) اور عمرین (عمر فاروق اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما) میں جاری ہوتا ہے لیکن متضاد اوصاف میں جاری نہیں ہوتا تاکہ جیدان کہہ کر جید اور ردی مراد لیا جائے اور طویلان کہہ کر طویل اور چھوٹا مراد لیا جائے، اور عالمان کہہ کر عالم اور جاہل مراد لیا جائے۔ کیا گوشت کھانے اور پانی پینے والے کو یہ کہنا مناسب ہوگا وہ صرف احمران (دو سرخ) ہیں یا کھجور اور دودھ تناول کرنے پر یہ کہنا مناسب ہوگا، وہ صرف اسودان (دو سیاہ) ہیں۔ اور ثالثاً تم نے خود کہا ہے کہ جب پانی سبز برتن میں رکھا جائے تو سبزی پانی کو نہیں لگتی پس اسی طرح مشکیزہ کا سیاہ رنگ ہو تو اس میں پانی کو کیونکر سیاہ کہا جا سکتا ہے بغیر دلیل مجاز کیسے ہو سکتا ہے۔ (ت)

اقول حقیقت امر یہ ہے کہ پانی خالص سیاہ نہیں مگر اُس کا رنگ سپید بھی نہیں میلا مائل بیک گونہ

---

[1] حاشیۃ فاضل سفطی

سواد خفیف ہے اور وہ صاف سپید چیزوں کے مقابل آکر کھل جاتا ہے جیسا کہ ہم نے سفید کپڑے کا ایک حصہ دھونے اور دودھ میں پانی ملانے کی حالت بیان کی واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

(۷) علماء کو اس اجماع اعنی قول تحقیق ناصالح نزاع کے بعد کہ سب پانیوں میں افضل وہ پانی ہے جو اُس بحرِ بے پایاں کرم ونعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے بارہا نکلا اور ہزاروں کو سیراب وطاہر کیا زمزم افضل ہے یا کوثر؟ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شبِ اسرا ملائکہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دلِ مبارک اُس سے دھویا حالانکہ وہ آبِ کوثر لاسکتے تھے اور اللہ عزوجل نے ایسے مقام پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے اختیار نہ فرمایا مگر افضل شمس نے اس میں سراج کا اتباع کیا فتاوٰی علامہ شمس الدین محمد رملی شافعی میں ہے:

افضل المیاہ ما نبع من بین اصابعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم وقد قال البلقینی ان ماء زمزم افضل من الکوثر لان بہ غسل صدر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم یکن یغسل الا بافضل المیاہ اھ[1]

افضل ترین پانی وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلیوں سے نکلا اور بلقینی نے فرمایا کہ زمزم کا پانی کوثر سے افضل ہے کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک دھویا گیا ہے اور اس کا دھونا افضل پانی سے ہی ہوسکتا تھا اھ (ت)

اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیّدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تو لازم کہ کوثر ہی افضل ہو امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بیشک کوثر افضل ہے۔

اقول تو یہ قول ثالث یا دونوں قولوں کی توفیق ہوا۔ فتاوٰی فقہیہ کی عبارت یہ ہے:

(سئل) ایما افضل ماء زمزم او الکوثر (فاجاب) قال شیخ الاسلام البلقینی ماء زمزم افضل لان الملٰئکۃ غسلوا بہ قلبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین شقوہ لیلۃ الاسراء مع قدرتھم علی ماء الکوثر فاختیارہ فی ھذا المقام دلیل علی افضلیتہ

آپ سے پُوچھا گیا کہ کیا آبِ زمزم افضل ہے یا کوثر؟ تو اس کے جواب میں فرمایا: شیخ الاسلام بلقینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آبِ زمزم افضل ہے کیونکہ معراج کی رات اس سے فرشتوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قلبِ مبارک کو کھول کر غسل دیا، تو کوثر کے استعمال پر قدرت کے باوجود زمزم کو ترجیح دینا اس کی افضلیت

---

[1] فتاوٰی علامہ شمس الدین رملی علی الفتاوی الکبری کتاب الطہارۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۵

ولا یعارضه انه عطیة الله تعالٰی لاسمٰعیل علیه الصلوٰة والسلام والکوثر عطیة الله تعالٰی لنبینا صلی الله تعالٰی علیه وسلم لان الکلام فی عالم الدنیا لا الاٰخرة ولا مریة ان الکوثر فی الاٰخرة من اعظم مزایا نبینا صلی الله تعالٰی علیه وسلم ومن ثم قال تعالٰی انا اعطینٰك الکوثر بنون العظمة الدالة علی ذلك وبما قررته علم الجواب عما اعترض به علی البلقینی[1] اھ

کی دلیل ہے۔ زمزم کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اور کوثر کا ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی کی طرف سے عطیہ ہونا اس کو معارض نہیں کیونکہ کلام دنیاوی فضیلت میں ہے اور آخرت کے لحاظ سے بلاشبہ کوثر کو بہت بڑا اعزاز ہے جو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا اسی لئے اللہ تعالٰی نے انا اعطینٰك الکوثر کو اپنے لیے منسوب فرمایا جس پر نون متکلم دلالت کرتا ہے اور یہ بڑی عظمت ہے، اور میری تقریر سے بلقینی پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہوگیا اھ (ت)

اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علما سے نظر فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفضیل کوثر ہے۔

فاقول وبالله التوفیق الافضل معنیان الاکثر ثوابا وھو فی المکلفین من یثاب اکثر وفی الاعمال ما الثواب علیه اکبر ولا مدخل لھذین فی زمزم والکوثر ان اول بالتعاطی ای ما تعاطیه اکثر ثوابا فالکوثر غیر مقدور لنا فلا یتأتی التفاضل من ھذا الوجه ایضا ولا معنی لان یقال ان ثوابه صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان اکثر فی غسل الملئکة قلبه الکریم باحدھما۔

پس میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی سے ہی توفیق حاصل ہے۔ افضل کے دو معنی ہیں، ایک ثواب کے لحاظ کثرت ہے یہ معنی انسانوں میں جس کو ثواب حاصل ہو، اور اعمال میں وہ عمل جس پر ثواب زیادہ مرتب ہو، اس معنی کی دونوں مذکورہ صورتیں زمزم اور کوثر میں نہیں پائی جاسکتیں اور اگر اس معنی کی یہاں یہ تاویل کی جائے کہ ان کے لین دین میں زیادہ ثواب ہے تو پھر کوثر میں یہ معنی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہے اس لیے دونوں میں افضیلت کا تقابل نہیں پایا جاسکتا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ فرشتوں کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے زیادہ ثواب ہے۔ (ت)

فاذن لاکلام فیه الا بمعنی الاعظم شانا والارفع مکانا عند الله تعالٰی و

اب صرف افضل کے دوسرے معنی میں بات ہوسکتی ہے اور وُہ عنداللہ عظمتِ شان اور رفعتِ

---

[1] فتاوٰی کبرٰی کتاب الطہارۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۵

حینئذ[1] لایتم استدلال الامام البلقینی رحمه الله تعالٰی الا اذا احطنا بالحکم الالٰھیة فی غسل قلبه الکریم علیه افضل الصلاة و التسلیم و علمنا انهما کان سواء فی تحصیلها ثم الله سبحنه اختار هذا فکان افضل اما ان یکون شئ اوفق و اصلح العمل من غیره فلا یستلزم کونه اجل قدرا و اعظم فخرا منه بالفضل[2] الکلی علی انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لایتشرف[3] بغیره بل الکل انما یتشرفون به والله تعالٰی یصیب برحمته صلی الله تعالٰی علیه وسلم ما یشاء من خلقه لیرزقه فضلا کما اختار لولادته صلی الله تعالٰی علیه وسلم شهر ربیع الاول دون شهر رمضان و یوم الاثنین دون الجمعة و مکان مولده صلی الله تعالٰی علیه وسلم دون الکعبة والفضل بید الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم[1] اما جواب الامام ابن حجر فغایة ما یظهر فی توجیهه ان زمزم افضل فی الدنیا لانه مقدور لنا فنثاب علیه فیترتب علیه الفضل لنا بخلاف الکوثر ان رزق الله تعالٰی منه احدنا فی الدنیا فلفضل فیه

مقام ہے اور اس معنی پر امام بلقینی کا استدلال تب ہی صحیح ہو سکتا ہے جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونے کے بارے میں اللہ تعالٰی کی حکمتوں کو پیش نظر رکھیں اور یہ معلوم کرلیں کہ ان کے حاصل کرنے میں دونوں پانی زمزم اور کوثر مساوی ہیں اس کے باوجود اللہ تعالٰی نے زمزم کو پسند فرمایا لہذا افضل ہوا، اس لئے کہ یہ اس کارروائی کے لئے زیادہ موافق اور زیادہ صلاحیت والا تھا، اس لحاظ سے زمزم کا قدر و منزلت کے اعتبار سے کلی طور پر اعظم ہونا لازم نہیں آتا۔ علاوہ ازیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی دوسرے سے شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ دوسروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف پایا ہے اللہ تعالٰی اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے تاکہ اس کو فضیلت دے جیسا کہ آپ کی ولادت پاک کے لئے رمضان کی بجائے ربیع الاول کو اور جمعہ کی بجائے سوموار کے دن کو اور کعبہ کی بجائے آپ کی جائے ولادت کو مشرف فرمایا۔ فضیلت کا مالک اللہ تعالٰی ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔ لیکن امام ابن حجر کا جواب فضیلت کی توجیہ میں بہت واضح ہے کہ زمزم دنیا میں افضل ہے کیونکہ وہ ہمارے زیر تصرف ہے اور ہمیں اس پر

---

[1] القرآن ۳/۷۳

او لتفضل من المولٰی سبحنہ وتعالٰی فھو یترتب علی الفضل وما یورث الفضل افضل اما الاٰخرۃ فلیست دار عمل فیذھب ھنالك ھذا الوجہ ویظھر فضل الکوثر لانہ من اعظم ما من اللہ تعالٰی بہ علی نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ثواب ملتا ہے جس سے ہمیں فضیلت میسر ہوتی ہے اور کوثر کا معاملہ اس کے خلاف ہے اگر دنیا میں کسی کو وہ نصیب ہوجائے تو وہ پانے والے کی فضیلت ہوگی یا اللہ تعالٰی کی طرف سے فضل ہوگا لامحالہ کوثر کسی فضیلت پر مرتب ہوگا، اور فضیلت دینے والا (زمزم) افضل ہوتا ہے، اور آخرت دارالعمل نہیں ہے تاکہ وہاں یہ وجہ پائی جائے اور وہاں کوثر کی فضیلت ظاہر ہوگی کیونکہ وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انعامات سے یہ بڑا انعام ہوگا۔ (ت)

اقول لوتم ھذا لکان کل ما فی الدنیا افضل من الکوثر بعین الدلیل وھو کما تری بل الکلام کما علمت فی الارفع قدرا والاعظم فخرا وھذا لایختلف باختلاف الدار حتی یکون شیئ اجل قدرا عند اللہ تعالٰی من اٰخر فی الدنیا فاذا جاءت الاٰخرۃ انعکس الامر کلا بل لا یظھر فی الاٰخرۃ الا ما ھو عندہ تعالٰی ھھنا فما کان افضل فی الاٰخرۃ کان افضل فی نفسہ وما کان افضل فی نفسہ کان افضل حیث کان وقد اعترفتم ان الکوثر افضل فی الاٰخرۃ فوجب ان یکون لہ الفضل دنیا واخری کیف وزمزم من میاہ الدنیا وھو من میاہ الاٰخرۃ وللاٰخرۃ اکبر درجٰت واکبر تفضیلا[1] وایضا ماؤہ من الجنۃ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغت فیہ میزابان

میں کہتا ہوں کہ اگر امام ابن حجر کی دلیل درست ہو تو اس سے لازم آئیگا کہ دنیا کے تمام پانی کوثر سے افضل ہوجائیں کیونکہ وہی دلیل یہاں پائی جاتی ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے بلکہ یہاں فضیلت قدر و فخر کی عظمت و بلندی قرار دیا ہے اور فضیلت کا یہ معنی دنیا یا آخرت کے لحاظ سے نہیں بدلتا تاکہ دنیا میں ایک چیز دوسری کے مقابلہ میں عنداللہ بڑی قدر والی ہو اور جب آخرت برپا ہو تو معاملہ الٹ ہوجائے ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ آخرت میں عنداللہ وہی چیز قدر و منزلت والی ظاہر ہوگی جو یہاں دنیا میں بھی ایسی ہوگی۔ اور جو چیز آخرت میں افضل ہوگی وہ ذاتی طور پر افضل ہوگی اور جو چیز ذاتی طور پر افضل ہوگی وہ ہر جگہ افضل ہوگی اور جب آپ نے آخرت میں کوثر کے افضل ہونے کا اعتراف کرلیا تو ضروری ہے کہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں افضل ہو، اور کیوں نہ ہو کہ زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر

---

[1] القرآن ۱۷/۲۱

يمد انه من الجنة احدهما من ذهب والآخر من ورق رواه مسلم عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنه وقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الا ان سلعة اللہ غالیة الا ان سلعة اللہ الجنة ثم هو انفع لامته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من شرب منه لم یظمأ ابدا ولم یسود وجهه ابدا وقد امتن اللہ سبحنه به علی افضل انبیائه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فکان افضل رزقنا المولٰی سبحنه وتعالٰی الورود علیه ، و الشرب منه بید احب حبیب الیه ، صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، ومجد وشرف وعظم وکرم، وعلی اله الکرام ، وصحبه العظام ، وابنه الکریم وامته الکریمة خیر الامم ، وعلینا بهم ولهم وفیهم ومعهم یا من من علینا بارساله وانعم ، والحمد للہ رب العٰلمین حمدا یدوم بدوامه الادوم ، واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم، وعلمه جل مجده اتم ، وحکمه عز شانه احکم۔

آخرت کا پانی ہے اور آخرت کا درجہ اور فضیلت بڑی ہے ، نیز کوثر کا پانی جنّت سے نکلتا ہے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا کوثر میں دو میزاب (نالے ، گرتے ہیں دونوں جنّت سے آکر گرتے ہیں ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے ۔ اس حدیث کو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے ، اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا غور کرو اللہ تعالٰی کا سامان گراں قیمت والا ہے اور اللہ تعالٰی کا سامان جنّت ہے پھر کوثر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی اُمت کے لیے وہاں زیادہ نفع مند ہے جو بھی اسے نوش کرے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی سیاہ ہوگا ، اور اللہ تعالٰی نے کوثر حضور افضل الانبیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر احسان فرمایا ہے لہذا کوثر ہی سب سے افضل ہے ۔ دعا ہے ہمیں اللہ تعالٰی اپنے حبیب علیہ الصلٰوۃ والسلام کے دستِ مبارک سے پلائے اور اس کوثر پر ورود ہمیں نصیب فرمائے ۔ حضور پر اللہ تعالٰی کی رحمتیں ، سلامتی ، بزرگی ، شرف وکرم نازل ہو اور آپ کی برگزیدہ آل پر اور بزرگوار صحابہ پر اور آپ کے سخی صاحبزادے اور آپ کی بہترین اُمت پر اور اُن کی معیت اور صدقے اور سبب سے ہم پر بھی ، اے ہم پر اُن کو بھیج کر احسان فرمانے والے ، الحمد للہ رب العٰلمین ۔ (ت)